

188469

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۵۵۶۰۲۱۳ Accession No. ۵۲۳۸۷

Author ع - ت

Title - تاریخ و جغرافیہ

This book should be returned on or before the date last marked below.

سلسلہ سید عالم علیہ السلام

نایخ فیور شاہی

تصنیف

عقیف (شمس سراج)

ترجمہ

مولوی محمد فدا علی صاحب طالب

رکن شعبہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

۱۳۵۴ھ م ۱۳۳۴ھ م ۱۹۳۸ء

طبع و نشر جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

فہرست مضامین

ناریخ فیروز شاہی (عفیف)

۳۶	تیسرا مقدمہ	۱۶	فیروز شاہ کے مناقب کا ذکر
	جلوس فیروز شاہی کی تفصیل -	۲۵	فیروز شاہ کے ابتدائی حالات
۳۰	چوتھا مقدمہ	۳ تا ۴۰	قسم اول
	سلطان فیروز شاہ کا مغل قہر		سلطان فیروز کی ولادت سے
	سے چھ گز کرنا		جلوس تاک اٹھارہ مقدمات
۴۱	پانچواں مقدمہ	۴۰	پہلا مقدمہ
	خواجہ یاز کا غلطی سے ایک لفظ کو		سلطان فیروز شاہ کی ولادت کے
	سلطان محمد کا پسہ کہہ کر بادشاہ بنانا۔		بیان میں ہے جو شک میں واقع ہوئی
۴۴	چھٹا مقدمہ	۳۴	دوسرا مقدمہ
	خواجہ جہاں کو سلطان فیروز شاہ کے		سلطان فیروز شاہ کا سلطان غلامی میں سلطان
			سے مراد تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا۔

۶۸	تیرھواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا۔	۴۶	ساتواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے دہلی روانہ ہونا۔
۶۹	چودھواں مقدمہ فیروز شاہ کا اہل دہلی کو انعام واکرام سے سرفراز کرنا۔	۵۰	آٹھواں مقدمہ قوام الملک یعنی خان جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا۔
۷۲	پندرھواں مقدمہ فیروز شاہ کا قاعدہ ہائے جدید نافذ کرنا	۵۳	نواں مقدمہ خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا۔
۷۵	سبھتواں مقدمہ حضرت فیروز شاہ کا بحکم خدا رعیت پر نوازش کرنا۔	۵۷	دسواں مقدمہ فیروز شاہی اہل دربار کی خواجہ جہاں کے متعلق رائے و مشورہ
۷۷	سترھواں مقدمہ خسرو ملک خداوند زادہ دستر سلطان تغلق کا غداری کرنا۔	۶۲	گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا شہر ہانسی میں ورود
۸۰	اٹھارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا جمعہ وعیدین کی نماز کے خطبے میں قدیم سلاطین کا نام و اہل کرنا و سکے ہائے سلاطین کا ذکر۔	۶۵	بارھواں مقدمہ شیخ نصیر الدین خلیج قطب الدین کا ہانسی میں باہر گر ملاقات کرنا۔
۸۱	ذکر اول۔ بادشاہ کا سلاطین قدیم کے اسما کو جمعہ وعیدین میں اختیار کرنا۔		

۹۸	ساتواں مقدمہ	۸۲	نوکر دوم۔ در بیان سکہ ہا۔ در قسم تاجدار
	فیروز شاہ کا مورخ کے پیر و مرشد سے ہاشمی میں ملاقات کرنا۔	۸۳ تا ۱۳۷	قسم دوم
۱۰۰	آٹھواں مقدمہ		لکھنؤی کا بیان اور بادشاہ کا دورِ تہ جانبِ نگر و نگر کوٹ کا سفر۔
	فیروز شاہ کا دریائے جون کے ساحل پر فیروز آباد آباد کرنا۔	۸۳	اول مقدمہ
۱۰۲	نواں مقدمہ		سلطان فیروز شاہ کا لکھنؤی روانہ ہونا
	ظفر خاں کا سناڑ گاؤں سے فریاد رسی کے لیے بادشاہ کی قدمبوسی کو حاضر ہونا	۸۴	دوسرا مقدمہ
۱۰۶	دسواں مقدمہ		فیروز شاہ کا لکھنؤی پہنچ کر تہ کا محاصرہ کرنا
	فیروز شاہ کا بار دوم لکھنؤی کی جانب روانہ ہونا۔	۸۷	تیسرا مقدمہ
۱۱۰	گیارہواں مقدمہ		فیروز شاہ اور سلطان شمس الدین کی جنگ فیروز شاہ کا بیچاس ہاتھی حمل کرنا اور ایک لاکھ اسی ہزار ہنگالیوں کا قتل۔
	سلطان سکندر کا فیروز شاہ کے خوف سے قلعہ بند ہونا اور اور قلعے کے ایک برج کا گرنا۔	۹۱	چوتھا مقدمہ
۱۱۲	بارہواں مقدمہ		فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا
	سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے صلح اکرنا اور چالیس عدد ہاتھی عطا کرنا۔	۹۳	پانچواں مقدمہ
			شہر حصارِ فیروزہ کی بنا
		۹۶	چھٹا مقدمہ
			استقامتِ املاک کے بیان میں

۱۳۷	پہلا مقدمہ بادشاہ کا ہم ٹھٹھ کی بابت خانچہاں سے اتفاق کرنا۔	۱۱۸	تیسرہواں مقدمہ فیروز شاہ کا جون پور سے جاج نگر روانہ ہونا۔
۱۴۰	دوسرا مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھ کی جانب روانہ ہونا	۱۲۱	چوتھواں مقدمہ فیروز شاہ کا ہاتھیوں کو گرفتار کرنا اور راجہ کی اطاعت
۱۴۳	تیسرا مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھ کے نواح میں ورود	۱۲۵	پندرہواں مقدمہ فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ قلب میں آنا۔
۱۴۴	چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کے لشکر کا اہل سندھ سے جنگ کرنا۔	۱۲۶	سیڑھواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا اور شہر میں قبضہ کا تیار ہونا۔
۱۴۶	پانچواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھ سے واپس ہو کر گجرات آنا۔	۱۲۸	سترہواں مقدمہ عہد فیروز شاہی میں رعایا کی خوشی وغیرہ کا تذکرہ۔
۱۴۹	چھٹا مقدمہ بادشاہی لشکر کا کوئٹہ رن میں مبتلائے مصیبت ہونا۔	۱۳۳	اٹھارہواں مقدمہ قلعہ نگر کوٹ کی فتح۔
۱۵۳	ساتواں مقدمہ خلقت کا کوئٹہ رن میں زاری کرنا	۱۸۵ تا ۱۴۷	قسم سوم ٹھٹھ کے حالات میں۔

۱۵۷	اور بادشاہ کا افسوس کرنا	۱۵۶	آٹھواں مقدمہ
۱۵۸	فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا	۱۵۷	چودھواں مقدمہ
۱۵۹	نواں مقدمہ	۱۵۸	فیروز شاہ اور اہل سندھ کے درمیان صلح ہونا۔
۱۶۰	خانجہاں کا ساز و سامان سلطان فیروز کی خدمت میں گجرات روانہ کرنا	۱۵۹	پندرہواں مقدمہ
۱۶۱	دسواں مقدمہ	۱۶۰	بانیچہ کا بادشاہ کی بارگاہ میں حاضری ہونا۔
۱۶۲	فیروز شاہ کا بار دوم ٹھٹھہ روانہ ہونا	۱۶۱	سولہواں مقدمہ
۱۶۳	گیارہواں مقدمہ	۱۶۲	فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا
۱۶۴	فیروز شاہ کا ٹھٹھہ پہنچنا اور لشکر کو فراغت حاصل ہونا	۱۶۳	سترہواں مقدمہ
۱۶۵	بارہواں مقدمہ	۱۶۴	خانجہاں کا شہر دیپال پور تک بادشاہ کا استقبال کرنا
۱۶۶	ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریائے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ سے جنگ کرنا	۱۶۵	اٹھارہواں مقدمہ
۱۶۷	تیرہواں مقدمہ	۱۶۶	فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس آکر طاس گھڑیاں وضع کرنا۔
۱۶۸	عماد الملک کا طلب حشم و لشکر کے لیے دہلی وارد ہونا۔	۱۶۷	چوتھی قسم
		۱۶۸	فیروز شاہ کا جنگ جہد کی ہمت سے کنارہ کش ہونا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا۔

۲۱۲	آٹھواں مقدمہ پسر عواد الملک کا اپنے احباب پیر کی کیفیت بادشاہ سے عرض کرنی اور اس کا جواب باصواب پانا۔	۱۸۵	پہلا مقدمہ بادشاہ کا ہمت جنگ سے کنارہ کش ہونا۔
۲۱۴	نواں مقدمہ فیروز شاہ کا سنگین مناروں کا تعمیر کرنا	۱۸۹	دوسرا مقدمہ فیروز شاہ کا غلاموں کو جمع کرنا۔
۲۲۰	دسواں مقدمہ فیروز شاہ کے شکار کے حالات	۱۹۳	تیسرا مقدمہ خلیفہ کا خلعت ہندوستان آنا
۲۲۹	گیارہواں مقدمہ ان مختلف عمارات کے بیان ہیں جو فیروز شاہ نے تعمیر کیں	۱۹۶	چوتھا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا محل بارجیس جلوس کرنا۔
۲۳۲	بارہواں مقدمہ بادشاہ کا بیکار امرا کے حالات پر توجہ کرنا	۲۰۳	پانچواں مقدمہ اس عہد کے نوک و اماں کی مسرت و فارغ البالی۔
۲۳۴	تیرہواں مقدمہ فیروز شاہی کارخانہ جات کی شرح و تفصیل۔	۲۰۶	چھٹا مقدمہ عہد فیروز شاہی کی فراغت و ارزانی کا بیان۔
		۲۰۹	ساتواں مقدمہ فیروز شاہی چشم و شکر کا تفصیلی بیان

۲۳۸	چودھواں مقدمہ	۲۵۷	تیسرا مقدمہ
۲۳۹	سکہ ہرش گانی کی تشریح اور اس کا مفصل بیان	۲۵۸	ایک زنار دار کا شاہی دربار کے منہ جلایا جانا۔
۲۴۰	پندرھواں مقدمہ	۲۵۹	چوتھا مقدمہ
۲۴۱	بادشاہ کا نہایت خاندنہ خانہ بنانا	۲۶۰	غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کرنا
۲۴۲	جشن عید کے حالات	۲۶۱	پانچواں مقدمہ
۲۴۳	شب برات کے تماشے کا بیان	۲۶۲	دو دراز قد ایک کوتاہ قد اور دو بارش عورت کا حال
۲۴۴	سترھواں مقدمہ	۲۶۳	بچھٹا مقدمہ
۲۴۵	بادشاہ کا مطریوں کو بعد نماز جمعہ اپنے حضور میں طلب کرنا	۲۶۴	خان اعظم تارا خاں کی عظمت کا بیان۔
۲۴۶	اٹھارھواں مقدمہ	۲۶۵	ساتواں مقدمہ
۲۴۷	دہلی جدید کا نمونہ	۲۶۶	خان جہان کی عظمت کے بیان میں
۲۴۸	پانچویں قسم	۲۶۷	آٹھواں مقدمہ
۲۴۹	فیروز شاہ کی محلوں کی شانہ و شوخیاں اور فتح خاں کی ولایت اور بعض بلوک کی عظمت کا بیان	۲۶۸	ملک نائب بار بک کی عظمت و بزرگی کا ذکر
۲۵۰	پہلا مقدمہ	۲۶۹	ملک نائب کی غیر خواہی و نیک خلقی کا ذکر
۲۵۱	بادشاہ کی محلوں کے بیان میں	۲۷۰	ملک نائب کا اپنے عمال سے محاسبہ کرنا
۲۵۲	دوسرا مقدمہ	۲۷۱	ملک بار بک کے خیر اور اس کی سلام پرستی کا ذکر۔
۲۵۳	بادشاہ کا غیر شروعات کو دور کرنا		

۳۲۱	بارہواں مقدمہ	۲۸۹	نواں مقدمہ
	ملک شمس الدین دامغانی کے خط کا بیان اور بادشاہ کی کرامت		ملک ملوک الشرق عماد الملک بشیر سلطان کی غفلت کا ذکر
۳۲۲	شمس الدین دامغانی کی فطرت کا ذکر	۲۹۳	عماد الملک و خانبہاں کے تعلقات
۳۲۴	تیرہواں مقدمہ	۲۹۴	غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر
	فیروز شاہ کا مجرموں کے ایک گروہ کو قتل کرنا۔	۲۹۵	دسواں مقدمہ
			ملک سید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر
۳۳۱	چودھواں مقدمہ	۲۹۸	گیارہواں مقدمہ
	سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں قیدیوں کے احوال ساجد کی آراستگی اور مظلوم افسراد کی دادخواہی میں مصروف ہونا۔		ملک شمس الدین ابورجاء کے حالات جوہد فیروز شاہی میں ستونی ممالک تھا
		۳۰۲	شمس الدین ابورجاء کا سنہ پیدائش
		۳۰۴	شمس الدین کا بادشاہ سے عمل دیوان وزارت کی شکایت کرنا
۳۳۳	پندرہواں مقدمہ		شمس الدین کا خواجہ حرام الدین
	حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بادشاہ سے آخری ملاقات کرنا۔	۳۰۶	جنیدی کے رد و رد و جواب کو سخت سست کہنا
		۳۱۰	شمس الدین ابورجاء کا دیوان وزارت کے خطاب بننا صوبہ کی عیب جوئی کرنا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ

تایخ فیہ و زشاہی

عقیف

اللہ نے فرمایا ہے کہ نہیں جانے اُس کی تاویل مگر اللہ اور وہ اشخاص جو علم میں
راست ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے قلوب پر الہام ربانی کا
نزل ہوتا ہے۔

پرو روگگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے جس میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے
اور جو تمام ملک و ممالک کا پیدا کرنے والا ہے، حکمت کی بنا پر دو مملکت عجم
اسخکام و طلیق فرماں روائی کے ساتھ خلق فرمائیں۔ ایک دنیاوی مملکت ہے جو ہزاراں ہزار
کرشمہ و ناز و زینت و زیبائی کے ساتھ ہمارے روبرو جلوہ نما ہے۔

اس مملکت کا جاہ دل رُبا اور اُس کی آواز ہوش افزا، اس کا دیدار بصیرت افزا و
اور اس کی خوشبو روح و دماغ پرور ہے۔

باتھ اس کے حاصل کرنے میں کوشاں اور پاؤں اس کے طلب کرنے میں دواں ہے۔

اس کے خد و خال پر ایک عالم شید ہے اور ہر شخص اس کی تعریف و توصیف میں باوجود ناکام ہونے کے ہردم گویا ہے۔ غرض کہ یہ مملکت دُنیاوی آخرت کے لئے بہترین کہیتی ہے جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الدنیا مزرعة الآخرة (دُنیا آخرت کی کہیتی ہے)۔

دوسرے مملکت آخرت ہے جس میں بیحد و بشمار بزرگی و نعمت موجود ہے۔ یہ مملکت نیک افعال افراد کا مخصوص مکان اور نیکو کار اصحاب کا قصہ عظیم الشان ہے۔ حضرات ابراہیمؑ پرشید اور اصحابِ خوب رفتار اس کے عاشق و فریفته ہیں۔ یہی عالم ستم کاروں کی سبقتاری کی اصل تبتا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہاں یہ بحال ہے جو عظیم و قدیر ہے اپنی قدیم قدرت کا یہ وحکت بالندہ کے ساتھ لطف و کرم و شفقت سے بھی کام فرمایا اور روز ازل سے استقامت کے ساتھ بشمار اسباب نعمت و متاع دولت ان ہر دو ممالک میں پیدا فرمائے۔ چنانچہ مملکت دنیوی کی تختیوں سے ان الفاظ میں آگاہ فرمایا:۔ زین للناس حب السموات من النساء والبنین والقناطیر المقطوعة من الذهب والفضة والمخيل المسومة والانعام والحراث ذلک متاع الحیوٰۃ الدنیا۔

اور مملکت آخرت کی بابت ارشاد فرمایا کہ اس عالم میں انہار و اشجار کی مثیلا نعمتیں موجود ہیں اور اس ندائیں رموز لطیف کو شریف و مقدس انداز بیان میں اس طرح ادا فرمایا کہ جنات عدن تجوی من تجتہا الاہنما خالدین فیہا ابد ا۔

پروردگار عالم نے ان ہر دو مملکت کی عکسیت کا تاج حضرت شاہ انبیاء کے فرق مبارک پر رکھا اور ہر دو عالم کی فرماں روائی کی قبائشہ شاہ اصفیا کے بدن مبارک پر درست فرمائی۔ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و برگزیدہ بارگاہ اصحابِ تحسیر دارباب تفرید کی طرح مقامِ طلب میں استادہ ہے لیکن ماسویٰ سے بے تعلق ہو کر مالک لامکان کی طلب میں حیران و سرگردان ہے۔ حضرت شہنشاہ اصفیا نے سوا خالق و المجلال کے ہر دو مملکت کی کسی شے کی تمنا و آرزو نہیں کی جیسا کہ خدا نے کریم فرماتا ہے کہ ماذا بغ البصر وماطنی۔

شعر مذکور خدا علی کے رموز کا بہترین ترجمان ہے۔

انا الموجود قاطبہ بنی تجدنی وان لم تطلب وانی لو تجدنی

میں موجود ہوں مجھ کو طلب کرو گے تو پاؤ گے اور اگر میرے سوا کسی نے کو طلب کرو گے تو مجھ کو نہ پاؤ گے۔

دوینا جرم را و قیصر و طاقت را تسبیح فرشتہ را و صفار ضواں را

دوینا جرم را بہشت مرینکاں را جانان مراد جان ما جانان را

حضرت پیر مہر علیؒ نے اسی ساغر لطیف کا ایک جرم دو با عزت گردو عطا فرمایا اور علما و مشائخ یقین و سلاطین طالبان دین کو اس کے مزے سے آشنا کیا۔

حضرت نے ان ہر دو گردہ کی بابت چند ایسے کلمات ارشاد فرمائے جس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا چنانچہ علمائے دین و مشائخ کے بابت صاف و صریح و نیز کنایہ و اشارہ میں ارشاد فرمایا کہ الشیخ فی قوسہ کا الہی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں وہی مرتبہ رکھتا ہے جو نبی کو ایسی امت میں حاصل ہے۔

اسی طرح بے شمار ارشادات کے اشاروں سے احوال سلاطین سے آگاہ فرمایا اور بصارت افزہ انوار کے ذریعے سے دینی پیشواؤں کی پیروی کرنے کی غرض سے اہل عالم کی آنکھ کو مبنا و روشن فرمایا۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ لولا السلطان لاکل الناس بعضهم بعضاً۔ اگر بادشاہ نہ ہوتا تو بعض انسان بعض کو کھا جاتے۔

اگرچہ ان مقامات کی حد و نہایت نہیں ہے اور ان کو کسی تعداد میں حصر کرنا وہم و فکر کے دائرے سے خارج ہے اور ہر مقام کے فوائد و اس کی حقیقت کا سرچشمہ بحر بیخون کی طرح رواں اور اس کی تہ کی گہرائی دریائے بیخون کی عمق کی طرح بے پایاں ہے

اس لئے بندہ ضعیف یعنی شمس سراج عقیف جو تاجداران عالم کی تاریخ کا مورخ ہے اپنی فہم کے دغینہ گنجینہ اور اپنے وہم کے سفینے سے چند گوہر آبدار پیش کرتا ہے۔ اور ان آبدار گوہر دل کی جو مقامات سلاطین و مشائخ ہے، مثل و تمثیل کے طور پر شرح کرتا ہے۔

بندہ ضعیف ہر اس جوہر عقل کی مقامات اہل سلوک و درجات زمرہ ملوک کی

روشن چراغ میں عقلی دلائل و نقلی کنایات سے شرح کرتا ہے اور کلام حمید و فرقان حمید سے تبرک حاصل کر کے قول الہی کے کہ مطابق و اتمنا ہا بعشر ان مقامات کو بھی وہی قرار دیتا ہے۔

سلک سن را چو در افشاں کنیم پیشکش حضرت سلاطین کنیم
اول مقام مقام شفقت ہے۔

یہ گوہر تبار دریا ئے وہبی کے قعر سے نکل کر عالم آب و گل میں ملت اور
ارواح عالم میں تاثیر کرتا ہے، یعنی اس کا اصل مسکن قلب انسانی ہے جہاں سے اُس کی
شامع آب و گل کے باشندوں پر پڑتی اور اُس کو منور کرتی ہے۔ اس روشن و تاباں جوہر کا
اصل حقیقت حضرت پروردگار کے انوار سے منور و تاباں ہے اور اسی مقام کی خبر
خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح دی ہے کہ لا تقنطومن رحمة اللہ
(اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چنانچہ تمام علماء و مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام خلایق پر
پدر و مادر سے زیادہ شفیق و مہربان ہیں۔ یہ حضرات طالبان مقصود کو مطلوب تک پہنچاتے
اور محبوب کے تلاش کرنے والوں کو بزرگی و برتری کی راہ دکھاتے ہیں۔

تمام خلقت پر عظیم الشان احسان کرتے اور اپنی تربیت و تعلیم سے اُن کو کامل بناتے
اور شفقت و لطف کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں۔
تمام خلقت خدا علما و مشائخ کی محتاج ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم جو عین کی تاثیر سے مستفید ہیں تمام مخلوق پر شفقت قلبی
سے مہربانی فرماتے اور باوجود اس کے کہ خود عظیم الشان مرتبے پر تائز ہیں ہر مخلوق کی
تربیت فرماتے۔

یہ گروہ عالمی مرتبہ ہونے پر عامۃ خلایق کو اپنے باران کرم سے فیضیاب کرتا ہے
اور ہوشیاری و ہمت کے عالم میں ابر باران کی طرح خلقت پر احسان و کرم کے موقی
برساتا ہے

سلاطین عالم کا گروہ اپنے سے دور افراد کو خفیہ انعام و اکرام سے شاد کرتا ہے اور
اپنے نزدیک اشخاص کو اپنے عظم و جاہ سے حیران بنا کر غیرت کی آگ سے اُن کے
قلوب کو پگھلاتا ہے۔

بادشاہان عالم بیگانہ افراد کو دائرہ بیگانگی میں داخل کرتا اور بیگانوں کی
کثرت لطف و کرم و لذت و ہر وجہ سے دوستی و محبت میں روز افزوں اضافہ
کرتے ہیں۔

بہتر فرحت کے انسان ایک ہی بادشاہ کے سائے میں آرام پاتے ہیں۔
 اگر خدا نخواستہ کسی وقت سلاطین کی زبان سے بے مہری کا لفظ نکلتا ہے یا یہ کہ
 جبر و زیادتی کا خطرہ بھی ان کے دل میں گورتا ہے تو ایک عالم کو جان و مال کا نقصان
 پہنچتا ہے اور ہر شخص آب و نان کے غم سے بیچین و بیکار ہوتا ہے۔
 کیخسرو نے اپنے وزرا سے ان امور کا سوال ان الفاظ میں کیا:-

بادشاہوں کے قلب میں بے مہری کے خطرے کا گورتا اور فرماں روا طبقے کی
 بے لطفی خلافت کے حق میں کیا اثر رکھتی ہے؟

وزرا نے جواب دیا کہ اس کی بعینہ مثال ہے کہ جس طرح بلا کسی کوشش و سعی کے
 اور بغیر موجودوں کی تلاش و تمنا کے کسی ایک فرد کی حکمت سے ایک ہی زبان پر
 شیرینی و ترشی کا ذائقہ پیدا ہو جائے۔

غرض کہ گوہر شفقت کی قیمت بے اندازہ ہے جس کو صرف مشائخ اہل یقین
 جانتے ہیں اور اس قدر قیمت کا اندازہ صرف سلاطین طالبان دین ہی کر سکتے ہیں۔
 سلاطین کے قلوب میں جس قدر مادہ شفقت زیادہ موجود نہ ہوگا اسی قدر
 ان کی نیکنامی کا اندازہ تمام عالم میں زیادہ بلند ہوگا۔

تاجداران عالم کے لئے گوہر شفقت وہ دولت ہے جس کی قیمت کا اندازہ کرنا
 مشکل ہے اور وہ دولت نعمت ہے جس کی قدر کو سمجھنا محال ہے۔
 حضرت مشفق کوئین مرتبی دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امر کی جانب اشارہ
 فرمایا ہے۔

حضور اقدس فرماتے ہیں کہ التعظیم لامر اللہ والشفقة علی خلق اللہ
 صدق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقام دوم عفو ہے۔ مرتبہ عفو پروردگار کی انتہائی ہیبت اور اس کی جباری
 کی بے پایاں عظمت سے پیدا ہوتا ہے۔ خدا کے برتر کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ
 انھم یستحقون ان یخلفوا علیہا و انھم یستحقون ان یخلفوا علیہا۔

علماء مشائخ الزہدیت کے تہر کی ہیبت اور ربوبیت کی سطوت کی زیادتی سے
 دریائے حیرت میں بے ہوش و غرق اور میدان تفکر میں مدہوش ہیں۔

ان حضرات کا یہ حال ہے کہ اپنی طاعت کو بھی مصیبت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنی قابل ثواب عبادت کو بھی گناہ خیال کرتے ہیں۔

اپنے اعمال کا تخم خوف ورجا کی زمین میں بڑے اور تمام خلائق پر غفویٰ نظر ڈالتے ہیں۔ خدا کی جناب میں تمام بندوں کی شفاعت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ الدعاء مخ العبادۃ۔ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ اس لئے ان حضرات کا اسی ارشاد پر عمل ہے۔

اسی طرح سلاطین و روزگار بھی اپنے علم الیقین سے عفو کو اپنا شعار اور علم و دہد باری کے گیند کو علم کے میدان میں بہت و جرات کے ساتھ لے جاتے ہیں۔

ان فرماں روا یا ان عالم کا یہ حال ہے کہ اپنی سعادت اذلی سے ایسے اعمال و افعال اُن سے صادر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے خدا کی نعمتیں اُن پر بارش کی طرح برستی ہیں۔

اس گروہ کی تعریف حد بیان سے باہر اور ان میں بعض حضرات کے تقویٰ کا تو یہ عالم ہے کہ ہمہ قسم کے خرد و بزرگ گناہوں سے ان کا دامن پاک ہے۔

باردن رشید جیسے بامراد فرماں روا نے ایک ضعیفہ کے لیسر کو کچھ نقصان پہنچایا۔ ضعیفہ نے خلیفہ کے حضور میں حاضر ہو کر محبت کی لیکن جیب اس کا اثر مرتب نہ ہوا تو ضعیفہ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور اپنے سوختہ دل سے پروردگار کی بارگاہ میں فریاد کی۔

اجابت دعا کے دل ہلا دینے والے خوف سے خلیفہ کا قلب و جگر تھرانے لگا اور بادشاہ نے پیر زوال کو پیش بہا خلعت عطا فرما کر اُس کو شاد کیا۔

سنادی نے ندا دی کہ یہی امر عفو بہترین فعل و کامل ترین عمل ہے۔

عفو کا ہونا انہی سلاطین کی کسوٹی پر کسا جانا ہے اور علم و دہد باری کے دُشا ہوار انہی کی شفقت کے دریا میں پائے جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ عفو و حلم وہ صفات ہیں جن کا ظہور بہترین طریقے پر سلاطین ہی کے عمل و فعل سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس بلند پایہ مقام اور اس باعزت بارگاہ میں گرد و غبار کا نام نہیں ہے اور عفو تقصیر کی بارگاہ ہمیشہ صاف و شفاف رہتی ہے۔

چنانچہ سردارِ دو عالم شیخِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے صبیح فرمایا ہے کہ اذ تسمع تسمع
یعنی جب تم دوسروں کی فریاد سناؤ گے تو تمھاری دعا بھی سنی جائے گی۔

تیسرا مقام مرتبہ عدل و فضل ہے۔ یہ مقام خدا کے قیوم کے خوف کا
نتیجہ ہے جس کے ذریعے سے خود پروردگار نے اس طرح آشنافرمایا ہے و نہا
بالقسط اس المستقیم (صبیح و راست ترازو میں وزن کرو)

چنانچہ ننلا و مشائخ نے ہر حال میں عدل و انصاف کو شعار بنایا ہے اور ہمیشہ
فضل و بزرگی حاصل کرنے میں سعی و کوشش فرمائی ہے۔

اس مقدس گروہ نے ہر حال میں عدل کے آئینے میں ہر امر کا مشاہدہ کیا ہے۔
انسان کا فریضہ ہے کہ قبل و قال کی بحث سے چہرہ جمال کو غبار آلود نہ کرے اور
اپنے کمال میں کسی قسم کے نقصان کو گوارا نہ کرے۔

ان بزرگوں نے سلوک کے ہر مرتبے پر فائز ہو کر عدل و فضل کو اور زیادہ مستحکم کیا ہے۔
خلائق کو دینی نعمتوں سے غیغیاب کیا ہے اور خود دولت و دنیاوی کو اس
خدمت کے لئے قربان کیا ہے۔ عالم لطائف میں مشائخ کا یہ قول عالم لطائف میں
مشہور ہے کہ الشیخ یحییٰ و یحییٰ القلب و یحییٰ النفس (شیخ قلب کو
زندہ اور نفس کو مردہ کرتا ہے)۔

اسی طرح گروہِ سلاطین نے بھی اہل سلوک کی تاکید کی اور اپنے عہد حکومت میں
ہمیشہ عدل کو بلند اور فضل و بزرگی کے علم کو بالا کیا ہے۔

ان سلاطین کا ہمیشہ مقصد یہ رہا کہ کوئی مظلوم مضموم و درنجیدہ نہ رہے اور
زبردست اپنی قوت یا زہ کے غرور سے نیر دست کو آزار نہ پہنچائے۔

فرماں روا یا ان عالم نے اسی خیال کو مدنظر رکھ کر ہمیشہ بازگاہ عدل و فضل کو
آراستہ و برسر رکھا ہے۔

سلاطین عالم اپنے عدل سے مظلوم افراد کی داد خواہی فرماتے ہیں اور انوارِ فضل
سے مسکین و محتاج اشخاص کو سرفراز فرماتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شاہِ عزالدولہ کے ملازمین نے ایک ضعیفہ کی مادہ کاؤ کو بھرنج کر دیا۔
عزالدولہ نے ضعیفہ کے حق میں یہ انصاف کیا اور اس طرح اُس کو

سرفراز و شاد فرمایا ہے کہ بجائے ایک گائے کے اُس کو گیارہ جانور عطا فرمائے جس میں ایک گائے عدل و انصاف کا اور دس جانور فضل و کمال کا عطیہ تھے۔

سچ ہے کہ اس قسم کی طاعت سے گناہ ثواب ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ببذل اللہ سیئاتہم حسنات۔ عادل کو نین و برگزیدہ دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک ساعت کا عدل سات سال کی عبادت سے افضل و بہتر ہے۔

چوتھا مقام 'معائنہ و محاربہ' ہے۔ حکم پروردگار کی بجا آوری سے انسان اس مقام پر فیضیاب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اقتتلوا المشرکین حیث وجدتموہم (مشرکین کو قتل کرو جس طرح بھی تم اُن کو پائی) مقاتلہ ظاہری عمل ہے اور محاربہ باطنی فعل ہے۔ علما و مشائخ میدان مسجد میں عالم راز و نیاز یعنی نماز میں صفوف درست فرماتے ہیں اور دیگر اشخاص ایام کے عقب میں نماز کی نیت باندھتے ہیں۔

اس کی مثال قرآن کریم میں ان الناطلین بیان فرمائی گئی ہے والصفات صفا غرضکہ یہ مقدس گروہ نمازیں اربعیس مرد و دو نیزا پے نفس امارہ پر خدا کی عنایت دہرائی سے فتح حاصل کرتے ہیں اور خدا اُسے جیم و کریم کی رحمت کے غنائم سے مالا مال ہوتے ہیں۔

اس عطائے ربانی کا نشان قطعاً واضح ہے جیسا کہ خود پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ سامعوا الح المفضوۃ یعنی یہ حضرات مغفرت و رحمت کی طرف دوڑتے ہوئے جاتے ہیں۔

طالب اسرار و روحانی خواجہ عین القضاۃ ہمدانی نے تہذبات میں اس مقام پر موقیٰ پروئے ہیں اور فرمایا ہے کہ انبیاء علیہ السلام قبر میں نماز ادا کرتے ہیں۔ غرضکہ پیش رو ان امت اور اُن کے سچے معتقد گور کے پتہ خانے میں بھی راز کی طلب میں مقام نیاز پر استادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سلاطین عالم مقال کے وقت جلالت کے میدان اور شجاعت کے مقام پر بجا ہدین ملت کی صفیں آراستہ فرماتے ہیں۔

یہ طالب حق گروہ دشمن سے دست و گریبان ہو کر اس حالت مثال میں جان کو ہتیلی پر رکھتا اور اپنے کو خدا کے سپرد کر کے جہاد کے دریا میں غوطے کھاتا اور ہر غوطے میں بے حد لطیف و شریف جوہر و گوہر حاصل کرتا ہے۔ محبا ہد ان قلت خدا نے برتر کے رحم اور اُس کی عطا سے اول میدان کارزار میں مظفر و منصور ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد مال غنیمت جو خدا نے اُن کو عطا فرمایا ہے اپنے درمیان تقسیم فراتے ہیں۔

اس مقام کی بشارت بھی پروردگار عالم نے اپنے کلام میں دی ہے۔
محابد دایین و بہادر کونین و شہنشاہ علما و سلاطین صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جدال و قتال کو لطف و رحمت کے خلعت عطا فرمائے ہیں اور کرم و عطا کے شراب خانہ شفقت سے ترسیت و تعلیم کے ہوش ربا جام عطا فرمائے ہیں۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصیح ارشاد فرمایا ہے کہ الجنة تحت ظلال السیوف (جنت تلوار کے سائے میں ہے)۔

مقام پنجم، مرتبہ ایثار و افتخار ہے۔
پروردگار کے لطف و کرم سے مستفید و مال مال ہو کر انسان اس مرتبے کو اختیار کرتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون) (تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں اُس شے کو نہ صرف کرو جس کو تم عزیز و دوست رکھتے ہو)۔

علما و مشائخ اپنے غایت لطف و کرم سے دین و دنیا کی نعمتیں خلائق کو عطا فراتے ہیں۔

میخانہ وحدت سے جو شراب اُنس کہ ان حضرات کو عطا ہوئی ہے اُسی سے وحدت کا ایک جرعه ناکام محبت کو عطا فرما کر اُن کو بھی گوہر مقصود سے مال مال اور اُنس و محبت کے نشہ سے سرشار فرماتے ہیں اور اہل استغراق کو شراب محبت پلا کر اُن کو بھی حقیقت کا متوالا بناتے ہیں۔

ساتی وحدت جام اُن کے گرد و دش میں لاتا اور من جباء بالحسنۃ

فلہ عشر امثالہا کے دلفریب نفعی سے مسرت بنا دیتا ہے۔

مرصاد العباد میں مرقوم ہے کہ ایثار کے گوہر کی قدر و قیمت حد بیان سے باہر ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم اپنے ایام حکومت و دور معدلت میں تمام مخلوق پر بیشمار ایثار فرماتے ہیں۔ جو نقد و مال کہ ان کے حضور میں جمع ہوتا ہے اس سے کو طالبان و حاجتمندان دنیا کو عطا فرماتے اور اپنی مراد سے نامراد افراد کو شاد اور اہل استحقاق کو حق ضرورت سے مستفید فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ گوہر ایثار تاجداران عالم کے قبائے حکومت کا نگہ اور فرماں روا یاں عالم کا بلند ترین تمغہ امتیاز ہے۔ صاحب ایثار کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تاب قوسین میں صبح ارشاد فرمایا ہے کہ ادخال السما و ساری قلوب المؤمنین صدقة (سرور و راحت کو مؤمنین کے قلوب میں داخل کرنا ایک قسم کا صدقہ ہے)۔

مقام ششم مرتبہ عظمت و عیب ہے۔

یہ مقام بھی انسان کو خدا کی رحمت سے عطا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ان افراد کی جو تم پر حاکم ہوں)۔

اس مقام پر بے حد و لا انتہا موز و اسرار الہی ہیں جن کا اظہار نامناسب ہے جیسا کہ وار د ہے کہ کشف سما البو بویۃ کفر (دربیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے)۔ اگرچہ شائع کبار رضوان اللہ علیہم نے اور ظاہری کے ضمن میں امور بالظنی بھی بیان فرمائے ہیں تاکہ فریقین کی عظمت و ہیبت برقرار رہے۔

یہ حضرات امامت کے مرتبے پر فائز ہو کر سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں لیکن اصحاب اوسط اس خیال و ارشاد کو مد نظر رکھ کر خیر الامور اور اہم اعتبار کی روش کو ماتم سے نہیں جانے دیتے اور اپنے حسب حال ہر امر میں معتدال رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ حضرات فاتبعونی کے نشہ میں سرشار اور مجہبکم اللہ کے خلعت سے سرفراز و سر بلند ہیں۔ ان حضرات نے ہیبت و جلالت کے ساتھ

اس لئے سلوک اختیار کیا ہے کہ خلائق کو چشم زدن میں نعمت دینی سے سرفراز فرمائیں۔ اسی طرح سلاطین اہل دین ہمیشہ عظمت و جلالت کے ساتھ رہتے ہیں۔ شہر یار ان عالم کی عظمت و جلال کا نکتہ اہل جہاں کے شرف کا باعث ہے اور ان کے جاہ و جلال کا طرہ عالم و اہل عالم کے لئے سعادت کا ذریعہ و واسطہ ہے۔

دو گوہر جس میں ایک بھی قیمتی اور دوسرا کم قیمت ہے یعنی لطف و ہر ان کی بارگاہ کا شرف و بزرگی میں

بادشاہان عالم اپنی عظمت و جلالت کے مرتبے پر قائم و برقرار ہو کر کبھی تو قہر کی شراب تلخ لطف کے جام میں بھر کر دشمنوں کو عطا کرتے ہیں اور کبھی لطف کی خوش گوار شراب ہر کے ساغر میں بھر کر دوستوں کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔

جس وقت بادشاہوں کے قہر و غضب کا آفتاب درخشاں ہوتا ہے تو قہر لطف کے نقاب سے اپنے چہرے کو چھپا لیتا ہے اور جب فرمانروایان عالم کا قہر لطف و شفقت و مہربانی کے اُفتق مشرق پر نمودار ہوتا ہے تو آفتاب قہر باوجود جلالت غضب کے جلالت کے سائے میں پناہ لیتا ہے۔

اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فریقین کا پاؤں دائرہ ادب کے باہر نہ پڑے۔ یہ شہر یار ان عالم کی غیرت ہے جو ان کو غضب کے عالم میں بھی سروس احکام شرع سے تجاوز نہیں کرنے دیتی اور یہ اسی غیرت کا تقاضا ہے کہ سلاطین عالم لطف و مہربانی کی حالت میں سروسو بھی فروگزاشت نہیں کرتے۔ افضل موجودات و بہترین مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم نے محل لطف میں فرمایا کہ اسم اخوانی اور قہر کے موقع پر ارشاد ہوا کہ انا غیور و اللہ اغیور متی (میں غیر ترند ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ صاحب غیرت ہے)۔

مقام ہفتم ہوشیاری و بیداری ہے۔ یہ مقام عقل کی زیادتی اور فہم دل کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ یا بنی اسرائیل اذکرو نعمتی الی الغت علیکم (اے بنی اسرائیل اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی ہے)۔

یہ اس لئے کہ بے شمار اعدائے دیں گھات میں ہیں اور ہر وقت اس فکر میں ہیں کہ دین کی بنیاد پریش قیامت دولت کو چرائیں۔

ہر چہ اعدا ظاہری و باطنی ہر مملکت میں تیغ زنی و بیج کنی میں مشغول و مصروف ہیں جس طرح کہ علما و مشائخ خدا کے فضل و کرم سے احکام الہی کی بجا آوری میں ہر وقت بیدار و ہوشیار رہتے ہیں اور شبانہ روز ایک لمحہ بھی غافل و بیچارہ نہ رہ کر عامہ خلایق کو دین کی راہ بتاتے ہیں۔ اس مقدس گروہ نے غایت ہوشیاری کی وجہ سے شب بیداری اختیار فرمائی ہے اور روز روشن کے بے شمار نواد کو نظر انداز فرمایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مملکت دل و قالب آب و گل ان اعدائے اربعہ کے شر و فساد سے محفوظ و مامون رہیں۔

اس گروہ نے اپنی ہوشیاری و بیداری سے اس درجہ ترقی کی کہ کون و فساد کے تمام اسرار نہاں اُن پر منکشف ہو گئے۔

یہ قطعاً صحیح ہے کہ کسی برگ کما درخت سے جدا ہو کر زمین پر گرنا بھی ان حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے، اسی طرح شہر یا ران عالم کی بارگاہ تاثیر آسمانی و حکم یزدانی کی بنا پر دوست و دشمن سے خالی نہیں ہے جیسا کہ مصرع ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

چہ دشمنان مسودند و دوستان غیور

سلاطین عالم امور ملکی و معاملات مالی سے ایک دم بھی غافل نہیں رہتے۔

اگر ایک لحظہ بھی ارکان ملکی میں قلیل فساد و گزاشت ہو جاتی ہے تو

تاجداران عالم کے قلب پر بے انتہا اضطراب طاری ہوتا ہے۔

اور اگر ایک لمحہ بھی مالی معاملات میں ایک بشر بھی ضائع ہوتا ہے تو بادشاہوں کو ہیچ افسوس ہوتا ہے۔

تمام سلاطین دین پرور نے درگاہ کی بیداری اور بارگاہ کی ہوشیاری میں ہمیشہ سعی و کوشش کی ہے۔

یہ قول کہ مقام بیداری میں اپنے سے بدگمان رہنا علامت بیداری ہے، قطعاً صحیح و درست ہے۔

یہ معاملہ اس حد کو پہنچتا ہے اور سلاطین کی باخبری سے یہ نوبت ہوتی ہے کہ بادشاہوں کی مملکت میں اگر مور ضعیف بھی بساط وفا کے باہر پاؤں رکھتی ہے تو تاجداران عالم کی سطوت و ہیبت سے اسی دم جل کر فنا ہو جاتا ہے۔
چنانچہ ہوشیار ترین مخلوقات و بیدار ترین موجودات نے قطعاً صحیح فرمایا ہے کہ عجوبہ الصلوات قبل الموت (نماز کے لئے تعمیل کرو قبل اس کے کہ موت آئے)۔
مقام ہشتم، انتباہ و عبرت ہے۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کے خوف سے باخبر اور اُس کے جلال کی ہیبت و عظمت و کمال کی سطوت سے متاثر ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ندا فرماتا ہے کہ لمن الملك اليوم لله الواحد القهار
(آج کے دن سوا خدا کے جو واحد و قہار ہے کس کی حکومت ہے)۔

ظاہر ہے کہ ہر د و عالم کی مخلوق اور دین و دنیا کے موجود تمام و کمال اُسی خدا کے ہیں

علماء و مشائخ بجز روئے اندازہ خوف و بے نہایت ہراس کی وجہ سے گزشتہ موجودات کے افعال سے آگاہ فرماتے اور اعمال صالحہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں تاکہ اُن کے عمل کا جہاز اور اُن کی اُمید کی کشتی خوف ورجا کے سنگم پر جاری و ساری رہے۔

یہ مقولہ ہے کہ پروردگار کے لطف و کرم سے یہ مقام امتیاز حاصل ہوتا ہے قطعاً صحیح و درست ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم بھی دین مبین کی روشنی کے مطابق تخت جاہ و جلال پر متمسک ہو کر بھی عبرت کا تاج سر پر رکھتے ہیں اور ہمیشہ فکر مند نظر آتے ہیں۔

یہ باعزت گروہ میدانِ عبرت میں انتباہ کے مرکب پر سوار ہوتا اور غیرت کے پیل بند کو نصرت کے لئے بڑھاتا اور نفس کے فرزین کو شہرِ خِدا سے دور رکھتا ہے تاکہ ہوا ہوس کے حریف کو مات دے یا جُرد کا دعویٰ کرے۔

یاد رہے کہ اس مقام پر دائم و قائم رہنا ہے۔ اگر خدا نخواستہ اس خیال کے خلاف تصور کرتا ہے تو نعوذ باللہ جو ربیعہ الکوہِ راحت کے بعد رنج و غم آسانی کے بعد

(دشواری) میں مبتلا ہوتا ہے۔

صدر نشین سبط قوسین و نخجہ کو نین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ
السعيد من وعظ لغيب ولا يثني نيك بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت
حاصل کرے۔

مقامِ نہم فتح و نصرت ہے۔ یہ مقام عنایت پروردگار کی امداد و اعانت
سے ہمیشہ برسرِ ار رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انا فتحنا لك فتحا مبينا (تم کو ہم نے ظاہر و صاف
فتح عنایت کی)۔

پروردگار عالم کا یہ قول نصرت ظاہری و فتح باطنی ہر دو عالم کو شامل ہے۔
نصرت ظاہری عالم ملک میں حاصل ہوئی اور فتح باطنی کا دھکا عالم ملکوت
میں جس کو مملکتِ قلب کہتے ہیں بجا۔

علماء و مشائخ فتح دل حاصل کرنے اور اس حصارِ آب و گل کو قبضہ و تصرف
میں لانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

اس مقدس کردہ کام مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسرارِ الوہیت کے جوہر اور
افوارِ ربوبیت کے گوہر جوتن کے خزانے اور بدن کے سفینے میں جو بدتوں میں حاصل
کریں اور ان کا پائے تخت اُس بلند مرتبے پر فائز ہو جہاں سے یہ حضرات اہل استحقاق
و طالبانِ اسرار کو اس عطیے سے فیضیاب و سرفراز فرمائیں اور اس خوش گوار
ذائقے کا مزہ تشنگانِ طلب کو چکھائیں۔

یہ حضرات اگر سو بار اپنی دوا و دوش میں ناکام رہتے ہیں تو ہزار بار مردانہ وار
کوشش کرتے اور رحم و کرم کے امیدوار ہوتے ہیں۔

یہ مقولہ کہ اس گروہ نے خود نہ کھایا بلکہ کھلایا اور خود نہ پہنا بلکہ اغیار کو
پہنایا قطعاً صحیح و درست ہے۔

اسی طرح سلاطین دورِ اندیش قلعہ کشائی و مملکت کشائی کے حریص
ہوتے ہیں۔

فریدِ دل ملکِ عجم کی حکومت پر قانع نہ تھا بلکہ دیگر ممالک و حصار کی

فتح کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہا۔

فراں روایان عالم اس طرح کا جام شراب ہمیشہ نوش فرماتے اور ہمیشہ اس کام میں جان و دل سے کوشش فرماتے ہیں۔

اگر سو بار ناامید ہوتے ہیں تو ہزار امید کا دامن ہاتھ میں لے کر سہی فرماتے ہیں۔
اگر کوئی قلیلۃ کے درخت لطف و کرم سے مہارہیت و رحمت اذہمیت کا خوش ذائقہ ثمر حاصل کرتے ہیں۔

اگر خدا کی عنایت و پروردگار کے لطف و کرم سے یہ گروہ مقام بلند و محل دل پسند پر فائز ہوتے ہیں تو بے شمار خیریں اور لطف جواہر ان کے قبضے میں آتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خلق خدا کو عظیم الشان عطائیں حاصل ہوتی ہیں اور تمام عالم بجائے ایک صحرائے بے گیاء کے سرسبز باغ بن جاتا ہے۔

ان کے دوست شاد اور دشمن پشیمان ہوتے ہیں۔
یہ مقولہ کہ (دوست کو بقا و بالیدگی اور دشمن کو فنا و کامیدگی) قطعاً درست و صحیح نظر آتا ہے۔

اسرار ربوبیت کے قائم اور مملکت الوہیت کے حاکم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر صحیح خبر دی ہے۔

مقام دہم کیا ست و فراست ہے حق یہ ہے کہ یہی مقام اصل مقصود و مطلوب ہے۔

علم لدنی کے مکتوبات اور عالم حقیقت کے رموز کا نتیجہ فراست و کیا ست ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ و ما الوتیت من العلم الا قایلا (اور نہیں دیا میں نے تم کو علم مگر قایل)۔

مقام کیا ست کے فراں روا نے معلم ازلی سے اسم اعظم کی تعلیم حاصل کی اور ارشاد فرمایا کہ علنی ماہی مجھ کو میرے رب نے حقائق کی تعلیم دی۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مرد کی فراست اور ہر شخص کی کیا ست اس کی خرد و عقل کے مطابق ہے۔

علماء و مشائخ نے جس مقام پر کہ قدم رکھا ہے وہیں پر دین میں رموز کیا ست کا

شریبت ہردہن میں ڈالا ہے اور ہر اس مشرب میں جہاں کہ کیا ست بدنی پائی گئی اسی مقام پر دقائق کنایہ کی جان تن میں بھی پیدا فرمائی۔

یہ مقولہ کلاس گروہ کے اشارات کیا ست اور اس فرقے کے رموز بشارت بہار عام کی مانند ہیں (قطعاً صمیم و درست ہے۔

علماء کے رموز کی غرض سوا ان کے اغیار کو معلوم نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ والواستخون فی العلم۔ اسی طرح سلاطین دین بھی رموز کیا ست کے حقائق اور اسرار فرست کے دقائق کنایات و اشارات میں بیان فرمائے ہیں۔ اور اسی حقیقت کے شریبت کا ایک جرعہ ہمیشہ پیٹے اور پلاتے ہیں۔

ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گروہ خاص بلاء اخلاص کو بھی اس شریبت کا ایک جرعہ نصیب ہو اور اس کلام کی شراب کا خوار اور اس کے جہام کی قوت کا مان حقیقت کے قلب و دماغ میں ہمیشہ باقی رہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خم خانہ اسرار کے صدر تھے فرمایا ہے کہ ما صلب اللہ فی صدری شیئاً الا وصیئہ فی صدری (جو صلب اللہ فی صدری نہیں ڈالا خدا نے میرے سینے میں کوئی شے نہیں ڈالی کہ اس کو ابوبکر کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو)۔

یاد جو اس کے شہر یا ران عالم کے وہ دقیق رموز جو الفاظ قلیل کے جامے میں کنیز معنی رکھتے ہیں خود بھی گروہ فرماں روا یوں کو جانتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت فیروز شاہ نے اپنی فراست و کیا ست سے چالیس سال ملک دہلی پر حکومت کی

بادشاہ نے دقائق کی ایسی عمدہ تربیت کی کہ اس مدت میں ملک میں ایک ہری شاخ نے بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔

اب مولف حضرت فیروز شاہ کے مناقب معرض تحریر میں لاتا ہے۔

فیروز شاہ کے مناقب کا ذکر

سلطان الاعظم حضرت فیروز شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے جو ختم تاجداران

و قائم فرماں رویاں و قافلہ سالار خسروان و خطیب دوران امان و امان دوران
و شرف سلطنت و سعادت مملکت و روشن کنندہ شریعت و نور طریقت تھے۔
تین سو چوبیس ماہ محرم ۷۵۰ھ کو تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔

بادشاہ نے پینتالیس سال کے سن میں تخت حکومت پر قدم رکھا اور
اڑتیس سال اٹھ ماہ حکومت کی۔

بندہ ضعیف شمس سراج عفیف عرض کرتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ کارنگ
سفید تھا اور بادشاہ بلند بینی و کشیدہ محاسن تھے۔

بادشاہ نہ بیحد دراز تھے اور نہ کوتاہ اور فیروز شاہ کا جسم سر پہی ولاغری میں
معتدل تھا۔

فیروز مال روایہ میثقیق و مہربان بادشاہ تھا۔

بادشاہ بید علیہم و بیدار تھا اور اس کا خلق حد درجہ کو بڑھا ہوا تھا۔

فیروز شاہ اگرچہ فرماں روا تھا لیکن درحقیقت اپنے علم و تفوق کے اعتبار
سے اولیاء و علما کے گردہ میں داخل تھا۔ بادشاہ بید لشکر نواز و رعیت پرور تھا
اور خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید و فیضیاب تھا۔

بادشاہ کا علم مشہور ہے اگر حال میں کسی شخص سے سو خیانت بھی ظہور میں آتی
تو کسی شخص کو زبان سے بھی آزار نہ پہنچاتا تھا بلکہ بادشاہ رحم و کرم سے شاد فرماتا۔

سلطان فیروز شاہ نے کو شک نزول میں جو شہر فیروز آباد کے روبرو
واقع ہے سلاطین سلف کے دستور قلمبند کرائے اور اس مقام پر یہ تحریر کرایا کہ
قدیم فرماں رویاں عالم نے اس شعر پر حکمرانی کی بنا رکھی اور اسی شعر کو اپنا
ہادی و مقتدی بنایا کہ:-

مناک را اگر قہرا بخوانی تیغ را بقیہ را بیداشت

اس کے بعد فیروز شاہ نے اپنے احوال قلمبند کرائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگرچہ سلاطین سلف نے اس شعر کو اپنا دستور العمل بنایا
لیکن خطرہ ان کے قلب میں نہ گزرا کہ ملک پروردگار عالم کی عنایت سے
قائم ہو رہا رہتا ہے۔

ان سلاطین نے یہ نہ خیال کیا کہ بیچاری ماں بچہ تکلیف کے ساتھ بچے کو پیدا کرتی ہے اور نو ماہ محنت و مشقت سے محل کا زمانہ بسر کرتی ہے۔
 ڈھائی سال آغوش میں لے کر دودھ پلاتی ہے اور ولادت کی تمام تکالیف کو برداشت کرتی ہے۔

ایسی حالت میں یہ ہرگز زیبا نہیں ہے کہ کسی جاندار انسان کو بے جان کر دیا جائے۔

سلطان فیروز شاہ نے اس موقع پر اپنے حالات اختیار سے مطلق کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اس شعر کو اپنا دستور العمل قرار دیا ہے۔

تنگ کن کہ چول باد مہر سنج برال طفل خود چند برداشت بچ
 نیلنام فرماں روا سلطان فیروز شاہ نے نثر میں اپنا دستور العمل ان الفاظ میں قلمبند فرمایا کہ (چونکہ میں نے اس شعر کو اپنا شعار بنایا ہے اور تمام حاجتمندوں کی ضرورت انصاف و مصلحت کے ساتھ پوری کرتا ہوں۔ اسی لئے پروردگار عالم نے بغیر شمشیر زنی کے اس قدر میرا رعب و خوف قلوب میں پیدا کر دیا کہ تمام خاص و عام نے میری اطاعت قبول کر لی اور میری جانب اور میرے گرد جمع ہو گئے)۔

سبحان اللہ حضرت فیروز شاہ ختم تاجدارانِ دہلی تھا۔

بادشاہ کی ذات اس درجہ امن و دوران تھی کہ اس کے چہل سالہ دور حکومت میں لشکر مغل نے اب سندھ کے ساحل سے دہلی کی طرف رخ نہ کیا بلکہ اس تمام مدت میں بادشاہ کے عظیم الشان غلّی اور اُس کی بیشمار زر پاشی و رعیت نوازی سے باوجود قدرت و طاقت کسی زبردست کو یارا نہ ہوا کہ زبردست کو انگشت مخالفت سے آزار پہنچا سکے۔

ایک بزرگ شیخ واصل نے سلطان فیروز کے عہد میں مؤرخ کتاب سے بیان کیا کہ ایک روز میں صبح کے وقت دریائے جمنہ کے ساحل پر وضو کر رہا تھا۔ ایک دوسرے بزرگ نے جو اُسی مقام پر وضو کر رہے تھے مجھ سے کہا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ اس محل میں کون مقیم ہے۔

اس قصر کا مالک سلطان فیروز شاہ ہے جس کے قدموں کے نیچے تمام عالم کی بلا پامال ہے۔

جس روز کہ یہ بادشاہ دُنیا سے رحلت فرمائے گا اُس روز اس کی قدر کا اہل عالم کو اندازہ ہو گا۔

غرض کہ اس واقعے کے چند سال بعد خدا کی تقدیر اور اُس کی مشیت و حکمت کے تقاضے سے خوش خصال بادشاہ یعنی سلطان فیروز شاہ نے رحلت فرمائی۔

بادشاہ کے دُنیا سے رخصت ہونے سے دار الملک دہلی زیر و زبر ہوا بلکہ مظلوموں کی غارتگری سے تباہ و تاراج ہو گیا۔ اس کے علاوہ جس سال بادشاہ نے وفات پائی اُس سال حجاج کا قافلہ زیارت حرمین سے محروم رہا جس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ تمام عام و خاص حجاج نے بھی روایت کی کہ امیر مکتہ مبارکہ کے پسر کو اُس کے بھائیوں نے قتل کیا جس کی وجہ سے سکے میں فتنہ و فساد پرا ہوا اور تمام قافلے حجاج کے جوہر چہار جانب سے حج کے لئے آئے تھے اس سعادت سے محروم رہے۔

مشہور ہے کہ جب کوئی عالم دُنیا سے رحلت کرتا ہے تو دین میں رخصت پیدا ہو جاتا ہے۔

اس مقولے کی بنا پر جب سلطان فیروز شاہ نے جو اولیاء اللہ میں داخل تھا رحلت فرمائی اور بادشاہ دیندار نے جو چالیس سال کامل مخلوق کا محافظ و نگہبان تھا وفات پائی تو اُس کی رحلت کے بعد مملکت دہلی میں ابتری پیدا ہوئی۔

خلقت خدا نے آوارگی اختیار کی اور تمام نظام حکومت درہم و برہم کر دیا اور اگر خدا کا حکم ہے تو قیام قیامت تک یہ رخنہ سدود نہ ہو گا۔

میرے مرشد کے پیر حضرت خواجہ قطب الدین منور نے بارہا اس بارے میں فرمایا ہے کہ سلطان فیروز شاہ نہ وہ مشائخ طریقت میں داخل ہے جو تاج شاہی سر پر رکھ کر تخت حکومت پر بیٹھتا ہے۔

سلطان فیروز کی فتح مندی کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ جس طرف رخ کرتا

بغیر تیغ زنی کے اُس کو فتح حاصل ہوتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد حکومت کے اسن و اماں کا یہ عالم تھا کہ اسلحہ جنگ قطعاً بیکار ہو گئے تھے اور جنگ کا نام مخلوق کے قلوب سے فراموش ہو گیا تھا۔

اسلحہ نہ صرف بیکار بلکہ بے قدر و قیمت ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں جس شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم ہوا تو اس کے حق میں عدل و انصاف بھی ایسا کیا گیا کہ ظلم کی کافی تلافی ہو گئی۔

بادشاہ کو یہ معلوم تھا کہ پیشہ ظلم بہترین فسادیں دنیا کی فحلت میں ہے۔ اگر بادشاہ اپنے عہد مہدلت میں شیوہ عدل اختیار کرتا تو کسی فساد پر کو یہ طاقت نصیب نہ ہوتی کہ عدل کو برداشت کر سکتا۔ سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے چالیس سال خلقت خدا پر حکومت کی۔

ظاہر ہے کہ ظلم و بردباری کی ہر مذہب میں تعریف مرقوم ہے اور یہ شیوہ ہر دین میں محمود خیال کیا جاتا ہے خصوصاً مذہب اسلام میں اور خاص کر بادشاہان زمانہ کے حق میں جو خدا اور رسول کے بعد قابل اتباع و اطاعت ہیں۔ پروردگار عالم نے قرآن پاک میں اپنے حبیب سے کہ سورج یوسف کو احسن القصص بیان فرمایا ہے، غور کا مقام ہے کہ اس قصہ میں وہ کون صفت مرقوم ہے جو احسن کہلائی جاسکتی ہے۔

اس قصہ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت پر بیحد مظالم کئے۔

حضرت یوسف کو برادران ظالم نے والد ماجد سے جدا کیا اور آپ کو ایک تاریک کنویں میں گرایا۔

حضرت کو چند درم کے عوض میں فروخت کیا۔

ان مظالم کی وجہ سے حضرت نے بے انتہا تکلیف برداشت کی اور ہر قسم کے رنج و مصائب سے حضرت کو مقابلہ کرنا پڑا جیسا کہ کتب تفاسیر میں مرقوم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ان شدائد و مصائب کے بعد مصر شریف لائے

اور فرماں روا ہوئے۔

حضرت کے برادران نامہربان قحط و گرانی غلہ کی وجہ سے ملک کنعان سے مصر آئے اور جناب یوسف نے بجد قیل و قال کے بعد اپنی نیکی و خیر سے برادران نامہربان کو آگاہ کیا۔

حضرت یوسف نے بھائیوں سے کہا کہ اے برادران نامہربان مجھ سے کسی قسم کا خوف و خطر نہ کرو اور اپنے دل میں بدگمان نہ ہو۔

جو تکالیف کہ تمہارے ماتھے سے مجھ کو پہنچیں اور جو معاملات کہ میرے اور تمہارے درمیان پیش آئے وہ تمام تر مقدرات الہی تھے جن کا ظہور ناگزیر تھا۔ جس قدر بھائیں کہ تم نے مجھ پر کہیں اور جو تکالیف کہ تم سے مجھ کو پہنچیں نے تمام و کمال معاف کیا اور گناہ کو بخش دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام اُن گناہوں کا انتقام لیتے تو بھی اُن کا یہ فعل خوب و احسن ہوتا، لیکن چونکہ حضرت نے جفا کے برادران سے چشم پوشی فرمائی اور حلم و بردباری سے بھائیوں کے تمام گناہ معاف فرما دیے۔ حضرت کا یہ فعل احسن قرار پایا اور خداوند کریم نے اپنے حبیب کو مطالب کر کے فرمایا کہ نحن نقص علیک احسن القصص (ہم تم سے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں)۔ غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد معدلت میں اپنی غیہ معمولی فہم و فراست سے ہمیشہ حلم و بردباری سے کام لیا۔

اس بادشاہ کے دور حکومت میں اگر کوئی شخص سو گناہ کا مرتکب ہوتا اور اُس مجرم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے اور یہ شخص ترسان و لرزاں فیروز شاہ کے رو برو آتا تو بادشاہ مجرم پر نظر ڈالتے ہی اُس سے نہایت نرمی سے گفتگو کرتا۔

بادشاہ اُس شخص کے جرم کو معاف کرتا بلکہ اگر سو جرم بھی اُس شخص سے صادر ہوئے ہوتے تو بھی اُس کے گناہ کو بخش دیتا اور کسی قسم کی باز پرس نہ کرتا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہوں کی جناب میں گناہ کبیرہ سے مراد جرم مالی ہے یا جانی۔

مالی جرم سے یہ مراد ہے کہ سرکاری عہدہ دار بلا کسی حبس ضرورت کے

بیت المال کی رقم تلف کرے اور جانی گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص غدار انگیزی کر کے فتنہ و فساد برپا کرے۔

بادشاہ دیندار یعنی حضرت فیروز شاہ اس قسم کے گناہوں کو معاف کر دیتے تھے۔

اگر بادشاہ کسی شخص کو سزا دیتا تو صرف اس کو مل سلام میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔

جب یہ شخص چند روز سواری کے وقت نمودار ہوتا اور سبیل مدت کے بعد بادشاہ بید شغفتہ و مہربانی و محبت و شرم حضور سے مثل پیشوایان و درجہان کے اس شخص سے مخاطب ہو کر اور اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا۔

بادشاہ صرف دو قسم کے گناہوں کے معاف کرنے سے باز رہتا تھا، ایک چوری و سرقت اور دوم قتل و ہلاک کرنا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان گناہوں کے معاف کرنے میں دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں اس لئے بادشاہ ان دونوں مجرموں کو سزا دیتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عجب کام اور حیرت انگیز اسرار ہے جس کو بیان کرنا مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔

قدیم سلاطین نے معاملات حکومت و امور جہانداری میں حلم و بردباری سے زیادہ کام نہیں لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست ملکی میں حلم و بردباری سے نقصان پہنچتا ہے۔

مگر باوجود اس کے چونکہ سلطان فیروز شاہ کا قلب خالص نیت صادق تھی اور اس کو خداوند کریم پر کامل تکیہ تھا اور نیز یہ کہ بادشاہ کا حلم دیا و نفاق و نام و نمود پر مبنی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو اس کے شیوہ حلم کے باوجود چالیس سال کامل کامیاب و بامراد رکھا۔

بادشاہ کی نینک نیتی کے یہ برکات تھے کہ اگر کوئی شخص حسد کی وجہ سے بادشاہ سے مخالفت کرتا تو خداوند کریم ایسے شخص کو تباہ و مجبور کر کے سلطان فیروز شاہ کی بارگاہ میں پہنچا دیتا۔

بادشاہ باوجود مجرم کے شدید جرائم اور اپنی قوت انتقام کے اُس شخص کے گناہ کو معاف فرمادیتا تھا اگر بادشاہ کسی مجرم کو نظر بند کرنا چاہتا تو اُس مجرم کے روبرو ہرگز یہ الفاظ زباں پر نہ لاتا کہ اس کو قید کرو۔ یہ شخص بادشاہ کے حضور سے واپس لایا جاتا اور فیروز شاہ اس کے موٹلوں سے استارے میں کہتا کہ مجرم کو نظر بند کرو۔ سرکاری پیاہوں سے بھی بادشاہ یہ الفاظ صریح مجرم کے قید کرنے کا حکم نہ دیتا تھا۔

ہر چند کہ مورخ نے بادشاہ کے پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف اوصاف کا ذکر کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ مورخ عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ جو کچھ کہ مورخ نے لکھا ہے، بمنزائے ایک قطرے کے ہے جو دریا سے لیا گیا ہے۔

اگرچہ غرض کلام خطیب مینروں پر سلطان جلال الدین کے حلم و کرم کے قصائد پڑھتے اور خلجی فرماں روا کی تعریف و توصیف کی نغمہ سراہی کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ صفتِ حلم کو صرف سلطان فیروز شاہ نے کمال کو پہنچایا ہے۔

سلطان فیروز شاہ جلوس سے پیشتر چار نامور واصل حق بزرگان دین کی زبان مبارک سے فرماں روا کی کاغذہ شمس چکا تھا۔ اول حضرت شیخ الاسلام شیخ علاء الدین نمبرہ حضرت بندگی شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو چلوست و فرماں روا کی بشارت دی۔

اگرچہ مورخ ضعیف شمس سراج عقیف اس بشارت کا حال سلطان غیاث الدین تغلق کے ذکر مناقب میں تفصیل سے بیان کر چکا ہے لیکن باوجود اس کے کہ ایک ہی واقعے کی تکرار ناگوار گزرتی ہے اس مقام پر کنایتہ اس کا ذکر کرتا ہے۔

جس زمانے میں کہ سلطان غیاث الدین تغلق دیبال پور کا جاگیہ دار تھا بادشاہ مذکور حضرت شیخ علاء الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان تغلق کے ہمراہ سلطان محمد تغلق و سلطان فیروز شاہ تغلق جو اس زمانے میں کم سن تھے حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوئے

شیخ علیہ الرحمۃ کے روبرو جامہ کرپاس بغیر سلا ہوا رکھا تھا۔
حضرت نے ساڑھے چار گز کپڑا سلطان غیاث الدین کو عطا فرما کر حکم دیا کہ
سر پر باندھ لیں۔

اس کے بعد تائیس گز کپڑا سلطان محمد کو اور چالیس گز کپڑا سلطان فیروز شاہ کو
مرحمت فرما کر مکم دیا کہ سر پہن لیں۔

یہ ہر سہ اشخاص حضرت سے رخصت ہو کر باہر آئے اور شیخ علیہ الرحمۃ نے
فرمایا کہ یہ ہر سہ افراد صاحب تخت و تاج ہوں گے۔

آخر کار حضرت کے آثار انفاس کی برکت سے وہی ہوا جو حضرت نے ارشاد
فرمایا تھا۔

چونکہ حضرت شیخ نے باقی کپڑا سلطان فیروز شاہ کو عطا فرمایا بادشاہ مذکور
ختم تاجداران دہلی ہوا اُس کی وفات کے بعد شہر دہلی تباہ و تاراج ہوا۔

دوم بشارت بادشاہ کو حضرت شیخ شرف الدین یانی تہی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔
سلطان غیاث الدین و سلطان محمد و سلطان فیروز شاہ ہر سہ فرماں روا
حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت قلندر صاحب نے خادموں کو
حکم دیا کہ ہر سہ مہمانوں کو طعام کریں۔

خدا نے طعام ایک کاسے میں رکھ کر مہمانوں کے روبرو رکھا تاکہ غذا
تناول کریں اور حضرت قلندر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تین فرماں روا ایک ہی
کاسے میں طعام تناول کر رہے ہیں۔

بار سوم حضرت شیخ نظام الدین محبوب الہی نے بشارت دی جس کی تفصیل
یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ اپنی خرد سالی کے زمانے میں حضرت شیخ کی زیارت
کے لئے غیاث پور حاضر ہوا۔

حضرت شیخ کو فیروز شاہ کا نیاز و خدمت بید پسند آئی اور فیروز شاہ سے
نام دریافت کیا۔

سلطان فیروز نے عرض کیا کہ بندے کو کمال الدین کہتے ہیں۔
حضرت شیخ نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ عمر بہ کمال و دولت بہ کمال و نعمت بہ کمال۔

سلطان فیروز شاہ نے چوتھی بشارت حضرت شیخ نصیر الدین محمود کی زبان مبارک سے سنی۔

سلطان محمد تغلق بغاوت انگیز گروہ کے تعاقب میں ٹھٹھہ روانہ ہوا۔ سلطان امجد حضرت چراغ دہلی کو بھی ہمراہ لے گیا۔

سلطان محمد نے ٹھٹھہ میں وفات پائی اور سلطان فیروز شاہ فرماں روا ہوا۔ حضرت شیخ نصیر الدین نے سلطان فیروز شاہ کو پیغام دیا کہ تم وعدہ کرو کہ اپنے مخلوق سے مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کرو گے ورنہ ان بکیں بندگان خدا کے لئے اللہ تعالیٰ سے دوسرا فرماں روا طلب کیا جائے۔

سلطان فیروز نے جواب دیا کہ میں خلقت خدا کے ساتھ حلم و بردباری کروں گا اور اتفاق و محبت سے ان چسکراں رہوں گا۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ اگر تم خلق خدا کے ساتھ خلق و مروت کرو گے تو ہم نے بھی تمہارے لئے خدا سے حکومت طلب کر لی۔

آخر کار وہی ہوا جو حضرت شیخ نے فرمایا تھا اور بادشاہ نے چالیس سال حکومت کی۔

اس کے علاوہ بعض روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ حضرت شیخ نے بادشاہ کے لئے انتالیس غرمے بطور تحفہ روانہ کئے تھے جو بشارت پر بشارت خیال کی جاتی ہے۔

فیروز شاہ کے ابتدائی حالات

اگرچہ اس سے پیشتر مولانا ضیاء الدین برنی نے ایک کتاب سلاطین دہلی کے حالات میں لکھ کر تصنیف کو تاریخ فیروز شاہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مورخ برنی نے سلطان خیاث الدین بلبن کے حالات سے ابتدا کر کے سلطان فیروز شاہ کے ابتدائی شش سالہ واقعات پر کتاب کو ختم کیا ہے۔

مورخ برنی نے دیا باچے میں جہاں کہ سلطان فیروز شاہ کا ذکر کیا ہے

ایک سو ایک مقدمات ترتیب دئے ہیں اور تاریخ جلوس سے سال ششم جلوس تک گیارہ مقدمات تحریر کئے ہیں۔

ضیا نے برنی نے بقیہ نوہ مقدمات کی بابت مذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر حیات نے وفا کی تو دیگر نوہ مقدمات بھی میں ہی لکھوں گا ورنہ میرے بعد جس شخص کو خدا توفیق عطا فرمائے گا وہ اس کا رخسار کو انجام دے گا۔

چونکہ مولانا برنی کی تقدیر میں تکمیل مقدر نہ تھی صرف گیارہ مقدمات معرض تحریر میں آ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بندہ ضعیف سراج عقیف کو توفیق عطا فرمائی اور خاکسار مولف نے اس کام کو شروع کر کے بقیہ نوہ مقدمات کو اپنی تالیف میں درج کیا۔

سلطان فیروز شاہ کی ولادت و تخت نشینی و وفات کے مکمل حالات میں جس شخص کو ابتدائی گیارہ مقدمات سے واقفیت حاصل کرنا مقصود ہو وہ وہ مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی کا مطالعہ کرے۔

خداوند اور توفیق بکشا نظامی رازہ تحقیق بنما

دلے دہ کو حقیقت را شناسد زباں دہ کا فرید و راسرید

مولف اب ان نوہ مقدمات کی فہرست ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔

واضح ہو کہ نوہ مقدمہ جات پانچ اقسام میں تقسیم ہیں اور ہر قسم میں بارہ دگر اٹھارہ ذیلی مقدمات ہیں۔

قسم اول :- ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

اول مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت - مقدمہ دوم

فیروز شاہ کا سلطان تغلق و سلطان محمد سے مراسم تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا مقدمہ سوم

فیروز شاہ کا جلوس رچوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا مغلوں سے جنگ کرنا - پانچواں مقدمہ

خواجہ ایاز کا اپنی غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد تغلق کا پیسر سلیم کرنا - چھٹا مقدمہ

خواجہ ایاز کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خیر ہونا - ساتواں مقدمہ فیروز شاہ کا

دہلی سے تھمہ روانہ ہونا آٹھواں مقدمہ قوام الملک بینی خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی

خدمت میں حاضر ہونا۔ نوال مقدمہ خواجہ جہاں کا سلطان فیروز شاہ سے مل جانا۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی خواجہ جہاں کی بابت رائے گیا رھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا ہانسی پنپنا۔ بارھواں مقدمہ شیخ قطب الدین موثر اور شیخ نصیر الدین محمود کا ہانسی میں فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔ تیرھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا چودھواں مقدمہ فیروز شاہ کا اہل دہلی پر نوازش کرنا اور رقم بقیہ کو معاف کرنا۔ پندرھواں مقدمہ بادشاہ کا جدید قواعد نافذ کرنا۔ سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی رعیت پروری کی داستان تیرھواں مقدمہ خسرو ملاک و خداوند زادہ دختر سلطان تغلق کا فیروز شاہ سے غدر کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جمعہ وعیدین کی نماز کے خطبوں میں سلاطین گزشتہ کے نام شریک کرنا اور سلاطین اقبل کے سکوں کا بیان۔

قسم دوم۔ دوبارہم لکھنؤتی پر جانا اور جاج نگر و نگر کوٹ کی روانگی۔ اٹھارہ مقدمات

مقدمہ اول۔ سلطان فیروز شاہ کا بار اول لکھنؤتی روانہ ہونا۔ دوسرے مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا لکھنؤتی وارد ہونا تیسرے مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا شمس الدین سے جنگ کرنا اور پچاس ہاتھیوں کا ہاتھ آنا اور ایک لاکھ اسی ہزار اہل بنگالہ کا قتل ہونا۔ چوتھا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا۔ پانچواں مقدمہ شہر حصار فیروز کی بنا چھٹا مقدمہ الماک کا مستحکم ہونا ساتواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا ہانسی میں موثر کے ملاک سے ملاقات کرنا۔ آٹھواں مقدمہ ساحل جہنا پر شہر فیروز آباد کی بنا۔ نوال مقدمہ طغرناں کا فریادرسی کے لئے حاضر ہونا۔ دسواں مقدمہ سلطان فیروز کا بار دوم لکھنؤتی روانہ ہونا۔ گیا رھواں مقدمہ سلطان سکندر کا حصار بند ہونا۔ بارھواں مقدمہ سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔ تیرھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جوہنور سے جاج نگر روانہ ہونا چودھواں مقدمہ بادشاہ کا ہاتھیوں کا شکار کرنا اور راجہ جاج نگر کا اطاعت قبول کرنا پندرھواں مقدمہ فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ صعب میں جا پڑنا۔ سولھواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا۔ سترھواں مقدمہ فیروز شاہ کی رعایا کی خوشی و مسرت۔ اٹھارھواں مقدمہ

تلقہ نگر کوٹ کی فتح کا بیان۔

قسم سوم۔ ہم ٹھٹھہ کا بیان اور بادشاہ کا بانجھ اور جام کو اپنے ہمراہ لانا

اور طاس گھڑیاں کا وضع کرنا۔ اٹھارہ مقدمات

اول مقدمہ۔ فیروز شاہ کا خان جہاں سے ہم ٹھٹھہ کی بابت اتفاق کرنا۔
دوسرے مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھہ کی سمت روانہ ہونا تیسرے مقدمہ فیروز شاہ کا
ٹھٹھہ وارد ہونا۔ چوتھے مقدمہ لشکر دہلی کا ٹھٹھہ کے باشندوں سے جنگ کرنا۔
پانچواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے دستکش ہو کر جل نگر روانہ کرنا چھٹے مقدمہ
لشکر فیروز شاہ کا کوئچی رن میں پہنچنا۔ ساتواں مقدمہ بادشاہ کے لشکر کا کوئچی رن میں
گریہ و زاری کرنا۔ آٹھواں مقدمہ فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا۔ نواں مقدمہ خان جہاں کا
گجرات میں ہیجہ ساز و سامان فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کرنا۔ دسواں مقدمہ
فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے گجرات روانہ ہونا۔ گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ میں وارد
ہونا اور اہل لشکر کی خوش حالی۔ بارھواں مقدمہ عماد الملک اور طفی خاں کا
دریا کے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ سے جنگ کرنا تیرھواں مقدمہ عماد الملک کا
طلب حشم میں دہلی وارد ہونا۔ چودھواں مقدمہ اہل ٹھٹھہ سے صلح کا آغاز۔
پندرھواں مقدمہ۔ بانجھ کا فیروز شاہ کی بازگاہ میں حاضر ہونا۔ سولھواں مقدمہ
سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا۔ تیرھواں مقدمہ خان جہاں کا بادشاہ کے
استقبال میں دیپال پور تک سفر کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ ہم ٹھٹھہ سے واپس آکر
طاس گھڑیاں کا وضع کرنا۔

قسم چہارم۔ سلطان فیروز شاہ کا مہمات بزرگ سے دستکش

ہو کر مملکت کی اصلاح میں مشغول ہونا۔ اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا مہمات ملکی سے باز رہنا۔ دوسرے مقدمہ

بادشاہ کا تمام بندگان درگاہ کے لئے اہتمام و انتظام کرنا تیسرا مقدمہ غلیفہ بغداد کا جامہ و خلعت فیروز شاہ کے لئے آتا۔ چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا محفل بارہ میں جلوس کرنا۔ پانچواں مقدمہ عہد فیروز شاہی کے ملوک کی خوشی و مسرت۔ چھٹا مقدمہ فراخی سال و نعمت کا بیان۔ ساتواں مقدمہ احوال حشم کی شرح و تفصیل۔ آٹھواں مقدمہ پسر عماد الملک کے احباب کا سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں کیفیت بیان کرنا اور بادشاہ سے جواب با صواب حاصل کرنا۔ نواں مقدمہ سنگین مناروں کے بنا کر نے کی کیفیت۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی صیہ انگلی کے حالات۔ گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کی بنا کردہ مختلف عمارات کا ذکر۔ بارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا بیکاروں کے گروہ کو طلب کرنا۔ تیرھواں مقدمہ کارخانہ جات فیروز شاہی کے اسباب کا ذکر۔ چودھواں مقدمہ سکہ شمش کا پی کی تفصیل۔ پندرھواں مقدمہ خیرات خانہ و شفا خانہ کی بنا کے حالات۔ سولھواں مقدمہ جشن شاہی کی تفصیل و بیان۔ سترھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا کوہنہ نما زجمعہ اپنے حضور میں پیش طلب کرنا اور اٹھارھواں مقدمہ موتہائے جدید کے بیان میں۔

قسم پنجم سلطان فیروز شاہ کی محلاتی کا ذکر۔ شاہزادہ فتح خاں کی وفات

بعض خانان و ملوک کی عظمت و برزگی کا بیان جو آخر عہد میں تھے

اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی محلاتی کے بیان میں۔ دوسرا مقدمہ نامشروع مراسم کو دور کرنے کے بیان میں۔ تیسرا مقدمہ شاہی دربار کے رویہ و رفتاروں کا چلایا جانا۔ چوتھا مقدمہ غیر مسلم افراد پر جزیہ عائد کرنا۔ پانچواں مقدمہ دو مرد دراز قدر اور ایک مرد پست قدر دو عورت باریش کا ذکر۔ چھٹا مقدمہ خان اعظم تاتار خاں کی عظمت کا بیان۔ ساتواں مقدمہ خاں جہاں کی عظمت کا ذکر۔

اٹھواں مقدمہ ملک نائب باریک کی بزرگی و شہم کا بیان۔ نواں مقدمہ بشیر سلطان
 ملک ملوک الشرق عماد الملک کی عظمت و جلال کا بیان۔ دسواں مقدمہ سعید المحجوب
 کی مصاحبت کا ذکر۔ گیارھواں مقدمہ شمس الدین ابور جا کا حال۔ بارھواں مقدمہ
 شمس الدین دامغانی کی فطرت کا حال۔ تیرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کا خونی گروہ کو
 قتل کرنا چودھواں مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر و تیردہویں کو رہا کرنا،
 مساجد کو آراستہ کرنا اور مظلوم افراد کی داد رسی کرنا۔ پندرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کی
 حضرت سید جلال بخاری سے آخری ملاقات۔ سولھواں مقدمہ سلطان
 فیروز شاہ کی ندامت کے بیان میں۔ سترھواں مقدمہ تینلق شاہ کو خانجہاں
 کے سپرد کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ۔ اس سحر کا بیان جو سلطان فیروز پر کیا گیا۔

قسم اول

سلطان فیروز کی ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کی ولادت کے بیان میں ہے جو ۹۰۰ھ ہجری میں واقع ہوئی

سلطان فیروز کے والد کا نام سپہ سالار رجب ہے۔

پورو دگار عالم نے سپہ سالار رجب کو ہر صفت سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔

سپہ سالار رجب سلطان غیاث الدین تغلق کا برادر حقیقی تھا۔ چنانچہ

ان کی ولادت کا حال مورخ سلطان تغلق کے مناقب میں مفصل بیان
 کر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ ہر سہ برادر یعنی تغلق، رجب، و ابوبکر سلطان علاء الدین کے

عہد حکومت میں خراسان سے دہلی وارد ہوئے۔

علاء الدین نے حکمت الہی کے نقل سے ان ہر سہ برادر کو شانہ نوازش سے سرفراز فرمایا اور یہ ہر سہ برادر تختِ علائی کے روبرو استادہ رہتے اور شائستہ خدمات بجالاتے تھے۔

سلطان علاء الدین نے ان کی شجاعت و دلادری کو دیکھ کر اور آثارِ بزرگی و جہنوری ان کی پیشانی پر معائنہ کر کے شہر مشہور یعنی دیپال پور کی حکومت سلطان تغلق کو عطا کی۔ غرض کہ یہ ہر سہ برادر کاروبار و مصالحِ ملکی میں مصروف ہوئے۔

سلطان تغلق کو یہ خیال ہوا کہ سپہ سالارِ رجب کا دیپال پور کے کسی راجہ کی دختر سے عقد کرے۔ سلطان تغلق اسی تلاش و جستجو میں تھا کہ بعض مشہور افراد نے بیان کیا کہ رانا تل بھٹی کی دختر بچہ صاحبِ حسن و جمال ہے اور ہر طرح کے محاسن سے آراستہ ہے۔

اُس زمانے میں خدا کی حکمت سے قوم متیا و بھٹ کی تمام راجگی قصبہ ابوہر سے جو دیپال پور کے مضافات میں داخل ہے، متعین تھی اور جنگل کی زمین بھی اسی قطعہ ملک میں شامل تھی

اُس وقت قصبہ ابوہر کی حکومت سلطان تغلق کی جانب سے مورخ کے جد ملک سعد الملک شہاب عفیف کے ذمے تھی۔

سلطان تغلق نے مورخ کے جد کے مشورے سے چند قاصد رانا رائل کے دربار میں روانہ کر کے نسبت کا پیغام دیا۔

قاصدوں نے سلطان تغلق کا پیغام پہنچایا اور رانا رائل نے انتہائے غور و خجوت سے ناہموار کلماتِ زبان سے ادا کئے۔

اس خبر سے سلطان تغلق کو اطلاع ہوئی اور اُس نے سعد الملک سے مشورہ کیا۔ بچہ قیل و قال کے بعد یہ طے پایا کہ رانا رائل کی تلوندی میں قیام کر کے اُس سے سالانہ مالِ طلب کرنا چاہئے اور ایک ہی دفعہ کر کے مان لینا چاہئے۔

دوسرے روز سلطان تغلق رانا رائل کی تلوندی گویا اور سالانہ نقدِ قسم معین طلب کیا۔ تمام مقدم و چودھری ملک کے طلب کئے گئے اور اُن پر زد و کوب

ہونے لگی اور تمام مال نقد طلب کیا گیا۔

رانائل کا تمام ملک عاجز ہو گیا اور خلقت خدا تلافی ہونے لگی۔

یہ زمانہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت کا تھا جس کی وجہ سے اہل ملک زیادہ شور و شغب نہ کر سکے۔ غرض کہ دو تین روز گزرنے کے بعد رانائل کی دسایا بیحد تنگ ہوئی۔

ایک صادق و راست گوشخص نے موثر عقیف سے خود بیان کیا کہ اس سختی کے عالم میں رانائل کی مادر جو ضعیفہ عورت تھی شام کے وقت سلطان تغلق کی سختی و شدت کی وجہ سے گریہ کناں رانائل کے محل میں گئی اور ناامیدی کے کلمات زبان سے نکالے اور زار زار رونے لگی۔

ایسی حالت میں رانائل کی دختر سعید یعنی سلطان فیروز کی مادر ہر بان صحن خانہ میں کھڑی تھی۔

دختر نیک اختر نے جدہ کو گریہ کی حالت میں دیکھ کر فریاد و زاری کا سبب دریافت کیا۔

رانائل کی مادر نے جواب دیا کہ یہ گریہ وزاری تیری وجہ سے اور تیری جان کے لئے ہے۔ اگر تو اس کا سبب نہ ہوتی تو سلطان تغلق ہمارے ملک کی رعیت پر یہ سختی نہ کرتا۔

راوی راست گفتار کا بیان ہے کہ دختر نے یہ سن کر جواب دیا کہ اے جدہ اگر میرے سپرد کرنے سے خلقت کے سر پر سے بلا ملتی ہے اور تمھاری بیشمار رعیت کو نجات حاصل ہوتی ہے تو ان کا پیغام قبول کر لینا چاہیئے۔

اس سے پیشتر ایک دختر کو مغل اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

مادر رانائل اپنے فرزند کے پاس گئی اور دختر کا قول بیان کیا۔

رانائل نے بھی اسی میں خیر دیکھی اور دختر کی رائے کے مطابق عمل کرنے کا ارادہ کیا۔

اس راز کو جد موثر سے بیان کیا اور سلطان تغلق کو پیغام دیا کہ رانائل اپنی دختر سہ سالہ رجب کو دینے کے لئے تیار ہے۔

غرضکہ اس کار خیر سے فراغت ہوئی اور دختر نیک ساعت میں دیپال پور لائی گئی۔
یہ دختر یعنی مادر سلطان فیروز رائہ تل کے یہاں بی بی نالہ کے نام سے شہر و تھی
لیکن سپہ سالار رجب سے نکاح ہونے کے بعد سلطان تغلق نے بی بی کد بانو کے نام
سے موسوم کیا۔

غرضکہ عقد کے چند سال بعد بی بی کد بانو حاملہ ہوئی اور دس ماہ گزرنے کے بعد
وقت سعد و روز مبارک میں سلطان فیروز شاہ عدم سے عالم وجود میں آیا۔

فیروز شاہ کے روز تولد تغلق شاہ نے خلق خدا کو بخشش و انعام سے مالا مال کیا۔
مورخ کے جدا مجید یعنی شمس شباب عصف بھی اُسی روز پیدا ہوئے۔
مورخ کے بزرگوں کی عورات کی اُس زمانے میں دیپال پور میں سلطان تغلق کے
محل میں آمد و شد تھی اور مخدومہ جہاں کے حضور میں حاضر ہوتی تھیں۔

بار ناموترخ کی پردادی نے بیان کیا ہے کہ میں گاہ گاہ سلطان فیروز کو
اپنا دودھ پلاتی تھی اور اس طرح خود سلطان فیروز شاہ نے بار ناموترخ کے والد ماجد
کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ میں نے ان کی جیدہ کا دودھ پیا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ پیدا ہو کر ہفت سالہ ہوئے۔ خدا کی مشیت
کے مطابق سپہ سالار رجب نے وفات پائی۔
اُس روز سلطان تغلق کو حیدر رنج ہوا۔

راست گفتار راویوں کا بیان ہے کہ عین اس عالم میں سلطان فیروز کی ماں
گریہ و زاری میں جیسا کہ عورات کا قاعہ ہے، مصروف تھی اور رو رو کر یہ کہہ رہی تھی
کہ یہ کون روز مصیبت پیش آیا، میں اس بچے کی کیونکر پرورش کر سکوں گی اور اس یتیم
فرزند کا کیا حال ہوگا۔

سلطان فیروز کی فخرزدہ مادر کا بیان سلطان تغلق نے بھی سنا اور کلمات تسکین
خود اپنی زبان سے ادا کئے اور بیحد دلداری کے بعد کہا کہ تم غم نہ کرو۔ یہ بچہ میرا
فرزند ہے اور میرا جگر گوشہ ہے، جب تک کہ خدا کے فضل و کرم سے میری حیات
باقی ہے کسی اندیشہ و فکر کا مقام نہیں ہے۔

غرضکہ بی بی کد بانو کے بطن سے صرف ہی ایک فرزند سلطان فیروز پیدا ہوا۔

اس کے علاوہ کوئی پسر و دختر تو لک نہیں ہوئے۔

یہ امر جو مشہور ہے کہ ملک قطب الدین بھی سلطان فیروز شاہ کا برا دوست تھا درست و صحیح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ملک قطب الدین سپہ سالار جب کی دوسری زوجہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح ملک نائب بابر یک بھی فیروز شاہ کا علاتی بھائی تھا جو دوسری ماں سے پیدا ہوا تھا۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ ہفت سالہ پسر تھا کہ باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ فیروز شاہ نے آئین تاجدار و قوانین جہانداری کی سلطان تغلق و سلطان محمد دو بادشاہ سے پائی ہے۔

سلطان تغلق و سلطان محمد ہر دو فرماں روا امور سیاست میں فیروز شاہ کے مدد و استاد تھے۔ امور جہانداری کی بابت تانائیاں نے بار بار یہ کہا ہے کہ ہمارے گردہ میں جہانداری کے جو اسرار سلطان فیروز شاہ کے سینے میں محفوظ ہیں ہم میں سے کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ غرضیکہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت کا صحیح حال یہ ہے جو مورخ نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔

دوسرا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا سلطان تغلق و سلطان محمد سے مراسم تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ سلطان تغلق کے جلوس کے وقت چار دہ سالہ تھا اور سلطان تغلق نے ساطھے چار سال حکمرانی کی۔

اس مدت حکومت میں فیروز شاہ ہمیشہ سلطان تغلق کی خدمت میں حاضر رہا۔

آئین جہانداری و قوانین شہنشاہی کے جس قدر احکام سلطان تغلق نے نافذ فرمائے فیروز شاہ نے اپنے الہام الہی کی برکت سے تمام و کمال سمجھے اور یاد کر لئے۔

سلطان تغلق کا دور حکومت ختم ہوا اور دہلی کی عنان حکومت سلطان محمد کے ہاتھ میں آئی۔

سلطان محمد نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور سلطان محمد کے جلوس کے وقت فیروز شاہ کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔

سلطان محمد نے فیروز شاہ کو نائب امیر حاجب مقرر کر کے نائب بارکب کا خطاب عطا کیا اور بارہ ہزار سوار فیروز شاہ کی ماتحتی میں مقرر کئے۔

سلطان محمد فیروز شاہ پر بچہ دہرمان تھا اور اُس کی شفقت و عنایت کا یہ عالم تھا کہ معاملات ملکی میں جو ہمتا اُس کے روبرو پیش ہوتے اُن سے گناہ یہ و اشارہ میں سلطان فیروز شاہ کو آگاہ کرتا۔ سلطان محمد فیروز شاہ کو بہ وقت اپنے روبرو رکھتا۔

فیروز شاہ اُس زمانے میں بھی تمام خلق خدا پر لطف و کرم کرتا اور اپنے بے پایاں احسان سے مخلوق کو شاد و مطمئن کرتا۔

فیروز شاہ ہر حاجت مند کی حاجت کو پورا کرتا اور اہل احتیاج کی ضروریات پورا کرنے میں ایک لمحے کا توقف بھی نہ کرتا۔

جس وقت کہ سلطان محمد شاہ نے خدا کی توفیق سے دہلی کی سلطنت کو چار حصوں میں تقسیم کیا جیسا کہ مورخ عقیف نے سلطان محمد کے حالات میں شرح و تفصیل سے بیان کیا ہے تو سلطان محمد شاہ نے ایک حصہ ملک فیروز شاہ کے بھی سپرد کیا تاکہ فیروز شاہ آئین و قواعد جہانداری میں پختہ کار ہو جائے۔

بزرگوں نے اس امر اُردو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جو شخص ایک معاملے کو انجام دے سکتا ہے وہ تمام مملکت کے ہمتا کو بخوبی حل کر سکتا ہے۔

سلطان محمد نے اپنی معاملہ فہمی سے ملک کا جو تھا حصہ سلطان فیروز کے حوالے کیا تاکہ توفیق الہی و عنایت ایزدی سے یہ حکومت آئین جہاندار میں فیروز شاہ کی ہادی راستہ ثابت ہو۔

ظاہر ہے کہ امامت جہانداری کا باریج مشکل ہے اور اس کی بابت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر فرماں روا سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائے گا۔
عزمتک ہر شخص نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس رائے کو ہر فرد بشر نے پسند کیا۔

اس واقعے کی اطلاع دختر سلطان تخلق المعروف بہ خداوندزادہ کو جو لشکر کے ہمراہ تھی ہوئی اور سیکم نے خوانین و ملوک کو پیغام دیا کہ میرے فرزند خسر و ملک کی موجودگی میں نائب امیر حاجب کو فرماں روا تسلیم کرنا زیبا نہیں ہے سلطان تخلق میرا پدر اور سلطان محمد میرا برادر حقیقی تھا اس نسبت سے میرے فرزند کی موجودگی میں غیر کو حق وراثت نہیں پہنچتا۔

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ خداوندزادہ نے اس موقع پر کلمات نامنرا بھی اپنی زبان سے نکالے۔ تمام ملوک و خوانین کو خداوندزادہ کے پیغام سے اطلاع ہوئی اور ہر شخص یہ پیغام سن کر بھی غضب آلود ہوا۔ تمام امرا و مشائخ نے اتفاق کر کے ملک سیف الدین خوجو کو خداوندزادہ کے پاس روانہ کیا۔
ملک مذکور مشہور زمانہ امیر تھا اور اس کی عادت تھی کہ سجدہ زور و ہما بیت کے ساتھ راست گفتاری سے کام لیتا تھا۔

ملک سیف الدین خداوندزادہ کے پاس گیا اور نرم کلمات میں صاف صاف اس سے کہا کہ اے عورت اگر ہم فیروز شاہ کی موجودگی میں تیرے فرزند کو بادشاہ تسلیم کریں گے تو تجھ کو اپنے گھر کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا اور نہ ہم اپنے ان و فرزند کے دیدار سے ندامت ہونگے۔
تیرا فرزند لائق جہانداری نہیں ہے اور اس سے فرمانروائی کا بار نہ اٹھے گا۔

ہم فی ملک میں مقیم ہیں اور ہمارے دشمن یعنی مغل ہمارے سر پر سوار ہیں اگر اس لشکر سے اپنی نجات کی طالب ہے تو ہماری رائے سے اتفاق کر، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فیروز شاہ کا مرتبہ و خطاب یعنی نائب بار بکی کا وعدہ تیرے فرزند کو عطا کریں گے۔

ملک سیف الدین کی اس گفتگو سے خداوندزادہ خاموش ہو گئی اور ملک سیف الدین نے واپس ہو کر تمام افراد کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

غرض کہ تمام خوانین و ملوک نے بالاتفاق سلطان فیروز شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا اور تاتار خاں جو اس مجمع میں سب سے زائد ضعیف العمر تھا کھڑا ہوا اور اُس نے زور کر کے سلطان فیروز کا بازو پکڑا تاکہ اُس کو زبردستی تخت سلطنت پر بٹھائے۔ اس موقع پر سلطان فیروز شاہ نے کہا اگر یہ بلائے عظیم تم میری گردن میں آویزاں کرتے ہو تو تھوڑا صبر کرو تاکہ میں دھوکہ لوں۔ فیروز شاہ نے دھوکہ کر کے دو گانہ نماز ادا کیا، فیروز شاہ نے سرنیا ز زمین پر رکھ کر خدا کی بارگاہ میں دعا کی۔ فیروز شاہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ خداوند اندامک کا اطمینان و رفاہیت اور عالم کا انتظام و توفیق جہان داری انسان کے اندازہ قوت سے باہر ہے۔ نظام عالم کا انحصار تیرے حکم پر ہے۔ خداوند تو میری قوت و پناہ ہے۔

فیروز شاہ کی گفتگو کے بعد اُس کے سر پر تاج جہان داری رکھا گیا۔ اس کثیر مجمع نے جو اس جشن جلوس میں شریک تھا، مورخ عصفی نے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے خلعت شاہی جامہ ماتم کے روبرو پہنا۔ ہر چند سلطان محمد کے امراء و خوانین نے اصرار کیا کہ جامہ ماتم دور کیا جائے لیکن فیروز شاہ نے قبول نہ کیا اور کہا کہ اگرچہ مصلحت ملکی کے اعتبار سے میں نے خلعت شاہی پہنا ہے لیکن اس کی وجہ سے میں جامہ ماتم نہیں اتار سکتا، اس لئے کہ سلطان محمد میرا آقا و مربی اور ہر حالت میں میرا رہنما تھا۔ میری تودلی آرزو یہ تھی کہ طواف کعبہ کی سعادت حاصل کروں۔ چونکہ آپ صاحب اصرار کے ساتھ مجھ کو مانع آئے اس لئے میں نے مجبوراً اس منصب کو قبول کر لیا۔ میرے حق میں یہی بہتر ہے کہ جامہ شاہی کو لباس ماتم کے اوپر پہنوں۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے خلعت بادشاہی پہنا اور سواری کے لئے ہاتھی حاضر کیا گیا۔

درگاہ شاہی کے نقیبوں اور چاؤشوں نے آواز سلامت بلند کی اور شادیاں کے نقارے بجنے لگے۔ تمام مخلوق مسترت و شادمانی میں مشغول ہوئی اور ہر شخص نشاط و خرمی کا متوال بن گیا۔

غرضکہ سلطان فیروز نے اول کام یہ کیا کہ بشیر ابرو حشم کو حاضر کرے جس کی وجہ سے اس شخص کو عماد الملک کا عہدہ عطا ہوا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ نے چوبیس محرم ۸۲۷ھ میں تخت پر جلوس کیا۔ سلطان فیروز شاہ اُسی طرح پیل سوار حرم شاہی کے اندر گیا اور خداوند زادہ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ خداوند زادہ نے فیروز شاہ کو سینے سے لگایا اور سلطان تغلق و سلطان محمد کی یادگاری کلاہ جس کی قیمت ایک لاکھ تنگہ تھی اپنے ہاتھ سے فیروز شاہ کے سر پر رکھی۔

فیروز شاہ حرم سراسے باہر نکلا اور مخلوق کو اطمینان حاصل ہوا۔

چوتھا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا مغل قوم سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے جلوس سے خلعت خدا سجد خوش و مطمئن ہوئی، لیکن باوجود اُس کے تمام افراد مغلوں کے لشکر کے خوف سے لرزہ بر اندام تھے مغلوں کے لشکر نے بنگاہ شاہی کو تاراج و برباد کر دیا تھا۔

باوجود اس تباہی کے حریف کی فرج نے بھی اپنی قیام گاہ دہلی کے لشکر کے جوار میں مقرر کی تھی اور ہر وقت کمیں گاہ میں تھی۔

تمام خوانین و لوگ جمع ہوئے۔

سلطان فیروز نے ارادہ کیا کہ مغلوں سے جنگ کرے اور تمام پہلوانان زمانہ و دلیران لشکر و غازیان خانان ملک دلاور اور جنگجو افراد و نیز تمام سواروں اور پیادوں نے جسم پر ہتھیار لگائے اور گھوڑوں پر چار جامہ کسا۔

ہیب ہاتھی آراستہ آئے آئے گئے اور تمام سوار و پیادوں کی جہتر فرج حاضر ہوئی۔

سلطان فیروز شاہ مغلوں پر حملہ کیا اور طرین میں شدید خونریز جنگ واقع ہوئی

اور ہر فریق نے فتح حاصل کرنے کی جھجک کوشش کی۔
خدا کی مدد اور اس کے حکم سے ونیز فیروز شاہ کے اقبال سے مغلوں کو
شکست ہوئی اور حریف کے ہر سوار و پیادہ کو جانی و مالی نقصان پہنچا۔
سلطان فیروز شاہ کو غیبی فتح نصیب ہوئی اور غلقت کے لئے فناء و شادمانی
کے دروازے کھل گئے۔ تمام غلقت بازار بزرگ میں جہاں کہ منسل اسیر تھے
جمع ہوئی۔

بادشاہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور مغلوں نے بجد و قنوت و خرابی
سے اپنی جان بچائی۔
یہ اول فتح تھی جو فیروز شاہ کو نصیب ہوئی اور اس فتح سے تمام خلق میں
خوشی و مسرت کا دور دورہ ہوا۔ سلطان فیروز شاہ تمام لشکر و فیل کے ہمراہ
دہلی واپس ہوا۔

اب مؤرخ ملوک و خواجین شہر کے حالات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

پانچواں مقدمہ

خواجہ ایاز کا غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد کا پسہ کہہ کر بادشاہ بنانا

فصل ہے کہ جب سلطان محمد نے آخر بار دولت آباد کا سفر کیا تو چند امر کو
دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔
ان امر میں ایک ملک گیر تھا اور دوسرا قتلغ خاں اور سوم سلطان فیروز
جو اُس زمانے میں نائب امیر حاجب تھا۔ ملک گیر و قتلغ خاں نے سلطان محمد
کی وفات سے قبل ہی دنیا کو خیر باد کہا اور سلطان محمد نے فیروز شاہ کو
اپنے حضور میں طلب کر لیا۔

چونکہ دہلی کی سلطنت خالی تھی سلطان محمد نے خواجہ جہاں کو ٹھتھہ سے
دہلی روانہ کیا تاکہ خواجہ جہاں دہلی میں اُس کی نیابت کرے۔

بعض اور امرا بھی خواجہ جہاں کے ہمراہ تھے چنانچہ قوام الملک و ملک حسین و ملک حسام الدین و وزیرک و ملک خطاب و دیگر اشخاص خواجہ جہاں کے رفیق طریق تھے۔

اس معاملے میں عام روایت تو یہ ہے کہ خواجہ جہاں کو معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور تمام خوانین و ملک و نیز مشائخ و اہل سلوک نے جو بادشاہ کے ہمراہ تھے سلطان فیروز شاہ کو حکمراں تسلیم کر لیا ہے۔ خواجہ جہاں نے یہ اخبار سن کر سپر سلطان محمد کو دہلی میں تخت حکومت پر بٹھایا اور سلطان فیروز کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

خواجہ جہاں نے خلعت کو اپنا ہم خیال بنایا اور جنگ آزمائی کا ارادہ کیا لیکن عوام کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ مورخ عقیف نے مثل پاریہ داستان کے یہ قصہ مجلس عامی لشکریوں سے یوں سنا ہے کہ سلطان محمد نے ٹٹھہ میں وفات پائی اور خراسان کے امراء ہزارہ نے جو سلطان محمد کی امداد کو آئے تھے، بازار بزرگ کو تاراج کیا جیسا کہ مورخ عقیف نے سلطان محمد کے حالات میں مفصل بیان کیا ہے۔

مقتصر یہ کہ غارتگری کے روز لشکر کے تمام اشخاص پر اگندہ ہو گئے اور ہر شخص کا جہر سینک سلایا اُس جانب روانہ ہو گیا۔

سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس بھی نہ کیا تھا کہ اُس وقت یلیح تونی توئی نام ایک غلام نے جس کو خواجہ جہاں نے اس سے قبل سلطان محمد کے حضور میں روانہ کیا تھا عین اسی عالم فساد میں لشکر سے جدا ہو کر دہلی روانہ ہوا۔

یلیح صحیح و سلامت دہلی پہنچا اور اُس نے خواجہ جہاں سے بیان کیا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں کے ایک گروہ نے لشکر پر حملہ کر کے بازار بزرگ و تمام باشندوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

مغلوں کے اس حملے سے لشکریں ابتری پھیل گئی اور شدید خون ریزی واقع ہوئی۔

یلیح مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ تانار خاں و ملک امیر حاجب یعنی فیروز شاہ

غائب ہو گئے ہیں۔ اس کا پتا نہیں ہے کہ غائب امر مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے یا قتل کئے گئے۔

اس کے علاوہ اکثر لوگ نے اس جنگ میں مرثیہ شہادت حاصل کیا۔ غرض کہ ملیج مذکور نے یہ بیان کیا کہ سلطان محمد کے لشکر میں یہ حادثہ پیش آیا۔ واضح ہو کہ ملیج مذکور مشہور غلام تھا۔ چنانچہ اہل دہلی نے تک اس کے نام سے واقف ہیں۔

خواجہ جہاں نے یہ واقعہ سنا اور سلطان محمد کی وفات اور سلطان فیروز شاہ کی عدم موجودگی پر صفا ماتم بھجوائی اور سید افسوس و رنج کا اظہار کیا۔ واضح ہو کہ خواجہ جہاں اور سلطان فیروز شاہ میں اس درجہ محبت تھی کہ غیر شخص کو اس رابطہ و اتحاد میں دخل نہ تھا بلکہ خواجہ جہاں نے فیروز کو اپنی زبان سے یہ خبر سنانا نہ کہا تھا۔ خواجہ نے ملیج کو راست گفتار خیال کیا اور اپنی رائے سے اقبہاؤں کے سلطان محمد کو بادشاہ خدا کی قدرت و حکمت سے خواجہ جہاں کا یہ فعل غلط ثابت ہوا۔ خواجہ جہاں نے سنا کہ ملک امیر حاجب زندہ ہے اور اس نے تخت حکومت پر جلوس کیا ہے۔ خواجہ جہاں اپنی رائے کی غلطی سے واقف ہوا۔ یہ امر کہ خواجہ جہاں ششم و لشکر کو جمع کرتا اور جنگ کی تیاری کرتا تھا یہ مصلحت ملکی کا تقاضا تھا۔

ظاہر ہے کہ ملکی معاملات و رسوم جہانداری میں کوئی فرد بھی اس وقت تک اپنی غلطی سے واقف نہیں ہوتا جب تک کہ ہر دو خلیفہ کے درمیان صلح نہ ہو اور جب تک کہ اس خطرہ عظیم سے نجات نہ حاصل ہو انسان کو فکر و تدبیر سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

غرض کہ خواجہ جہاں نے مجد لشکر و ششم جمع کیا اور خلعت کو اپنے حلقہ ملازمت میں داخل کرنے لگا اور اس طرح تقریباً بیس ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لئے۔

خواجہ جہاں نے اپنے ملازمین کو یہ مال و زر عنایت کیا۔ اگرچہ اس زمانے میں خزانہ معدوم تھا اس لئے کہ سلطان محمد نے اپنے بست و ہفت سالہ عہد حکومت میں بیشمار بخشش و عطایا سے کام لیا تھا۔

چونکہ خزانہ میں مال کم تھا اس لئے خواجہ جہاں نے سونا چاندی اور نیز لقر دہی و زریں آلات و اسباب لشکر کو تقسیم کیا۔
نقرہ و زر سے بھی کام نہ چلا تو خواجہ جہاں نے جواہرات دیئے شروع کئے۔
خواجہ جہاں کی جود و عطا کی شہرت سن کر خلافت ہر چار جانب سے
اُس کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئی لیکن طرفہ ماجرا یہ ہے کہ مخلوق خدا زور و جواہر
خواجہ جہاں سے حاصل کرتی اور دل سے فیروز شاہ کی شیدائی اور اُس کے لئے
دعا گو تھی۔

چھٹا مقدمہ

خواجہ جہاں کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر ہوئی

خواجہ جہاں نے سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر سنی اور اپنی غلطی پر
اظہار افسوس کیا۔

ہر دو جانب خلافت مختلف گفتگو کرتی تھی۔
بعض اشخاص نے یہ خبر شہور کی کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ اُن افراد کو
جن کے والدین کا نام دامن فیروز شاہ کے لشکر میں ہیں یا بادشاہ کے فوج دہلی میں پہنچے ہی
منجبتی کے پلے میں رکھ کر لشکر شاہی میں پھینک دے۔
بعض افراد یہ بیان کرتے تھے کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے
جنگ کرے۔

اس کے علاوہ یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ خواجہ جہاں نے دہلی سے روہتاک تک
تیس کوس کے تمام قریے اور قصبے ویران و تباہ کر دئے ہیں۔
غرض کہ یہ تمام خبریں سلطان فیروز شاہ تک پہنچیں اور بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا
کہ خواجہ جہاں نے ایک شخص غیر کو سلطان محمد کا پس مشہور کر کے بادشاہ تسلیم کر لیا ہے
اور یہ اخبار متواتر لشکر تک پہنچے تو تمام خاندان و ملوک نے بالاتفاق یکہاں کہ
کہ سلطان محمد کے کوئی فرزند نہ تھا۔

بادشاہ مرحوم کے محل میں سلطان اقلق کے آیام حکومت میں صرف ایک دختر پیدا ہوئی تھی خواجہ جہاں نے مرحوم بادشاہ کا فرزند کہاں سے پیدا کیا ہے۔ تمام صاحب عقل و فراست افراد خواجہ جہاں کی اس غلطی پر حیرت کرتے کہ باوجود اس سن و سال کے یہ امر جو اس کی ذات سے بعید ہے کیونکر ظہور پذیر ہوا۔ اس موقع پر سلطان فیروز شاہ اپنی دانائی و فراست سے برابر بھی فرما رہا تھا کہ خواجہ جہاں کی ذات سے جو مجموعہ صفات ہے، اس قسم کی حرکات کا ظاہر ہونا بعید از عقل ہے۔

بادشاہ یہ فرماتا ہوا دہلی کی جانب سفر کر رہا تھا۔ تمام خاص و عام پیدل و پریشان سفر کر رہے تھے اور اس خیال میں تھے کہ دیکھیں کیا پیش آتا ہے۔

سلطان فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم پر تکیہ کر کے اپنی جہات میں مشغول تھا اور تمام افسران و دل سے اس کے بھی خواہ و دعا گو تھے اور خدا سے اس کی فتح و نصرت کے لئے مناجات کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ دہلی کی تمام مخلوق بھی سلطان فیروز شاہ کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ ہر شخص چشم براہ تھا اور بادشاہ کے لشکر کا حال دریافت کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ دہلی کے حدود میں داخل ہوا اور بادشاہ نے اس وقت تک خواجہ جہاں کی بابت ایک کلمہ بھی زبان سے نکالا تھا۔ بادشاہ نے چنگیز دہلیا کو نواہ جہاں نے سبائے موافقت کے مخالفت سے کام لیا۔

جو فوج و لشکر سلطان کے ہمراہ نصیحتہ میں قیام تھا اس نے سفر میں جید مشقّت اٹھائی تھی اور سلطان محمد کے جوہ و عطا سے خزانے میں روپیہ نہ تھا اور نیز یہ کہ لشکر مغل کی ایذا رسانی سے فوج کو حیدر نقصان پہنچا تھا اس لئے سلطان فیروز شاہ نے دل میں خیال کیا کہ اگر وہ خواجہ جہاں کے صحیح حال سے لشکر کو آگاہ کرے گا تو تمام افراد بادشاہ کی گفتگو کو اس امر پر محمول کریں گے کہ فیروز شاہ کے دل میں خواجہ جہاں کی طرف سے وہم پیدا ہو گیا ہے۔ غرض کہ باوجود ان مشکلات کے

کہ شکر جید خستہ و مانہ اور خزانہ خالی تھا اور فوج نے مغلوں کے ہاتھ سے کثیر نقصان اٹھایا تھا لیکن فیروز شاہ برابر دہلی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

بادشاہ قطعاً خاموش تھا اور اُس کو یقین تھا کہ اگر ایک لفظ بھی خواجہ جہاں کی بابت زبان سے نکالے گا تو فوج کے اوپر بڑا اثر پڑے گا اور دو جدید خطرات پیدا ہو جائیں گے۔

اول یہ کہ بیوقوفی و بیچارگی سے جو حالت کہ تباہ و شکستہ ہو گئی ہے اُس میں اور اضافہ ہو گا دوسرے یہ کہ فوج کی بددلی میں اضافہ ہو گا۔

انھیں وجوہ کی بنا پر سلطان فیروز شاہ نے ملتان کے حدود تک ایک لفظ بھی خواجہ جہاں کی بابت زبان سے نہ نکالا۔

ساتواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا ٹھکانہ سے دہلی روانہ ہونا

نقل ہے کہ جب سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے ٹھکانہ سے دہلی کا سفر اختیار کیا تو اپنے ہمراہیوں سے سوال کیا کہ ہم کو کس راہ سے دہلی کا سفر اختیار کرنا چاہیے۔ ایک گروہ نے جواب دیا کہ گجرات کی راہ سے سفر کرنا مناسب ہے تاکہ اُس مملکت کا خزانہ بھی ہمارے ہاتھ آجائے۔

سلطان فیروز شاہ نے جواب دیا کہ میرے عم نامدار سلطان تغلق نے خسرو خان کو سزا دی تھی۔ اسے دیپال پور کی راہ اختیار کرنی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سلطان کو فتح دی اور وہ دہلی پر قابض ہو گئے۔ ہم کو مرحوم بادشاہ کی تعالید میں دیپال پور کی راہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ پورنگار کے لطف و کرم سے امید ہے کہ بادشاہ مرحوم کی تقلید کی برکت سے وہ ہم کو فتح عطا فرمائے گا اور ہم صحیح و سلامت دہلی پہنچ جائیں گے۔

اس راہ کے پرانے سفر گزارنے اور فیروز شاہ کے سفر کی منزل میں طے کرنا چاہا اور وہ ہوا۔

خلقت دہلی کو معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ بیل و لشکر کے ہمراہ ملتان و دیپال پور کی راہ سے دہلی آ رہا ہے۔

تمام مخلوق کے دل میں عیش و خوشی پیدا ہوئی اور بعض امرا و اعیان دولت خفیہ طور پر فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور فراریوں کی طرح بادشاہ کے دامن میں پناہ لی۔

اس فرار کی انتہا یہ ہوئی کہ اہل غنا و سرود کا طبقہ خواجہ جہاں سے حیدر ابھوکر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

خواجہ جہاں نے یقین کر لیا کہ تمام مخلوق فیروز شاہ کی جانب مائل ہے اور ہر فرد فیروز شاہ کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ خواجہ جہاں اس واقعے سے بے حد حیران ہوا لیکن قطعاً خاموش و ساکت رہا اور مخلوق کی اس ادا کو برداشت کرتا رہا۔ اگرچہ خواجہ جہاں کے ہم خیال وہم مشرب اصحاب نے اُس سے کہا کہ طے شدہ ماجرا ہے کہ مال و زر تو ہم سے حاصل کرتی ہے اور پناہ فیروز شاہ کے دامن سے لے رہی ہے۔ مگر بعض اس قسم کے فراریوں کے فرزند و متعلقین سے اس کا تدارک کیا جائے تو یقین ہے کہ خلقت فراری ہونے سے باز رہے گی۔

خواجہ جہاں یہ تمام تقریر سنتا اور خاموش تھا یہاں تک معاملے نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اہل دہلی میں جو افراد کہ فرار پر قادر تھے اُن کا تو جسم و روح دونوں بادشاہ کے قریب تھے اور جو اشخاص کہ فرار کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے اُن کے قلوب بادشاہ کے قدموں پر شمار تھے ہر روز فیروز شاہ کے سفر کے حالات دریافت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشیت الہی بھی عجب پر اسرار معاملہ ہے جس کی گہم سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے۔

چونکہ کاتب تقدیر نے روز ازل دہلی کی حکومت فیروز شاہ کے لئے مقدر فرمائی تھی بادشاہ کی جہانداری کے اسباب خود بخود پیدا ہونے لگے۔

اگرچہ فیروز شاہ پریشان حال و خستہ و ماندہ لشکر کے ہمراہ دہلی آ رہا تھا اور خواجہ جہاں کے زیر حکم بیس ہزار سوار موجود تھے اور اہل لشکر کے زن و فرزند و متعلقین

حصار دہلی کے اندر تھے لیکن برہنہم پروردگار نے بغیر تیغ زنی کے فیروز شاہ کو فتح عنایت کی۔

کیا شان الہی ہے حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صہیح فرمایا ہے کہ انسان کے قلوب پروردگار کے قبضہ اقتدار میں ہیں وہ جدھر مناسب خیال فرمائے اُس کو پھیرتا ہے۔

جب پروردگار عالم اپنے کسی بندے کو تقرب عنایت فرماتا ہے تو فرشتوں کو مطلع فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کو اپنا ولی بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کی محبت جلد آہٹاے روان میں جاری کرتا کہ جو شخص یہ پانی پیئے میرے بندے کی دوستی کے نشے سے سرشار ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ قطعا پروردگار عالم کی قدرت کا ظہور تھا کہ تمام خلقت خدا فیروز شاہ کی ہی خواہ ہو گئی۔ ان افراد نے تمام اپنے اعزہ اپنے مکان اپنے زن و فرزند کو ہلاکت میں ڈالا اور اس قدر محنت و مشقت اختیار کی کہ اپنی جیب سے اخراجات کے فیصل ہوئے اور اور سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

یہ تمام امور انسانی سعی و کوشش سے باہر ہیں اور ان کا ظہور محض خدا کے فضل و کرم کا اثر ہے۔ چونکہ پروردگار عالم کی مرضی یہ تھی کہ دارالسلطنت دہلی چالیس سال کامل اسی بابرکت والی کی حکومت سے بہرہ مند ہو اور خلق خدا ایک مدت تک امن و امان سے زندگی بسر کرے اس لئے تقدیر الہی نے تمام اسباب حکمرانی خود بخود پیدا فرمادیئے۔ مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ حدود و لماتان میں پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا تھا کہ تلخ تون تون نام خواجہ جہاں کافر ستاد غلام دور سے نمودار ہوا سلطان فیروز نے اُس کو پہچان لیا اور اس موقع پر یہ فرمایا کہ دہلی سے چند سو اکر ہے ہیں۔

تلخ قریب تر آیا اور اُس کی گردن میں سپر سلطان محمود کا فرمان آویزاں تھا۔ فیروز شاہ نے تلخ کو دور سے دیکھا اور یہ معلوم کر لیا کہ یہ خواجہ جہاں کا فرستادہ ہے۔

بادشاہ نے اپنی عنان دولت اسی مقام پر روک کر فرمایا کہ شاید خواجہ جہاں
دُنیا میں باقی نہیں ہے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ تلخ اسی مقام پر روک دیا جائے اور اُس سے دریافت
کیا جائے کہ خواجہ جہاں سلامت ہے یا نہیں۔

بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور خواجہ جہاں دہلی کے باشندوں کا حال
دریافت کیا گیا۔

تلخ نے تمام واقعہ بیان کیا اور اُس کی گفتگو بادشاہ کے حضور میں عرض کی گئی۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ خدا کا فضل و کرم درکار ہے خواجہ جہاں وغیرہ کیا کر سکتے ہیں۔

غرض کہ فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے ملتان میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے شہر کے مشائخ کو انعام و نذر سے مسمون احسان بنایا۔

بادشاہ اجمہر دین روانہ ہوا اور بندگی شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کے روضہ مبارک کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوا۔

فیروز شاہ اجمہر دین سے روانہ ہو کر قصبہ سرستی میں مقیم ہوا۔

واضح ہو کہ قصبہ سرستی دہلی سے نو دو کوس کے فاصلے پر آباد ہے۔

اس قصبے کے تمام صراف و بقال جمع ہوئے اور انھوں نے چند لاکھ تنگے

خدمتی کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے۔

اس موقع پر بادشاہ نے فرمایا کہ تمھاری رقم خدمتی ہم پر قرض ہے انشاء اللہ تعالیٰ

دہلی پہنچ کر دبیہ تم کو واپس کر دیا جائے گا۔

بادشاہ نے رقم عداد اس ملک بشیر کے حوالے کر دی کہ شہر بلی میں داخلے کے بعد

یہ رقم صرافوں کو واپس کر دی جائے۔ فیروز شاہ نے خدا کی توفیق سے تمام مال حشم و لشکر کو

عطا فرمایا جس کی وجہ سے لشکر کو خرچ کی طرف سے گونا گویا ملینان حاصل ہو گیا۔

اس موقع پر حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان فیروز سے

فرمایا کہ ملک ٹٹمہ سے اس مقام تک دعا گو نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور

حضرت شاہ مع تمام لشکر کے بغیر و عافیت اس مقام تک پہنچ گئے اب اس مقام سے

پیشتر کا حصہ ملک حضرت قطب الانام شیخ قطب الدین منور کی ولایت میں داخل ہے

اب جو کچھ مناسب ہو حضرت شیخ کو لکھا جائے۔
 سلطان فیروز نے یہی الفاظ ہاتھی میں حضرت شیخ قطب الدین موز کو لکھ کر
 روانہ کئے۔

بادشاہ نے حضرت شیخ کو لکھا کہ شیخ نصیر الدین محمود نے یہ فرمایا ہے اور
 اب مجھ کو آپ کے حوالے کیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین نے جواب دیا کہ چونکہ حضرت شیخ نصیر الدین نے
 اس ضعیف کے حوالے کیا ہے اس لئے مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے
 امید ہے کہ وہی بھی بادشاہ کے قبضے میں آجائے گی۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے یہ کلام اس لئے فرمایا تھا کہ شیخ قطب الدین موز
 کی بزرگی اہل عالم کو معلوم ہو جائے مگر نہ ان ہردو بزرگوں میں انتہائی محبت و اتحاد تھا اور
 نیز یہ کہ ہردو بزرگ ہم فرقہ تھے اور آخر میں کو بیچ چکے تھے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ حضرت شیخ کے جواب سے بیحد مطمئن ہوا اور حضرت کی
 بشارت کا امیدوار ہو کر آگے بڑھا اور منتظر تھا کہ حضرت شیخ کی بشارت کا ظہور ہوا۔

آٹھواں مقدمہ

قوام الملک یعنی خان جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

منقول ہے کہ ملتان و دیپال پور و سرتسی وغیرہ دیگر مقامات کے باشندے
 تمام و کمال فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے غرض کہ ملک نامدار و فسطوح امرا
 و پہلوانان جبری و بخت آور و لشکر و سوار وغیرہ ہر طبقہ و فرقہ کے اشخاص بادشاہ کی
 خدمت میں حاضر ہوئے اور جھپٹیں را جلی تمام و کمال بادشاہ کے طلقہ اطاعت میں
 داخل ہو گئیں اور فیروز شاہ کے گرد و پیش جمع ہو گیا۔

فیروز شاہ نے ہر شخص سے شیریں کلامی کی اور صاف و صریح طور پر ان کو
 عنایت شانہ کا امیدوار بنایا۔ بادشاہ ہر شخص سے زبان سے وعدہ کرتا اور دل سے

حضرت قطب الدین متور کے ارشاد کا منتظر تھا اگرچہ دہلی کے تمام خاص و عام بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے لیکن فیروز شاہ کو اطمینان نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ قوام الملک یعنی خانبہاں نے حاضری میں سبقت کی۔

خانبہاں نے بیشتر اپنے حالات کے عرائض فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور اپنی حاضری سے بادشاہ کو اطلاع دی اور بادشاہ کی یہی خواہی میں صدق دل سے ارادہ کر کے اپنی تمنا کا اظہار کیا۔

قوام الملک نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ فیروز شاہ بھی خانبہاں کو جواب ادا کرتا تھا اور اُس کی تمنا کے مطابق اُس کی تسکین کرتا تھا۔ شہر دہلی میں شور برپا ہو گیا کہ قوام الملک نے بادشاہ کی خدمت میں عرائض روانہ کئے ہیں اور خود بھی امروز فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔

خواجہ جہاں نے آشکارا و خفیہ دلائل و نشانات سے معلوم کر لیا کہ قوام الملک فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہونے والا ہے اور اُس نے ارادہ کیا کہ اُس کو گرفتار کرے۔

بحان اللہ عجیب راز ہے کہ جس کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب خدا کی مشیت یہ ہو کہ فیروز شاہ ملک میں حکومت کرے تو دوسرا کون ہے جو اُسے روک سکتا ہے۔

غرض کہ خدا کی حکمت بالغہ سے قوام الملک نے ارادہ کیا کہ دہلی سے روانہ ہو۔ قوام الملک نے اُس روز مقررہ مکان میں قیام کیا اور خواجہ جہاں بالا اُسے ہزار ستون مقیم تھا۔

غرض کہ قوام الملک ہزار ستون کے نیچے آیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ کوشک کے اوپر جائے۔

خواجہ جہاں کا ایک ملازم کوشک کے بالائی حصے سے نیچے آ رہا تھا اُس شخص نے قوام الملک کو دیکھ کر دانت کے نیچے اٹھکی دبائی اور آنکھوں کے اشارے سے کہا کہ محل کے اوپر جانا مصلحت سے بعید ہے۔

قوام الملک اُس شخص کا مطلب سمجھ گیا اور فوراً بالائی حصے کے پیش در میں اپنے کو لنگ بنادیا۔

قوام الملک نے اپنے ایک شخص کو بھی خواجہ جہاں کے پاس روانہ کر کے اُس کو اپنی علالت سے آگاہ کیا اور کہا کہ میرے پاؤں میں ورم آگیا ہے اور میں اپنے مکان سے آپ کے آستانے تک ہزار دقت آیا ہوں لیکن اب بالائے محل آنا میرے امکان سے باہر ہے۔

خواجہ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ قوام الملک الفاظ معذرت خود اپنی زبان سے ادا کئے ہیں، اپنے ایک ملازم کو دوڑایا تاکہ قوام الملک سے کہے کہ مجھ کو تم سے ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنا ہے، میرے قریب تک ضرور آؤ۔ جب تک کہ خواجہ جہاں کا قاصد قوام الملک تک پہنچے یہ امیر مہمن کو شک میں پہنچ گیا۔

خواجہ جہاں کا ملازم قوام الملک تک پہنچا اور خواجہ جہاں کا پیغام اُس تک پہنچایا۔

قوام الملک نے جواب دیا کہ میں پاؤں کے درد سے ایسا بقیہ رہا ہوں کہ مجھ کو اپنے سر و پا کا ہوش نہیں ہے، نماز صبح کے اول وقت آؤں گا۔

جب تک کہ خواجہ جہاں کے ملازم قوام الملک کا جواب اُس تک پہنچا، قوام الملک قبلہ رخ کے پیش در تک پہنچ چکا تھا۔

سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں قوام الملک کے مکان کا زیرین حصہ قبلہ رخ تھا۔

قوام الملک اپنے مکان کے زیریں حصے میں آیا اور اُسی وقت اور اُسی چوڑوں پر سو رہا کہ اپنے ذوق و فرزند و مصاحبین و تمام خدم و خشم کے ہمراہ روانہ ہو کر دروازہ میدان پر آیا۔ دربان نے ارادہ کیا کہ دروازہ بند کرے لیکن سازجی جان دوڑے اور انھوں نے غول فشان تلواریں نیام سے نکالیں۔

دربان دروازہ بند نہ کر سکا اور قوام الملک آہستہ آہستہ فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوا اور فیروز شاہ سستی سے آگے بڑھا۔ قوام الملک نے چند منزل راہ طے کر کے

منزل اکہار میں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور سعادت قدم بٹکاسے بہرہ اندوز ہوا۔
 اسی روز شاہزادہ فیروز خاں کے محل میں فرزند پیدا ہوا۔
 فیروز شاہ کو اس مقام پر دو خوشی حاصل ہوئیں، ایک تو ام ملک کی حاضری
 اور دوسرے شاہزادے کے مکان میں تولد فرزند۔
 بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر بزرگ کو بسایا اور اُس کو فتح آباد کے نام سے
 موسوم کیا۔

فیروز شاہ نے نوزائیدہ فرزند کا بھی فتح خاں نام رکھا۔
 اسی روز تو ام ملک بادشاہ کے حضور میں امیدوار کمرمت حاضر ہوا اور فیروز شاہ
 نے اس امیر کو شانہ نوازش سے سرفراز فرمایا۔

نواں مقدمہ

خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ خواجہ جہاں نے سنا کہ تو ام ملک اُس کی اطاعت سے مخرف
 ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

موترخ مصنف شمس سراج عقیف نے اُن اشخاص سے جو اس موقع پر
 جمع تھے، بیان کیا ہے کہ خواجہ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ تو ام ملک مرغان ہوائی
 کی طرح پرواز کر کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو یہ امیر صرف ایک بیہوش تن پر
 اور برہنہ سر تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے اور دونوں ہاتھ پٹھ سے پیچھے باندھے ہوئے
 ہنایت حکمند و پریشان بالا لئے ستون آمد و رفت کرتا تھا۔

جو اشخاص کہ اس معاملے میں خواجہ جہاں کے رفیق طوق اور شیر تھے انھوں نے
 بارگاہ اس کی گفتگو شروع کی اور اس امیر سے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم تو ام ملک کا
 تعاقب کوں اور دیکھیں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔
 خواجہ جہاں نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔

چونکہ خواجہ جہاں معاملہ فہم، عاقل و کامل وزیر تھا اُس کو یقین ہو گیا کہ حکمت خداوندی و تقدیر الہی کا تقاضا یہی ہے کہ سلطان فیروز شاہ تخت حکومت پر بیٹھ کر دہلی کا مالک و فرماں روا ہو۔

خدا کی اس مشیت کو کون بدل سکتا ہے اور کس انسان و ملک میں یہ قدرت ہے کہ فیروز شاہ کو نقصان پہنچائے۔

چونکہ خواجہ جہاں کی قسمت میں مرتبہ شہادت مقدر تھا تمام اسباب شہادت خود بخود ہتھیا ہو گئے

خواجہ جہاں نے دل ہی دل میں اس معاملے میں غور کیا اور یہ طے کیا کہ میرا فعل حکمت و صداقت سے بید تھا اور چونکہ معاملے کی حقیقت بھی باطل و غلط ہے میری کوشش سے اس کا رد و براہ ہونا کل ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں بھی سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا تدارک و تلافی کروں اس کے بعد جو منظور خدا ہے اُس کے ظہور کا منتظر ہوں۔

مختصر یہ کہ قوام الملک بخشینے کے روز دہلی سے روانہ ہوا تھا اور اُسی روز منزل آسماعیل میں جو دہلی سے چوبیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے، فرکش ہوا۔

خواجہ جہاں جیسے کے روز دہلی سے روانہ ہو کر حوض غلامی کے جوار میں مقیم ہوا۔ تمام لوگ و امرا جو خواجہ جہاں کے رفیق و ہم خیال تھے حوض غلامی کے قریب اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ ملک حسن و ملک حسام الدین ازبک وغیرہ خواجہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہ امیر حیران تھے کہ خواجہ جہاں نے کس قسم کا ارادہ کیا ہے۔

ان امرائے اس حیرانی کے عالم میں خواجہ جہاں سے دریافت کیا کہ آپ تو فیروز شاہ سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں؟ ہماری بابت کیا ارشاد ہوتا ہے۔

خواجہ جہاں نے ان امر کو جواب دیا کہ آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ پسر سلطان محمد کو بادشاہ تسلیم کرنے میں میری کوئی ذاتی غرض نہ تھی اس لئے کہ پیغمبر کا مقام تاجداران عالم کا حق ہے اور وزارت کا منصب و ذرا کے لئے موزوں ہے۔ اگر تاجدار و ذرا کے منصب کی اور وزیر بادشاہان عالم کے مرتبے کی

خواہش و آرزو کریں تو قلیل ہی مدت میں ملک خراب و تباہ ہو جائے گا۔
 مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں نے لشکر کو
 ساخت و تاراج کیا اور اسی ہنگامے میں تاتار خاں اور فیروز شاہ غائب ہو گئے ہیں
 اس لئے میں نے ملک کا انتظام برقرار رکھنے اور رعایا کو مطمئن کرنے کے لئے یہ
 غلط راہ اختیار کی جس میں مجھ سے یہود واقع ہو گیا۔
 غلامی نے ہر دو جانب مختلف گفتگو شروع کی ورنہ مجھ کو مرتبہ سلاطین سے
 کیا نسبت ہے۔

اس کے علاوہ سلطان محمد کے عہد حکومت میں میں نے فیروز شاہ کو
 پر خواندہ بنایا تھا اور میر سے تمام تعلیقیں پڑہ فیروز شاہ کے سامنے آتے تھے۔
 فیروز شاہ خود بھی مجھ کو پدھر مہربان کہتا اور خیال کرتا تھا لیکن میری سمجھ میں
 نہیں آتا کہ اب خدا کی کیا مشیت ہے اور پردہ عیب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔
 تم سب میرے ہمراہ رہو اور مجھ سے جدائی نہ اختیار کرو۔
 میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ فیروز شاہ کی فطرت بیدار ہو چکی ہے اور وہ میرے
 معروضے کے مطابق تم سب کو امان دے گا۔

خواجہ جہاں نے یہ راز پہنچا اپنے رفقا سے ظاہر کیا اور ہر شخص خواجہ جہاں
 کی اس نرمی پر رونا۔ اس زمانے میں خواجہ جہاں کی عمر اتنی سے متجاوز ہو چکی تھی اور یہ
 امیر پر عمر ہو گیا تھا۔
 خواجہ جہاں نے حلقہ سر کر لیا تھا اور حضرت نظام الدین محبوب الہی کا
 مرید ہو چکا تھا۔

مختصر یہ کہ ان امرائے خواجہ جہاں کی فرائید گفتگو سن کر عرض کیا کہ اگر آپ
 حکم دیں تو ہم بھی اپنی رائے ناقص کا اظہار کریں۔
 خواجہ جہاں نے ان امرائے گفتگو کی اجازت دی اور امیروں نے عرض کیا
 کہ آئیں ملکی قواعد جاندار میں پدیری و پسری کے تعلقات کو مطلقاً دخل نہیں ہے
 اور کسی شخص کی غلطی اور اس کا سہواؤس کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ
 بادشاہوں کے طرز و روش کے خلاف ہے۔

فیروز شاہ اگرچہ نیک فطرت ہے لیکن یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں روش سلاطین کے خلاف نہ کرے گا۔

خواجہ جہاں نے کہا کہ اگر میں واپس ہو جاؤں اور حصار دہلی میں پناہ اختیار کروں تو ممکن ہے کہ فیروز شاہی لشکر قلعے کا محاصرہ کر کے حصار پر قبضہ کرے اور مسلمانوں کی عورت پرودہ نشین نا اہل افراد کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر بے عزت ہوں اور میں اس پیرانہ سالی میں قیامت میں جواب دہ ہوں۔

آخر غور کر دیکھیں کب تک زندہ رہوں گا، میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں اور خدا کی مرضی کا پابند جو اس کا حکم ہے وہی ہوگا۔

ان امر کو معلوم ہو گیا کہ خواجہ جہاں ضرور فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہوگا۔ امرایں بعض افراد تو خواجہ جہاں کے ہمراہ دربار فیروز شاہ سے جا ملے اور بعض خواجہ جہاں سے علیحدہ ہو کر تنہا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔

مختصر یہ کہ قوام الملک فتح آباد میں سلطان فیروز شاہ سے جا ملا اور خواجہ جہاں دھانسور کی منزل میں جا کر وہ سے قریب ہے۔ دوسرے روز قوام الملک سے متصل خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

راویان معتبر نے بندہ ضعیف شمس سراج عقیف سے روایت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے نماز ظہر کے وقت دربار عام کیا۔ بادشاہ ایک صندلی پر بیٹھا اور رسوم جہانداری کے موافق تمام ارکان دولت حاضر ہوئے۔

خواجہ جہاں نے زنجیر آہنی گردن میں آویزاں کی اور دستار اپنے سر سے اتار کر ایک ٹوپی پہنی اور تیغ برہنہ گردن سے باندھ کر پردہ شاہی کے متصل بائیں مقام پر استادہ ہوا۔

نماز ظہر کے وقت سرانچہ بازگاہ گرایا گیا اور ایک پرتاب کی دوری سے امرا آداب بجالائے، بادشاہ کی نظر خواجہ جہاں پر پڑی اور فیروز شاہ نے اسی وقت فرمایا کہ خواجہ جہاں سے دریافت کیا جائے کہ اس نے اپنی گردن میں زنجیر کیوں آویزاں کی ہے۔ خواجہ جہاں نے تخت کے روبرو حاضر ہو کر یہ شعر عرض کیا۔

باز آمدہ امچو خنیاں بر در شاہ
ایک سرو تیغ آنچہ باید آن کن
فیروز شاہ نے معتبر اشخاص کو روانہ کیا اور ان افراد نے بادشاہ کے حکم سے
خواجہ جہاں کے سر پر پگڑی باندھی اور کہا کہ بادشاہ کا ارشاد ہے کہ مجھ کو ہرگز تمھاری
ذات والا صفات سے بدگمانی نہیں ہے۔

بادشاہ نے اُسی وقت سوارٹی خاصہ کا زرین چڈول روانہ کیا اور اپنی نوازش کا
اس طرح اظہار کیا اور حکم نافذ فرمایا کہ خواجہ جہاں کو اس چڈول پر سوار کر کے اور
ایک خیمہ و چند سراپردہ شاہی نصب کر کے خواجہ جہاں کو اُس خیمے میں مقیم کرائیں۔
فیروز شاہ نے خواجہ جہاں کو پیغام دیا کہ میں اُس خیمے میں ملاقات
کے لئے آتا ہوں۔

غرض کہ خواجہ چڈول میں سوار ہو کر اُس خیمے میں مقیم ہوا۔
واضح ہو کہ خدا کی امداد و اعانت سے فیروز شاہ کے حق میں حضرت
شیخ قطب الدین مستور رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت درست ہوئی اور جیسا کہ حضرت شیخ
نے فرمایا تھا کہ دہلی اس مقام پر دست بستہ حاضر ہوگی، وہی ہوا اور عین راہ میں فیروز شاہ
دہلی پر قابض ہو گیا۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہی اہل دربار کی خواجہ جہاں کے متعلق رائے و مشورہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ کا ارادہ تھا کہ خواجہ جہاں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائے
اور اُس کو عہدہ قدیم یعنی مرتبہ وزارت پر فائز فرمائے۔

فیروز شاہ نے خیال فرمایا کہ فرقہ دزرا اور نیز اہل دربار کا قاعدہ ہے کہ عمال کو
تکالیف پہنچاتے ہیں اور مال جمع کرنے کے لئے بید سعی و کوشش فرماتے ہیں۔
خواجہ جہاں کی رائے غلط ثابت ہوئی لیکن آخر کار اُس نے عہد وزارت کی
اور عفو و تقصیر کی درخواست کی اب اس کا قصور معاف کرنا مناسب ہے اور اس کو

مرتبہ وزارت عطا کرنا تو بہن انصاف ہے۔

اس موقع پر بادشاہ دین پناہ نے حضرات صوفیہ کے مسلک پر عمل کرنا مناسب خیال کیا اور ارادہ کر لیا کہ خواجہ جہاں کا تصور معاف فرادے۔

اہل دہر بار کو فیروز شاہ کے ارادے سے اطلاع ہوئی اور معلوم ہو گیا کہ خواجہ جہاں کے معاملے میں کرم و رحم شانانہ سے کام لے کر اس کے گناہ کو معاف فرمائے۔

تمام خانان عظیم الشان و ملوک ایک مقام پر جمع ہوئے اور انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ یہ طے کیا کہ ملکی معاملات میں غدر کرنا گناہ عظیم ہے اور ہر ایسے گناہ کی سزا دینی واجب ہے۔

اس قسم کے گناہ کو معاف کرنا پشمانی و ندامت کا سبب ہے جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کو اصل عظیم الشان مضرت برداشت کرنی پڑتی ہے

انج اُمرا نے یہ بھی طے کیا کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر براہ راست اپنے ارادے سے مطلع کروں۔

غرض کہ یہ اُمرا مجلس مشورہ سے اٹھ کر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عمار الملک کو فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

عمار الملک نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تمام ملوک و اُمرا راست پر حاضر ہیں یہ گروہ کچھ غرض کرنا چاہتا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت سے دریافت کر لیا کہ امیروں کے قلوب میں مخالفت کی آگ بجھ کر اٹھی ہے اور یہ گروہ میرے ملک حکومت سے برداشتہ ظالم ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے امراکو حاضر ہونے کا حکم دیا اور اعیان ملک حاضر ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر عرض کیا۔

اس موقع پر شمس حنیف نے بعض معزز اشخاص نے بیان کیا کہ امراکو دیکھ کر بادشاہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ غرض کہ امیروں نے مخلصانہ الفاظ زبان سے نکالے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ خدا کی عنایت و ہر بانی سے دہلی فتح ہو گئی اور خواجہ جہاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

ان واقعات سے رعایا کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو گیا اور رنج و غم

قطعاً قلب سے دور ہوا اور بندگان درگاہ کو کیسوی حاصل ہو گئی ہے۔
 ہر مسلم پر تمام عمر میں ایک بار حج کرنا فرض ہے اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو
 ہم بندگان درگاہ خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر سعادت حج حاصل کریں۔
 فیروز شاہ امرا کے ارادے سے واقف ہوا اور اُس نے مناسب
 الفاظ میں تقریر کی۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگر کسی اہل قلم سے قصور سرزد ہو تو سلاطین یا اغتیا کو
 اُس کی تصدیق معاف کرنی چاہیئے، جیسا کہ فرزاد یا ان قدیم کے حالات میں مرقوم ہے۔
 امیروں نے اس موقع پر بادشاہ سے عرض کیا کہ سلاطین کے ماتحت افراد
 کے گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک صغیرہ اور دوسرے کبیرہ۔
 بادشاہ اگنا مان صغیرہ معاف کر سکتے ہیں لیکن گناہ کبیرہ کو معاف کرنا مناسب
 نہیں ہے اس لئے کہ ایسے گناہوں کے معاف کرنے سے آخر کار ندامت و پشانی
 ہوتی ہے، خاص کر خواجہ جہاں ایسے افراد کے معاملے میں اس گناہ کو معاف کرنا
 ہرگز زیبا نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ اس امیر نے ایک بچے کو فرماں روا تسلیم کیا اور بشمار نقد و دولت
 رعایا کو تقسیم کی اور جب روپیہ باقی نہ رہا تو زر نقد کے عوض جو اہرات و دیگر الماس
 ادا کئے اور اس طرح تمام خزانہ خالی کر دیا۔

آخر میں جب اس امیر نے دیکھا کہ تمام خلقت خدا بادشاہ عالم کی مطیع و پی خواہ
 ہو گئی ہے اور ہر فرد نے حضرت کو اپنا مالک و آقا تسلیم کر لیا تب خواجہ جہاں نے
 دیگر وزراء کے طریقہ کار پر عمل کیا۔ حضرت کو معلوم ہے کہ اگر خدا خواست ہمارا پلہ
 بھاری نہ ہوتا تو خواجہ جہاں دستور ان پر دیز کی طرح غدر نہ کرتا بلکہ ظاہر و باطن
 ہر طریقے پر ہمارا کام تمام کر دیتا اور ہم میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔
 امیروں نے اس تقریر کے بعد فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہماری عقل ناقص میں
 جو آیا ہم نے عرض کر دیا، آئندہ جیسی رائے عالی ہو۔

فیروز شاہ کو معلوم ہو گیا کہ تمام امرا اپنی ذاتی فراست و دانشمندی کی وجہ سے
 خواجہ جہاں کی ہلاکت کے درپے ہیں اور اس امیر کو قتل کرنے کے تمام امرا نے دربار

متفق معروضہ پیش کر رہے ہیں۔

فیروز شاہ کا رنگ اس فکر و اندیشہ سے زرد ہو گیا اور چند روز اسی رنج و غم میں بسر کئے اور شبانہ روز انتہائی غور و فکر میں بسر کرتا رہا۔

غرضیکہ سید غور و فکر کے بعد بادشاہ نے عماد الملک کو خلوت میں طلب کر کے راز پنہاں سے اُس کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ اُمرا سے جا کر کہو کہ خواجہ جہاں کے معاملے کو میں نے تمہارے سپرد کر دیا جو تم مناسب خیال کرو اُس پر عمل کرو میں نے اس امیر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

بادشاہ نے اُمرا سے یہ گفتگو کی اور خواجہ جہاں پر ہر دم تازہ رحمت و شفقت کرنے لگا۔

غرضیکہ فیروز شاہ اور اُمرا میں یہ گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے خواجہ جہاں کا معاملہ اُنہی کے حوالے کر دیا۔

مختصر یہ کہ تمام امیر دل و جان سے متفق ہو گئے۔

اُمرا نے بادشاہ کی طرف سے خواجہ جہاں کو یہ پیغام دیا کہ تم اب ضعیف و بزرھے ہو گئے میں سا بانہ تمہاری جاگیر میں عطا کرتا ہوں تم اپنی جاگیر کو جاؤ اور وہیں یاد الہی میں زندگی کے بقیہ روز تمام کرو۔

پروردگار کی مشیت کے بھی عجیب اسرار ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو تقرب و سعادت کی برکات سے مستفید فرماتا ہے تو بلا مشقت و محنت اُس کے لئے تمام اسباب نعمت موجود ہو جاتے ہیں۔

خدا کے کریم نے خواجہ جہاں کو تمام دینی و دنیوی نعمتوں سے ہمراہ اندوز فرمایا تھا اب آخر عمر میں اُس کو سعادت شہادت بھی نصیب فرمائی۔

مورخ عقیف مغل حادثے کے بیان کے ضمن میں چند سطریں ہر تہ شہادت کی بلند ہی و عظمت کے بارے میں معرض تحریر میں لائے گا تاکہ ناظرین اس مرتبے کی برکات سے بخوبی آگاہ ہو جائیں۔

غرض کہ خواجہ جہاں سا بانہ روانہ کیا گیا اور اس امیر نے ہنوز چند منزل راہ طے کی تھی کہ شیر خاں بھی اس مقام پر آیا۔ شیر خاں نے خواجہ جہاں سے ملاقات نہ کی

اور ایک دوسرے مقام پر فروکش ہوا۔
ان واقعات کی اطلاع خواجہ جہاں کو ہوئی اور اُس کو اطلاع دی گئی کہ شیر خاں
آپ کے لئے فرمانِ رحمت لایا ہے اور یقین ہے کہ آپ کو واپس لے جائے گا۔
خواجہ جہاں نے جواب دیا کہ شیر خاں فرمانِ کرم لے کر نہیں حاضر ہوا ہے
بلکہ وہ میری ہلاکت کا مزدہ لایا ہے۔ اگر میرے حق میں فرمانِ رحم صادر ہوتا تو
شیر خاں کی مجال نہ تھی کہ بغیر مجھ سے ملاقات کئے ہوئے دوسرے مقام پر
فروکش ہو۔

شیر خاں کی اس ادا سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اُس کے پاس فرمانِ رحم و کرم
نہیں ہے۔

سبحان اللہ اس وزیرِ خوش تدبیر کی عقل و فراست کا کیا کہنا جس نے محض
قرآن سے اصل حقیقت کا پتہ لگا لیا۔ مختصر یہ کہ روزِ دیگر خواجہ جہاں نے شیر خاں
سے چند سراپے طلب کئے اور اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اس سراپہ دے کو
صحرا میں نصب کریں اور صحن کو صاف و ہموار بنادیں۔
خواجہ جہاں اس مقام پر لایا گیا اور اس امیر نے پریشانی کے عالم میں
پانی طلب کیا۔

خواجہ جہاں نے دوبارہ وضو کیا اور حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین
رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ سر پر رکھی اور حضرت کی دستار مبارک باندھ کر شہ شیرازی
کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے کہا کہ تمھاری تلوار تیز ہے۔

خواجہ جہاں کا ایک دست گرفتہ موجود تھا۔ اس امیر نے اپنے مصاحب کو
وضو کرنے کا حکم دیا اور فرمائش کی کہ دو گانہ نماز ادا کر کے تیغ رانی کرے۔

یہ مصاحب نماز سے فارغ ہوا اور خواجہ جہاں نے سجدے میں جمعہ سکایا۔
اس امیر نے بیچ انگیزہ لہجے میں کلمہ طیبہ پڑھا اور اُس مصاحب نے تلوار
گلے پر پھیری اور اُسی دم سترن سے جدا ہو گیا۔

سبحان اللہ کیا مقامِ عبرت ہے جس کا سبق انگیز منظر پر دروکارِ عالمِ دنیا میں
ظاہر فرماتا ہے۔

اہل اسلام و ایمان کا فریضہ ہے کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے طلب آخرت میں سعی و کوشش کریں۔

گیارہواں مسئلہ

فیروز شاہ کا شہر ہانسی میں ورود

نقل ہے کہ پروردگار کے لطف و کرم سے بادشاہ کو فتح ہلی کی طرف سے الطمینان حاصل ہوا اور بادشاہ جاہ و جلال و نعمت و سعادت کے ہمراہ اگر وہ شہر کو روانہ ہوا۔ فیروز شاہ چند منزل طے کر کے ہانسی پہنچا اور حدود شہر میں قیام اختیار کیا۔

معتبر و راست گفتار راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ فیروز شاہ نے حضرت قطب الدین منور سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔

بادشاہ حصار میں داخل ہوا اور اُس وقت حضرت شیخ نماز جمعہ کے لئے خانقاہ سے باہر تشریف لائے تھے اور اپنی خانقاہ کے دروازے پر استادہ تھے۔ فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ میں پہنچا۔

حضرت شیخ نے اُس وقت اپنے جد امجد حضرت شیخ جمال الدین ہانسی کا جبہ مبارک زیب تن فرمایا تھا اور جد بزرگوار کی شان فقر میں جلوہ نہاتے۔

وافح ہو کہ یہ جبہ مبارک سید کہنہ تھا جو حضرت کے بدن مبارک پر تھا۔

مخصوص کہ فیروز شاہ حضرت قطب الدین کی ملاقات کو حاضر ہوا اور منانِ اعظم آدرمان بادشاہ کے ہر کاب تھا۔

بادشاہ دیندار نے حضرت شیخ سے مصافحہ کیا۔

حضرت شیخ نے مصافحے کے بعد فیروز شاہ سے فرمایا کہ فقیر نماز جمعہ کی نیت سے خانقاہ سے باہر آیا تھا۔ لیکن بادشاہ کو تشریف لاتے دیکھ کر حیران ہوں کواب کیونکر اپنے مکان کو واپس ہوں۔

اس تقریر کا مقصد یہ تھا کہ سلاطین کو قبل نماز جمعہ فقر کی ملاقات کو نہ آنا چاہیے۔
اس کے بعد حضرت شیخ متوڑ رحمۃ اللہ علیہ نے چند کلمے بطور وعظ و نصیحت کے فرمائے۔

ایک امر یہ تھا کہ حضرت شیخ نے بادشاہ سے فرمایا کہ دعا گو نے سنا ہے کہ بادشاہ کو بادہ خواری سے بے حد شوق ہے اور اس شغل کی وجہ سے اہل حاجت کی کار براری میں رخصت پڑتا ہے۔

ظاہر ہے کہ پروردگار عالم نے چند مسلمانوں کے حقوق کا آپ کو محافظ مقرر کیا ہے۔

مسلمان جو ہمیشہ پریشان خاطر رہتے ہیں اُن کے حال سے غافل رہنا مصلحت و دور اندیشی سے بعید ہے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ انشاء اللہ اب میں شغل میکشی نہ کر دوں گا۔

حضرت شیخ نے جواب دیا الحمد للہ علی ذالک۔

دوسری نصیحت یہ تھی کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعا گو نے سنا ہے کہ

بادشاہ صیدا اقلنی کے حد سے زیادہ شائق و حریص ہیں۔

شکار کے لئے ایک عالم کو پریشان و سرگرداں کرنا اچھا مشغلہ نہیں ہے

اور ایک بے زبان جاندار کو بلا کسی ضرورت کے بیجان کرنا زیبا نہیں ہے۔

شکار اسی قدر کرنا جائز ہے جس قدر کہ ضرورت ہو بے حاجت جانور وں کو شکار کرنا مصلحت نہیں ہے۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس مشغلے سے باز رکھے۔

حضرت شیخ نے بادشاہ کے جواب میں فرمایا کہ سبحان اللہ ہماری دعا کا منکرو ہو۔ اور اس کے بعد بلند معنی کلمات فرمائے۔

حضرت شیخ نے مکرر یہ فرمایا کہ ہماری دعا کا منکار یہ نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کر لی ہے۔

جناب شیخ نے یہ فرمایا اور فوراً مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

فیروز شاہ اس مقام سے واپس ہوا اور حضرت شیخ مسجد میں داخل ہوئے۔
بادشاہ لشکر گاہ کو واپس آیا اور نماز جمعہ کے لئے حصار شہر کی مسجد میں
داخل ہوا۔

فیروز شاہ ملوک خانے میں بیٹھا اور حضرت شیخ علیحدہ مقام پر رونق افروز
ہوئے جو حضرت کے اسلاف کرام کے لئے ہمیشہ کے لئے مخصوص ہے۔
بادشاہ نے ملوک خانے سے حضرت کو دیکھا اور بادشاہ نے ایک استری
لبادہ جس میں سیاہ و لال مصاریاں تھیں حضرت کے لئے بطور تحفہ روانہ کیا۔

اُس زمانے میں حضرت کے فرزند رشید شیخ الاسلام قطب الامام
برگزیدہ حضرت علامہ شیخ نور الحق والشرع والدین اس مورخ ضعیف کے
پیر و مرشد نے اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ بادشاہ نے حضرت کے لئے
ایک لبادہ روانہ کیا ہے

جناب شیخ نے دریافت کیا کہ لبادے کا کپڑا شرعاً مباح ہے یا حرام
اور آپ سے عرض کیا گیا کہ کپڑا غیر مشروع ہے جناب شیخ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ
اگر اس کپڑے کا پہننا حرام ہے تو یہ لبادہ فقیر کے کس کام کا ہے۔
حضرت شیخ متور نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور حضرت بندگی نور الحق
کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ فعل بادشاہ کو ناگوار نہ ہو۔

حضرت بندگی نور الحق نے دو اشخاص کو لبادے کی ہر دو آستینیں
ہاتھ میں لے کر جب تک کہ جناب شیخ مسجد سے باہر آئیں حضرت شیخ کے عقب میں
راہ طے کریں اس لئے کہ بادشاہ ملوک خانے سے برابر دیکھ رہا تھا۔

یہ اشخاص لبادہ ہاتھ میں لے کر حضرت شیخ متور کے عقب میں روانہ
اور بادشاہ اس منظر کو دیکھتے ہی اپنے ملازمین روانہ کئے اور الفاظ معذرت میں
پیغام دیا۔

بادشاہ نے معذوم زادے کو پیغام دیا کہ اگر حضرت شیخ لبادے کو غیر مشروع
خیال فرما کر اُس کے پہننے سے انکار فرماتے ہیں تو ان کو تکلیف دینے کی ضرورت
نہیں ہے۔

یہ حضرات دین کے بادشاہ ہیں غیر مشروع لباس کیونکہ پہن سکتے ہیں۔
 سبحان اللہ ہانسی میں کس قدر پاکیزہ نفوس بزرگان دین اور ان کی اولاد امجاد
 آرام فرما ہیں جن کے قدوم کی برکت سے خلافت شہر مغلوں کی غارت گری سے محفوظ رہے۔
 اگر خدا نے چاہا تو اہل ہانسی کے اس آفت سے محفوظ رہے کی تفصیل مناسب
 موقع پر معرض تحریر میں آئے گی اس لئے کہ مؤرخ ضعیف نے اس تاریخ کی تالیف میں
 ایک مقصد یہ بھی ملحوظ رکھا ہے۔

بارہ سوال مقدمہ

شیخ نصیر الدین و شیخ قطب الدین کا ہانسی میں باہر گر ملاقات کرنا

نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو اپنے ہمراہ ٹھٹھ
 لے گیا تھا۔ سلطان محمد نے ٹھٹھ میں دقات پائی اور فیروز شاہ ان کی بجائے
 تخت حکومت پر متمکن ہوا اور حضرت چراغ دہلی بادشاہ کے ہمراہ واپس ہوئے۔
 حضرت شیخ نصیر الدین ہانسی پہنچے اور بندگی شیخ قطب الدین مختور سے
 ملاقات کرنے ان کی خانقاہ کو تشریف لے گئے۔

واضح ہو کہ یہ ہر دو بزرگوار حضرت شیخ الاسلام نظام الدین محبوب الہی کے
 مريد و خلیفہ ہیں اور ایک ہی روز حضرت شیخ ہر دو بزرگ کو خرقہ خلافت عطا
 فرمایا ہے۔

منصب ارشاد عطا فرمانے کے بعد حضرت محبوب الہی نے ان ہر دو
 بزرگ سے فرمایا کہ تم دونوں مثل دینی بھائیوں اور نیک اندیش دوستوں کے تفلیک
 ہونا چاہیے اور باہم نہایت محبت و الفت کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے۔
 پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق ہر دو بنظر بزرگواروں نے برادران حبانی و
 دوستان دو جہانی کی طرح اس عالم فانی میں سلوک کیا۔

ان ہر دو بزرگواروں کی محبت اس درجہ ترقی کر گئی تھی کہ اگر کوئی طالب ارادت

ہانسی کو جاتا اور حضرت شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت شیخ اُس سے دریافت فرماتے کہ تم کو کس بزرگ سے ارادت ہے۔

اگر یہ شخص عرض کرتا کہ میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مرید ہوں تو حضرت قطب الدین منور اُس شخص سے فرماتے کہ آؤ اور میرے قریب بیٹھو اس لئے کہ تم میرے برادر زادے ہو اور حضرت اُس شخص پر بید نوازش و کرم فرماتے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہانسی سے دہلی حاضر ہوتا اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی تہہ منویٰ کو حاضر ہوتا اور حضرت شیخ دریافت فرماتے کہ یہ شخص کس بزرگ سے ارادت رکھتا ہے اور وہ جواب میں عرض کرتا کہ حضرت شیخ قطب الدین منور کے مطلقہ ارادت میں داخل ہے تو حضرت شیخ اُس شخص پر بید عنایت فرماتے اور اُس کو آغوش شفقت میں لے کر مہربانی فرماتے اور اُس کو اپنی خانقاہ میں رہنے کی اجازت دیتے تھے۔

اگر یہ تورخ عقیف جو بزرگان دین کا خادم و فکش بردار ہے ان ہر دو بزرگوار کے اتحاد و موافقت کو تفصیل سے گزارش کرے تو اُس کے لئے ایک جگہ گناہ و فتنہ درکار ہو گا۔

صفحہ ۸۴

مختصر یہ کہ ان ہر دو بزرگوار کا آخر وقت آچکا تھا اس لئے حضرت شیخ نصیر الدین محمود ہانسی پہنچے تو حضرت قطب الدین منور کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔

حضرت قطب الدین منور کو معلوم ہوا کہ شیخ نصیر الدین محمود خانقاہ کے روبرو آگئے ہیں اور شیخ منور پر ہنہ پادوٹے اور شیخ نصیر الدین سے ملاقات کی۔ ہر دو بزرگ باہم بیٹھا آئیں ہوئے اور شیخ قطب الدین نے اپنا ماتہ حضرت نصیر الدین کے قدموں کی طرف بڑھایا اور حضرت نصیر الدین محمود نے شیخ قطب الدین منور کے قدم لینے کا ارادہ کیا۔

غرض کہ ایک لمحے تک ہر دو بزرگ تواضع میں مصروف ہوئے اور اس کے بعد بید محبت و اتحاد کے ساتھ ایک دوسرے کا ماتہ بکڑ کر خانقاہ میں تشریف لائے۔

ہر دو بزرگ ایک ہی مقام پر رونق افروز ہوئے اور اپنے پیرو مشد حضرت نظام الدین محبوب الہی کو یاد کر کے بید روئے۔

اس کے بعد فیض سے قوال پہنچ گئے اور ہر دو بزرگوں کو اسماع میں منہمک ہو گئے۔
چند روز ہر دو بزرگ مجلس سماع میں تشریف فرما رہے اور حقیقت یہ ہے کہ
ان بزرگوں کی طرح مجلس سماع میں کم کسی شخص کو یہ مراتب عالیہ عطا ہوئے ہوں گے۔
اس معاملے میں حضرت شیخ بحال الدین ہانسوی حضرت قطب الدین منور کے
جدا مجد نے فرمایا ہے۔

بردارک دل سماع چوں تاج بود بردوش دل حزمین دیباچ بود
غرض کہ ہر دو بزرگوں کو اسماع سے فارغ ہوئے اور عالم سکر سے مقام محو میں
نزول فرمایا۔

ظاہر ہے کہ علمائے شریعت و بزرگان طریقت میں سماع کے مسئلے میں حید
اختلاف ہے، لیکن صحیح قول یہی ہے جس پر سب کو اتفاق ہے کہ السماع مباح لاہلہ
لیکن مرتبہ اہلیت میں بھی علما کے درمیان اختلاف ہے۔

حضرت شیخ بحال الدین ہانسوی فرماتے ہیں۔
-حاکم سماع را بدانی در حال در حرمت دل اگر سخن گفت بحال
ارباب نفوس را حرام است حرام ارباب قلوب را حلال است حلال
سماع سے فارغ ہونے کے بعد نماز عصر کا وقت آیا اور اذان کی آواز بلند ہوئی۔
عصر کی سنت نماز سے فارغ ہو کر حضرت شیخ قطب الدین منور سے جو
اہل کثرت و ولایت تھے، طالب جنت یعنی شیخ نصیر الدین محمود کا ہاتھ پکڑا اور کہہ
آپ کو امامت نماز کرنی چاہیے۔

حضرت شیخ نصیر الدین نے جناب قطب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ امامت آپ کو
زیبا ہے۔

غرض کہ قلیل مدت تک ان ہر دو بزرگوں میں امامت نماز کے لئے لطیف
گفتگو ہوئی اور اس کے بعد حضرت نصیر الدین چراغ دہلی نے فرمایا کہ اگرچہ ہمارے
پیر و مرشد حضرت نظام الدین محبوب الہی نے ہم ہر دو بزرگان طریقت کو ایک ہی روز
خوف و خلافت عطا فرمایا ہے، لیکن آپ کو چاشت کے وقت خلافت عطا کی اور مجھ کو
نماز ظہر کے وقت اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

چونکہ حضرت شیخ نے خود خرقہ خلافت عطا فرمانے میں ایک قسم کا فرق مراتب پیدا فرمادیا ہے اس لئے امامت کے لئے آپ ہی کو سہقت کرنی چاہیئے۔

حضرت شیخ نصیر الدین نے یہ فرمایا اور پیر و مرشد کے حوالے سے گفتگو فرمائی اس لئے شیخ قطب الدین منور امامت کے لئے آگے بڑھے۔ سبحان اللہ کیا مبارک وقت تھا جب یہ ہر دو عارفان حق ایک جامع ہوئے گویا فرش زمین پر قرآن السعدین ہوا تھا۔ ادا کے نماز کے بعد دونوں بزرگ جدا ہوئے اور وداع آخری کر کے اپنے مقام عبادت گاہ کو واپس آئے اور یہیں آرام فرما ہوئے۔

صفحہ ۸۸

غرض کہ چند روز کے بعد ان بزرگان دین نے رحلت فرمائی۔
اول حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ رمضان المبارک کو رحلت فرمائی اور اس کے بعد حضرت قطب الدین منور نے اٹھائیس ذی قعدہ کو روضہ رضواں کی راہ لی۔

ہر دو بزرگان دین کے وصال میں صرف دو ماہ چند روز کا فرق رہا ظاہر ہے کہ تمام عالم طلب دنیا میں ممبر سر کرتا ہے یا طلب آخرت میں لیکن اہل محبت طالب دوست ہیں اور اس سعی و کوشش میں جان دیتے اور سرفروشی کرتے ہیں۔ لیکن باوجود ہر قدر محنت شدید کے اپنی ذاتی استعداد و قابلیت پر لحاظ کر کے ہر وقت ان کے دل دوست کی ملاقات و وصال سے ناامید رہتے ہیں۔
مورخ عفیف ان بزرگان دین کے حالات لکھ کر اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کرتا ہے۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا

فیروز شاہ دہلی وارد ہوا اور شہر میں ہر طرف لیل شادیاں نہ بجے اور تمام شہر آراستہ کیا گیا اور ہر قسم کے نعین و لطیف کپڑے آویزاں ہوئے اور قبتے بنائے گئے۔ غرض کہ تمام شہر آرائیں شاہی کے مطابق آراستہ کیا گیا۔

صفحہ ۸۸

معتبر روایت یہ ہے کہ تمام شہر میں چھ قتبے بنائے گئے تھے اس لئے کہ شہر فیروز آباد اس وقت تک آباد نہ ہوا تھا۔ ہر قتبے کے نیچے ایک روز مجلس جشن منعقد رہی اور ہر قتبے پر ایک لاکھ تینگے صرف ہوئے۔

مجلس جشن عام تھی اور طعام و شہرت و بھول بھلائی کے ساتھ ہوتا اور ہر شخص کے لئے عام تھے۔ تمام شہروں سے خلائق قتبوں کو دیکھنے جمع ہوئی۔

ایام جشن میں جو شخص تماشا کے لئے دہلی آتا تھا اس پر شاہی نوازش ہوتی تھی۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ ہر تماشاگر اپنی خواہش کے مطابق خواں نعمت سے سرفراز کیا جائے۔

قتبے لکھنوی کے بنائے گئے تھے جو بید بلند تھے اور جن کی پوشش لکڑیوں کی تھی۔ قتبوں میں نرم و ہر رنگ کے کپڑے لپیٹے گئے تھے اور ہر قتبے کے نیچے مجلس قیص و سرود گرم تھی۔

غرض کہ فیروز شاہ کے عہد معدلت میں اکیس روز تمام خلائق شہر نے عیش و نشاط میں بسر کیا۔

سبحان اللہ یہ فرمانروا بھی کس قدر مقبول و برگزیدہ الہی تھا کہ اس کے عہد حکومت میں عالم میں اس درجہ خوشی و خرمی کا دور دورہ ہوا۔ غرض کہ فیروز شاہ کے دہلی آنے سے اور فتح مند و بامراد ہونے سے تمام خلعت خدا خوش و خرم ہوئی۔

ہر شخص عیش و نشاط کے قصر میں بیٹھا اور نشاط انگیز بادہ خوش گوار کا دہہ مجلس میں چلنے لگا۔

تمام شہر خوش و خرمی کا بول بالا ہوا اور ہر فرد مسرت و نشاط کے ترانے گانے لگا۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا اہل دہلی کو انعام و اکرام سے سرفراز کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ ساعت سعید و یوم مبارک میں شہر دہلی میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے اپنے دستِ کرم سے تمام مخلوق کو انعام و اکرام سے سسر دے فراز فرمایا۔
خلائق دہلی جو قلعہ دو باکی وجہ سے بید پریشان ہو چکے تھے اور قلعہ دیوار چہ کی کمی سے
بے انتہا تکلیف و مصیبت کے عالم میں تھے، بادشاہ کی اس داد و بخش سے قطعاً
سطلین و مسرور ہوئے۔

فیروز شاہ نے تمام عالم چرس میں شریف و اعلیٰ طبقہ، آزاد و غلام تمام اشخاص
داخل نہیں، ابر باران کی طرح گہر باری کی۔

تمام عالم بوستان بن گیا اور بادشاہ نے تمام صغیر و کبیرہ گناہ معاف فرمائے۔
بادشاہ نے ہر شخص کو اُس کی التماس و خواہش سے دگنی رقم عطا فرمائی اور حقیقت
یہی ہے کہ اس قسم کے فعل کو عطاء جبریل کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ عطاء جبریل اُس انعام کو کہتے ہیں کہ جس شخص کو عطیہ عنایت ہو
وہ اُس کے اٹھانے سے عاجز ہو۔

فیروز شاہ کے عطیہ و احسان اس حد کو پہنچ گئے کہ جو رقم قدیم بادشاہوں کے
ہمدیں رعایا کے دوش پر بار تھی اُس سے مخلوق قطعاً سبکدوش ہو گئی۔

جو محاصل کہ رعایا کے ذمے واجب الادا تھے فیروز شاہ نے وہ بھی معاف
فرمائے اور رعیت پر بید نوازش فرمائی، چنانچہ تمام رعیت و مخلوق نے رخا و آسودگی
کے ساتھ زندگی بسر کی۔

فیروز شاہ نے گزشتہ افراد کے رسوم و قانون قطعاً منسوخ کر دئے اور
غریب و مسافر و مقیم ہر طبقہ آسودہ و خوشحال ہوا اور تمام جہاں میں از سر نو تازگی
پیدا ہوئی۔

اس زمانے میں خواجہ فخر شادی مجموعہ دار اعیان جنگ و وزیر تھا۔
سلطان محمد نے اپنی حیات میں دولت آباد سے آنے کے بعد مالک دہلی کو
آباد کرنے کے لئے دو کڑوڑ مال بطور سوندھار خلافت دہلی کو عطا کئے تھے۔

اس عطیہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ قصبات و قریات جو قلعہ کے زمانے میں
خراب و ویران ہو گئے ہیں آباد و معمور کئے جائیں۔

اس کی مفصل کیفیت مؤرخ عقیف سلطان محمد کے حالات میں ہدیہ ناظرین

صفحہ ۹۱

صفحہ ۹۲

کو چھپا ہے۔ لیکن وہ تمام مال رعایا کے پاس باقی تھا۔ اس کے ساتھ خواجہ جہاں نے سلطان محمد کی وفات کے بعد جدید کو کر رکھے اور اہل دہلی روٹی کی طمع میں اس کے گرو جمع ہو گئے۔

خواجہ جہاں نے بھی مینیا رجواہر و الماس خلیق کو تقسیم کئے۔ یہ تمام جواہرات و رقم سوندھار خواجہ فرخشاہی کے دفتر میں مختلف جماعت کے نام مندرج تھے۔

خواجہ فرخشاہی نے یہ تمام رقوم خزانے سے برآمد کر کے فیروز شاہ کے حضور میں پیش کیا۔

اس موقع پر بادشاہ کو تعجب ہوا اور اس نے غائبانہاں یعنی قوام املاک سے یہ راہ بیان کیا۔

بادشاہ نے جواہر و رقم سوندھار غائبانہاں کو دے کر اس کی بابت سوال کیا کہ آیا یہ چیزیں رعایا سے طلب کر لی جائیں اس موقع پر قوام املاک نے کیا خوب جواب دیا اور عرض کیا کہ جب ایک بادشاہ صاحب شوکت دنیا سے رحلت فرماتا ہے اور اس کی بجائے دوسرا فرزند تخت حکومت پر جلوس کرتا ہے تو یہ جدید جسکران اپنی عطا و کرم سے خاص و عام کو فیضیاب کرتا اور صغیر و کبیرہ گناہ خلیق کے معاف فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی خیانت کی وجہ سے جلا وطن کر دیا جاتا ہے تو اس شخص کو بارگاہ

صفحہ ۹۳

وطن میں آنے کی اجازت دی جاتی ہے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قدیم علم منسوخ کر دئے گئے۔

چونکہ سلطان محمد نے مصلحت و حق کے لحاظ سے وجہ سوندھار میں مال خلعت کو عطا کیا اور خواجہ جہاں نے محض اپنی ذاتی غرض کی بنا پر خلائق کو جواہر تقسیم کئے ایسی حالت میں اس قسم کے مال کا رعایا سے طلب کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے رعایا فقیر و مینوا ہو جائے گی اور گدگری کی وجہ سے ان کی کھوکھٹ جائے گی اور حد سے زیادہ حیرانی کی وجہ سے خانہ خراب ہو کر آوارہ وطن ہو جائیں گے۔

ان جواہرات و رقم میں سے ایک دانگ بھی بغیر مداخلت و بدنامی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایسی حالت میں اس وجہا ہر کے طلب کی ابتدا کرنا مصلحت سے قطعاً بعید ہے۔
 قوامِ ہملک نے مثل نامحمانِ خفیف کے یہ گفتگو بادشاہ کے روبرو کی اور فیروز شاہ
 کو یہ تقریر سن کر قلبی مسرت حاصل ہوئی۔

قوامِ ہملک نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ تمام دفاتر سوندھار و جواہر بے شمار
 بادشاہی دربار کے روبرو مخلوق کو بخش دئے جائیں اور یہ رقم معاف فرمائی جائے تاکہ
 مخلوق کے قلب سے خوف و حزن دور ہو۔

سبحان اللہ کیسا خوش کردار فرمانروا تھا اور کیسا خوش گفتار وزیر تھا۔
 مختصر یہ کہ تمام دفاتر مال و جواہر بے شمار دربار شاہی کے روبرو خلائق کو
 معاف کئے گئے۔

صفحہ ۹

اسی روز سلطان فیروز شاہ نے قوامِ ہملک کو سندھ عطا کی اور چتر کے عطیے سے
 سرفراز فرما کر وزیرِ کل مقرر کیا۔

فیروز شاہ نے محصولِ بندی کا آغاز کیا اور بندگی خواجہ جام الدین چینی دی جتا اشر علیہ
 اس خدمت پر مامور ہوئے۔

بندگی مذکور نے چھ سالِ کامل میں تمام بلادیں گشت گمانی اور محصولِ بندی کی
 خدمت انجام دی۔

غرض کہ چھ کلوڑ بچھتر لاکھ تنگے تمام ملک کی جمع قرار پائی۔
 فیروز شاہ کے چھ سالہ عہدِ حکومت میں دہلی کی جمع یہی رقم قرار رہی۔

پندرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا قاعدہ ہائے جدید نافذ کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خلعت کو بیشمار وجہ معاش عطا فرمائی اور اس فریضے کو
 انجام دینے کے لئے دستِ احسان اس قدر دراز کیا کہ تمام خلق خدا کو اطمینان نصیب ہوا۔
 ایک عالم اس طمع کا بندہ ہو کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گیا۔

فیروز شاہ نے بعض اشخاص کو دس ہزار اور بعض کو پانچ ہزار تنگے اور بعض کو دو ہزار ہر شخص کی حیثیت کے مطابق وظائف عطا فرمائے۔

صفحہ ۹

بادشاہ نے تمام حشم و لشکر کو تنخواہ دار مقرر کیا۔ یہ وضع بھی خاص طور پر فیروز شاہ کے لئے مخصوص تھی جو ہندوستان میں اُس کے نام کو تازہ کرتی ہے اس لئے کہ قدیم سلاطین و سردارانہ دایان دہلی کے عہد حکومت میں یہ قانون نہ تھا۔

کوئی موضع تنخواہ کی مدین نہ دیا جاتا تھا اور اس راز سے کہ موضع کا جلع کرنا رائج نہ تھا کسی شخص کو بھی آگاہ نہیں کیا جاتا تھا۔

معتبر راویوں نے اس مورخ عنیف سے یہ نقل بیان کی ہے کہ سلطان علاء الدین نے بارہا اس معاملے میں یہی فرمایا ہے کہ تنخواہ کی مدین موصوعات نہ دینے چاہئیں اس لئے کہ ہر موضع میں تقریباً دو سو تین سو افراد آباد ہوتے ہیں اور اس طرح یہ تمام افراد ایک وجہ دار کے ماتحت ہو جائیں گے۔

اگر اس قسم کے چند وجہ دار غرور و فخر کی وجہ سے ایک جا جمع ہو جائیں اور کسی خیال پر متفق ہوں تو اندیشہ ہے کہ ان کے قلوب میں فتنہ و فساد کا خیال پیدا ہو جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ سلطان علاء الدین نے کسی فرد کو بھی تنخواہ میں موضع نہیں عطا کیا بلکہ لشکر کو ہر سال خزانہ شاہی سے تم تنخواہ عطا کی جاتی تھی۔

فیروز شاہ کا عہد حکومت آیا اور چونکہ یہ سردارانہ دایان و لیاء القریہ داخل تھا اس بادشاہ نے چالیس سال کامل ملک پر حکومت کی اور تمام خلعت کو اپنے انعام و احسان سے شاد و مطمئن کیا۔

بادشاہ نے اس قسم کے تمام خطرات دل سے دور کر کے خدا کے رحم و کرم پر تکیہ کیا اور مسلمانوں کے نفع رسانی کے لئے تمام قریات و قصبات لشکر کو تنخواہ میں تقسیم کر دئے۔

چونکہ بادشاہ دل و جان سے خدا کا بندہ مقرب تھا، اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کامل اُس کے قصور و کوتاہی کو مستحکم و برقرار رکھا اور اُس کے انوار سے

ملک راجن دستور ہو گیا۔

بادشاہ اس قاعدے کی بنیاد ملک کو اہل حشم میں تقسیم کر کے دو سردارین مرتب کیا اور وہ یہ کہ اگر اہل حشم میں کوئی شخص فوت ہو تو اس کی وجہ معاش اس کے فرزند پر منتقل کیا جائے اور اگر اولاد نہ ہو تو داماد وارث ہو۔ اگر نہ فرزند و داماد ہر دو موجود نہ ہوں تو میت کا غلام اس کا وارث تسلیم کیا جائے۔ اگر موت غنی غلام بھی نہ رکھتا ہو تو اس کے دیگر اعزہ کو میراث پہنچے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو عورت میت وارث قرار پائیں۔

بہر نوع فیروز شاہ کے چہل سالہ دور حکومت میں ہر شخص مطمئن و خوشحال رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز نبیہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین ذکر یا رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ، بادشاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور وجہ معاش وغیرہ کا ذکر ہو رہا تھا۔

اس موقع پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ رحلت کے وقت بندہ مومن کے قلب پر دیرینچ و الم طاری ہوتے ہیں ایک اندوہ دینی اور دوسرا رنج دنیاوی۔

ازلیشہ دینی سے یہ مراد ہے کہ آخر وقت بندہ مومن اپنی فطری خصلت و کیفیت کے مطابق رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں اس کو نجات کی بشارت ہوتی ہے یا عذاب آخرت کی، اس لئے کہ کسی شخص کو حسن خاتمہ کی خبر نہیں ہے اور خیر باد یا علیہم السلام و نیز عشرہ مبشرہ کے کوئی فرد عصمت یا ان کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ دوسرا اندوہ جو بندہ مومن کے قلب پر طاری ہوتا ہے وہ دنیاوی رنج و الم ہے۔ ہر شخص سکرات کے عالم میں اسی فکر و الم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے زن و فرزند و خرد سال بچے کس عالم میں زندگی بسر کریں گے۔

جہاں پناہ نے جواب مجازی ہیں، اچھے عہد معدلت میں ہر مومن کو دنیاوی ناز و رنج سے نجات دے دی ہے، یعنی یہ کہ بادشاہ نے یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ اہل حشم میں جو شخص وفات پائے اس کی وجہ معاش و رتبا پر منتقل کر دی جائے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کی مدد معاش ہر حال میں اس کے لئے برقرار رہے۔

جہاں پناہ کا یہ فعل بچید معنی خیر و احسن ہے اور اس حکم میں مخلوق کے لئے
بچید فوائد اور خود حضرت کے لئے بیشمار ثواب ہے اس لئے کہ جب یہاں پناہ
نے جو مخلوق کا درجہ رکھتے ہیں، بندہ سوسن کے قلب کو دنیاوی رنج و غم سے نجات
دلوادی تو پروردگار عالم جو خالق مطلق ہے اور جس کا رحم و کرم بیشمار و لامحدود ہے،
بندے کو دینی فکر سے بھی مطمئن فرما دے گا اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دارالسلام
میں جگہ دے گا۔

صفحہ ۹۸

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو ایمان نصیب کرے۔
غرض کہ جس روز کہ شیخ الاسلام نے الہام ربانی سے مستفید ہو کر بادشاہ میں پناہ
سے یہ تقریر فرمائی اور اس طرح کے نصائح کئے تو تمام حاضرین دربار نے
سر پہ سجدہ ہو کر دعا مانگی۔

اس موقع پر نود فیروز شاہ نے چشم برباب ہو کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ
شیخ الاسلام آپ کو معلوم ہے کہ قدیم سلاطین نے صرف چند روز دنیا میں
حکمرانی کی اور اس کے بعد دنیا سے چل بسے ہم بھی ایک روز جہان فانی سے
سفر کر جائیں گے۔ بادشاہ نے یہ کہا اور مندرجہ ذیل شعر فرمایا۔
چوں بزم مابہ بنی خالی ز مایگونی روزے دریں محلت غوغا ز دے حسابی

سولھواں مقدمہ

حضرت فیروز شاہ کا بحکم خدا رعیت پر نوازش کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو خدا کی توفیق و امداد سے رعیت پروری میں بچید
انہماک تھا۔ بادشاہ نے اس بات میں بچید کوشش کی اس لئے کہ قدیم سلاطین
کے عہد میں بے شمار قوانین جاری تھے جن کی عدم تعمیل سے تمام ممالک کی رعایا
اور خلعت خدا ہلاک و تباہ ہوتی تھی۔

بعض معتبراویوں نے مورخ عصفیہ سے بیان کیا ہے کہ قدیم سلاطین کے

مہدیں رعیت کے لئے یہ قاعدہ مقرر تھا کہ اگر ایک عامل رعایا کے لئے ایک مادہ گاؤں چھوڑ دیتا تھا تو دوسرا اُس کو بھی ضبط کر لیتا تھا۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد مہدلت میں شریعت اسلام کو اپنا راہنما بنا کر رحم و کرم سے کام لیا اور تمام غیر مشروع امور کو قطعاً منسوخ کر دیا۔

صفحہ ۹۹

بادشاہ نے جان و مال حاصل کرنے کی بھی کمی کر دی۔

فیروز شاہ نے دیرانی کے تمام مطالبات کے وصول کرنے میں یہ قاعدہ جاری فرمایا کہ ایک تینلے کے عوض دو جیتل وصول کئے جائیں۔

اگر کوئی عامل بادشاہ کے مقرر کردہ محصول سے زیادہ وصول کرتا تو اُس کا شدید تدارک کیا جاتا تھا، اگر اسباب و اجناس وغیرہ کارخانوں میں خرید کئے جاتے تھے تو انصاف و عدل کے قوانین کا لحاظ کر کے اُن کو قیمت و اجبی و کامل ادا کی جاتی تھی۔

اہل بازار تمام خورد و بزرگ بیحد خوش تھے اور جس مقام پر بھی عہدہ اسباب و نینس اشیا مروجہ ہوتیں اُن کو کارخانوں کے لئے فراہم کر لیتے تھے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر نرخ میں بے اعتدالی پیدا ہوا اور مال ایک ہی وقت میں خریدار کے حوالے کریں تو ہر شخص مطمئن و شاد ہو۔

سلطان فیروز شاہ محض خدا کے خوف سے عامل پر تباہی کرتا تھا کہ کسی شخص پر طمع و حرص کی وجہ سے جبر و ظلم نہ ہونے پائے۔ بادشاہ کی اس تالیف و حکم سے رعایا کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ہر شخص آسودہ و مطمئن ہو گیا۔

رعایا کے سلطنت میں اس درجہ اضافہ ہوا اور آبادی میں اس قدر ترقی ہوئی کہ ہر قطعہ اور ہر ملک اور ہر پورے گئے میں ہر چار کوس پر ایک گاؤں آباد ہو گیا۔

رعایا کے مکان میں اس قدر غلہ و مال و اسب و اسباب فراہم ہو گئے کہ اُن کی تفصیل حد بیان سے باہر ہے۔ ہر شخص کے پاس زرد نقروں مثلاً جمع ہو گیا۔

صفحہ ۱۰۰

اور رعایا میں کسی شخص کی عورت بھی بغیر زیور کے نظر نہ آتی تھی۔

ہر رعایا کے مکان میں پاکیزہ بستر و عمدہ پلنگ و بیشمار اسباب راحت و مال جمع ہو گیا۔ ہر شخص کثیر مال و اسباب کا مالک ہوا اور تمام مملکت دہلی کا ہر فرد

خدا کے فضل و کرم سے بے غم و بغیرینج کے زندگی بسر کرنے لگا۔

شہزادہ مقصد

خسر و ملک و خداوندزادہ دختر سلطان تغلق کا فداہی کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی مدد و عنایت سے شہر دہلی میں استحکام حکومت و آئین سیاست کے نافذ کرنے میں مشغول تھا۔

خداوندزادہ دختر سلطان تغلق خسر و ملک اُس کا پسر اور دادر ملک اس کا شوہر ہر سہ افراد حرم شاہی میں خوش و مطمئن زندگی بسر کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ ہر جمعے کو نماز کے بعد خاص طور پر خداوندزادہ سے ملاقات کرنے کے لئے جاتا تھا۔

فیروز شاہ جب خداوندزادہ کو دیکھتا تو بید تو اضع و تعمیل کے ساتھ کھڑا ہو جاتا اور اُس کی خدمت گزارہ کی کرتا تھا۔ فیروز شاہ اور خداوندزادہ ہر دو وار اکین شاہی جامعہ خانے میں بیٹھتے تھے اور دادر ملک خداوندزادہ کے پس پشت بیٹھتا۔

قاعدہ تھا کہ اس طریقہ نشست کے بعد باہم و گرفتار ہوتی اور اس کے بعد خداوندزادہ فیروز شاہ کو بیان دیتا اور اس کے بعد بادشاہ نصرت ہوتا تھا۔

فیروز شاہ کا قاعدہ تھا کہ ہر جمعے کو اس طرح خداوندزادہ سے ملاقات کرتا اور اتحاد و محبت کی گفتگو کے بعد واپس ہوتا تھا۔

چونکہ انسان کی سرشت میں حسد کا مادہ موجود ہے، خسر و ملک نابالک راہر خداوندزادہ نے بادشاہ کے خلاف سازش کی اور یہ طے کیا کہ اب باطنی عداوت کو ظاہر کر دیں۔

غرض کہ بادشاہ اپنی عادت کے موافق جمعہ کے روز اسی مقام پر نشست اختیار کرتا اور خداوندزادہ نے یہ طے کیا کہ بادشاہ کو اسی جگہ قتل کرے۔

خداوندزادہ و خسر و ملک ہر دو راہر نے بادشاہ کے قتل کرنے پر

کمرہٴ باندھی۔

اس مقام پر ایک سقف خانہ تھا جس کے پہلو میں دو حجرے بھی تھے۔ خسرو ملک نے ان حجروں اور سقف خانہ میں چند افراد زرہ پوش جس سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے، خفیہ طور پر پنہاں کر دئے اور ان افراد سے وعدہ لیا کہ جس وقت خداوند زادہ اشارہ کرے، یہ زرہ پوش گروہ باہر اگر فیروز شاہ پر تیغ زنی کرے اور اس کا سرتن سے جدا کر دے۔

خسرو ملک بے وفائے چند افراد زرہ پوش دروازوں کے تختے کے عقب میں بھی پنہاں کر دئے کہ اگر بادشاہ اندرون خانہ سے سلامت نکل کر باہر جائے تو یہ اشخاص دروازے پر بادشاہ کا کام تمام کر دیں۔

خسرو ملک نے ان افراد کو یہ ہمائش کر دی کہ بادشاہ کے دروازے سے برآمد ہوتے ہی یہ گروہ برق کی طرح فیروز شاہ پر گر پڑے اور اس کا سرتن سے جدا کر دے۔

غرض کہ اس قرارداد کے موافق خسرو ملک اور خداوند زادہ اپنے کام میں مصروف ہوئے اور فیروز شاہ نے نماز جمعہ کے بعد حسب دستور خداوند زادہ سے ملاقات کی۔

ملاقات کے بعد فیروز شاہ اور خداوند زادہ سقف خانہ سے نیچے اترے اور حسب قاعدہ داور ملک بادشاہ کے عقب میں بیٹھا۔

معتبر ادبوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ خسرو ملک داور ملک کے صلب سے نہ تھا بلکہ خداوند زادہ کے دوسرے شوہر کا نطفہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ داور ملک اس خدرومکاری سے پرہیز کرتا تھا۔

غرض کہ اس موقع پر داور ملک سعید ازلی نے بادشاہ کو دیکھتے ہی حیرت سے انجلی دانست کے نیچے دبائی اور آنکھوں سے اس امر کا اشارہ کیا کہ اس مقام سے جلد چلا جاتا اور دربار آراستہ کرنا مناسب ہے۔ غرض کہ فیروز شاہ الہام الہی سے اس وقت کھڑا ہو گیا۔

ہر چند خداوند زادہ نے اصرار کیا کہ پانے تک توقف کرنا لازم ہے،

صفحہ ۱۰۳

لیکن بادشاہ یہ جواب دے کر کہ فتح خاں کا مزاج ناساز ہے، میں نہیں رُک سکتا، انشاء اللہ روز دیگر آؤں گا اور دیر تک بیٹھ کر کلمہ و کلام کروں گا، جلد سے جلد واپس ہوا۔

فیروز شاہ خداوند زادہ کے مکان سے صبح و سالم واپس آیا اور زرہ پوش گروہ کو جو پہلو کے حجروں میں پنہاں تھا، اس گفتگو سے قطعاً واقف نہ ہوا۔

فیروز شاہ صبح و سالم مکان سے باہر آگیا اور وہ گروہ جو دروازے کے تختوار کے عقب میں پنہاں اور بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے سے آگاہ تھا، فیروز شاہ کے باہر نکل آنے سے واقف نہ ہوا اور فیروز شاہ خدا کے لطف و کرم سے صبح و سالم خداوند زادہ کے مکان سے باہر نکل آیا۔

بادشاہ ان بہ بختوں کے مکان سے صبح و سالم باہر آگیا اور یہ آواز بلند ہو رہی تھی کہ طلب کیا۔ چونکہ یہ جیسے کا دن تھا، ملک و املا میں ہر شخص اپنے مکان کو واپس جا چکا تھا۔ اُس وقت رائے بھیر و بھی حاضر تھا اور فیروز شاہ نے شائد آواز میں اُس سے کہا کہ بھیر و جو تلوار تیرے ہاتھ میں ہے مجھ کو دے۔

بھیر و نے یہ دریافت کر کے کہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے، عرض کیا کہ خداوند عالم اشریف نے چلیں، فدوی تیج کشیدہ حضرت کے عقب میں آئے گا، اور حضرت شاہ بدولت و اقبال قصر شاہی کو روانہ ہوں۔

صفحہ ۱۰۰

فیروز شاہ نے یہ معروفہ قبول نہ کیا اور بھٹو کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور تلوار کو نیام سے نکالا۔ قصر کے درمیان پہنچ کر فیروز شاہ سلطان محمد کی حرم کے ہمراہ قصر کے بالائی حصے میں پہنچ گیا۔

بادشاہ نے اُس وقت تمام ملک و خوانین کو طلب کیا۔ ان امیروں نے خسرو ملک و خداوند زادہ کے مکان کو گھیر لیا اور زرہ پوش گروہ کو بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔

اس جماعت سے حقیقت حال کا استفسار کیا گیا اور انھوں نے ہر شے کو تفصیل وار بیان کر دیا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے ان زرہ پوشوں سے سوال کیا کہ تم کو میرے حال سے واقفیت ہوئی تھی یا نہیں۔ اس جماعت نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے

عقل چشم پر دے ڈال دئے، ہم کو بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے کا تو حسان معلوم ہے لیکن حضرت کے باہر تشریف لانے سے ہم قطعاً بے خبر رہے۔
غرض کہ اس واقعے کے ثبوت کے بعد سلطان فیروز شاہ نے خداوند زادہ کا وظیفہ مقرر کر کے اُس کو گوشہ نشین ہونے کا حکم دیا۔

خداوند زادہ کے قبضے میں بیشمار مال تھا جو تمام و کمال ضبط کر کے خزانہ شاہی وائل کیا گیا۔

واضح ہو کہ خسرو ملک نے اسی خزانے کی توث پر بادشاہ کے مقابلے میں غداری کا ارادہ کیا تھا۔

خسرو ملک جلاوطن کیا گیا اور قانون جہانگیری دروش شہریاری کی بنیاد پر دادرماک کی بابت حکم ہوا کہ ہر راہ کی چلی تاریخ بارانی اور معہ کراؤ کش پین کربادشاہ کے سلام کو حاضر ہوا کرے۔

یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حفظ و امان میں رکھے اُس کو کس کی طاقت ہے کہ ضرر و نقصان پہنچائے۔

اٹھارہ سوال مقدمہ

فیروز شاہ کا جمعہ وعیدین کی نماز کے خطبے میں قدیم سلاطین کا

صفحہ ۱۰۵

نام داخل کرنا و سگہ مائے سلاطین کا ذکر

یہ امر تمام مؤرخین کی رائے میں صحیح و متفق علیہ ہے کہ فیروز شاہ نے چالیس سال کامل آئین جہانگیری و قوانین شہریاری کو منظور و روشن کیا۔

تمام مؤرخین کو اتفاق ہے کہ سلطان فیروز شاہ پر سوم تاجداری کا خاتمہ ہوا۔ اس کے علاوہ فیروز شاہ نے آئین فہم و فراست سے اپنے ہر حکومت میں سلاطین قدیم کے اس خطبے میں داخل کئے اور تقریباً چالیس سال اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا۔

بادشاہ نے چالیس سال کے عہد حکومت میں اکتیس سگے جوتا جداری کے آٹا میں اور اکتیس علامات واداب جہانداری کو روشن و منور کیا۔
 مورخ غنیف جس نے چالیس سال کا کل فیروز شاہ کو دیکھا اور جو اکثر اوقات اصحاب دیوان و وزارت کے ہمراہ آداب گاہ میں حاضر ہو کر سعادت معرئی سے سرفراز ہوا، حال و استقبال کے دستور کے لئے اُن سگہ جات و آداب کو تین ذکروں مفصل بیان کرتا ہے۔

ذکر اول۔ بادشاہ کا سلاطین قدیم کے اسماء کو جمعہ وعیدین میں اختیار کرنا

یہ امر زمانہ قدیم سے مقرر تھا کہ سلاطین دہلی کے عہد میں۔ جمعہ وعیدین کے خطبوں میں صرف فرمانروائے زندہ کا نام پڑھا جاتا تھا۔
 قدیم سلاطین کا ذکر خطبوں میں قطعاً نہ ہونا اور نہ اُن کے لئے دعا کی جاتی تھی سلاطین فیروز شاہ پہلا فرماں روا ہے جس نے خدا کی توفیق و امداد سے اس میں ترتیب کی۔

وامنع ہو کہ سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور وہ وقت آیا کہ بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری ہو۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس کے نام کا خطبہ پڑھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ قدیم بادشاہوں کا نام خطبے سے نکال دیا جائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اول قدیم سلاطین کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور بعدہ اس کے خود بادشاہ کا تذکرہ ہو، جیسا کہ حضرت شیخ سعدی نے گلستان و بوستاں میں ذکر فرمایا ہے کہ اُس شخص کو بزرگ نہیں کہتے جو بزرگوں کا نام عزت سے نہ لے۔

فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضیہ میں سے جو تخت دہلی پر بیٹھیں ہوئے، جن بادشاہوں کا نام خطبے میں اختیار فرمایا وہ حسب ذیل ہیں۔

اول حضرت شہاب الدین محمد بن سام (۶) حضرت سلطان شمس الدین التمش (۳) حضرت سلطان ناصر الدین محمود (۴) حضرت سلطان غیاث الدین بلبن (۳)

(۵) حضرت سلطان جلال الدین (۶) حضرت سلطان علاء الدین (۷) حضرت سلطان قطب الدین (۸) حضرت سلطان غیاث الدین قلیق (۹) حضرت سلطان محمد قلیق (۱۰) حضرت سلطان فیروز شاہ۔

فیروز شاہ کے بعد دو بادشاہوں کے نام اور خلیے میں داخل کئے گئے، اول سلطان محمد بن فیروز شاہ دوم سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ۔ غورنگہ تمام دور فیروز شاہی میں ان تاجداران نامدار کے اسما خطی میں پڑھے جاتے تھے اور خطیب و شیخین کلام دعا ان حضرات کے لئے دعا کے مغفرت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ دیں پناہ فیروز شاہ نے الہام الہی و فراست و دانائی کی بنا پر وہ کام کیا کہ اس کا نام نیک و قیام قیامت زندہ رہے گا۔ اب مورخ سکھائے تاجداران کا حال معرض تحریر میں لاتا ہے۔

ذکر دوم در بیان سکھاء در قسم تاجداری

تمام جہان داخل جہان کو معلوم ہے کہ فیروز شاہ نے الہام الہی کی بنا پر ہر وقت ملک و مملکت جہان تاجداری میں اکیس سکھ وضع کئے۔ مورخ عنایت ان کے اسما تفصیل کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہے تاکہ ناظرین اس سے آگاہ ہو جائیں۔ یہ اکیس سکھ ذیل میں۔

خطیب تخت جہان کی ہر بر عقیقہ طعنا و رقیع و تبلیغ گیس راں باگ پان در زمانہ پادشاہ۔

سلاح ہر وقت و تیریش در غول۔ در محل بخت و سواری بھلا لاک ہر تیراہ۔ ترکش سفید۔ کتابت تواریخ آرتیر پیلان۔ آئین ملوک در سر الاول وقت۔ باگ جہنم بوقت برآمد ذرہ بید کوشش۔ مختصر یہ کہ یہ اکیس سکھ قانون آئین تاجداری میں داخل ہیں۔

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دو سکھ اپنے ادراک صحیح سے اور ایجاد کئے۔ ایک ٹاس ٹھریال جہٹھ سے واپسی کے بعد وضع کیا گیا اور دوم تشار جتر جس کو فیروز شاہ نے بعد میں وضع کیا۔

غرض کہ فیروز شاہ تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اُس نے امن و امان کے قواعد جاری کر کے تمام عالم کو مطمئن و مسرور کیا۔
 فیروز شاہ نے حکم دیا کہ سلاطین و غیر سلاطین کے چتر میں فرق ہونا چاہیے اس لئے کہ چتر میں بہترین رموز جاہ و جلال کے اسرار مضمر ہیں۔
 درگاہ فیروز شاہ کی بلندی و مراتب کا کیا کہنا جس نے نشتر چتر کی رسم الہام الہی کی بنا پر وضع کر کے تمام ممالک و دہلی کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

قسم دوم

لکھنوتی کا بیان اور بادشاہ کا دو مرتبہ جاج نگر و نگر کوٹ کا سفر
 اس قسم میں اٹھارہ مقدمے ہیں۔

اول مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا لکھنوتی روانہ ہونا

اول مرتبہ بادشاہ نے اپنی سواری کے ہمراہ سنجی پرواد کیا اور ایک ہزار کشتیاں رواں ہوئیں اور بند کشا کہاؤں کے دوش پر پرواد کیا گیا۔
 اس مقام پر صادق الیابان و راست گفتار راوی نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ نے بجدشان و شوکت اس کے ساتھ سفر کیا۔

ان راویوں نے متوجہ عقیف سے بیان کیا کہ خانان و لوک دریا کی ستر سواریاں تیار ہوئیں اور اس طرح پر بادشاہ ان امرا کے ہمراہ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بنگالہ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اس سفر میں بار بار امرا و مقرب اہل دربار کی طرف متوجہ ہوتا اور

اپنی محاسن پر ہاتھ پھیر کر ان کو یہ شعر سناتا تھا۔

بسمیں گویم و باز گویم نہیں
مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے لکھنوتی پہنچا اور خان جہاں
دہلی میں مقیم رہا۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا لکھنوتی پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرنا

نقل ہے کہ فتح مند بادشاہ تمام ممالک کی سیر کرتا ہوا بجد جاہ و جلال کے ساتھ
بجگالہ پہنچا۔

سلطان شمس الدین کا لشکر بھی ساحل دریا پر بجد شان و شوکت کے ساتھ
نمودار ہوا۔

دریائے سرو و گنگ و گوہی کے ساحل پر لشکر نے مقام کیا۔

فیروز شاہی لشکر نیکو کشتیوں میں ستارہ پر دین کی طرح تھا اور پہلوان و بہتر انداز
شیر گیری و درفتاں سنان کے ساتھ کشتیوں میں نمودار ہوئے اور دشمن کو تیروں اور تیر کے
بیخیز ناوک کے زخموں سے پسپا کرنے لگا۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریائے گوہی کے ساحل پر پہنچا اور بادشاہ نے
قدر سے آرام کیا۔ بادشاہ نے اس لئے گھوڑے کی باگ روکی کہ دریائے دوہم کے کنارے
سلطان شمس الدین بے شمار لشکر کے ہمراہ استادہ تھا اور اس دریا کو عبور کرنا بجد
مشکل تھا۔

فیروز شاہ دریائے گوہی سے سو کوس کے فاصلے پر پہنچا

جس مقام پر کہ دریائے گوہی کا دامن پہاڑ سے نکلا ہے اس مقام پر دریا
پایاب تھا۔

راست گفتار اشخاص نے مؤرخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ اس مقام پر
پانی زور سے رواں تھا۔ دریا اس قدر زور پر تھا کہ پانچ سو من کا پتھر سفال کی طرح

سطح آب پر غلطان بہتا تھا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ پایاب مقام کے فرود دست و بالادست ہر دوسروں پر ہاتھی استادہ کئے جائیں تاکہ مخلوق آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کر سکے۔ بالادست اس لئے جانور استادہ کئے گئے تاکہ پانی کا زور کم ہو جائے۔

ان جانوروں کے جسم میں طنابیں باندھی گئیں اور فرود دست کی جانب اس غرض سے استادہ کئے گئے کہ اگر اہل لشکر میں کوئی شخص غرق ہونے لگے تو جانوروں کی طناب پکڑ کر اپنے کو محفوظ رکھ سکے۔

غرض کہ سلطانی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے دریا سے کسی کو عبور کیا اور کوہ گراں کی طرح سلطان شمس الدین کی طرف بڑھا۔

سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ لشکر بالادست دریا سے کسی کے ساحل پر پہنچ گیا اور شمس الدین پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ حاکم بنگالہ مع اپنے بے شمار لشکر کے اکد الہ روانہ ہو گیا۔

بعض راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ جس وقت بادشاہی لشکر دریا کو عبور کر رہا تھا فیروز شاہ نے رائے جیہا من کو چتر عطا کیا۔

غرض کہ سلطان شمس الدین نے شہر پنڈوہ کو خالی کر کے اکد اب میں پناہ لیں ہوا اور سلطان فیروز نے اُس کا تعاقب کر کے سیدہ اہتمام کے ساتھ اکد اب کا محاصرہ کر لیا اور اپنے لشکر کے گرد گرد لشکر تیار کر کے اور خندق کھدوائے۔

سلطان شمس الدین کی فوج ہر روز اکد اب سے باہر نکرنے لگی تھی اور اس جانب سے فیروز شاہی فوج میر کے زخم سے حریف کو پسپا و پامال کرتی تھی۔

سلطان شمس الدین باوجود لامعنی و غرور آمیز نظام کے سیدہ اہتمام و خوف کی وجہ سے جزا کر اکد اب کے اندر حصار میں ہو گیا۔

راؤ وریان و زمینداران بنگالہ فیروز شاہ کے حضور میں آئے۔ سر ہو کر ان کے طلبکار ہوئے۔ تھے اور اس طرح بنگالے کے باشندوں کا بہت بڑا حصہ فیروز شاہ کے لشکر کا جزو بن گیا۔

طرفین سے ہر روز فوج کا ایک حصہ نمودار ہو کر اپنی اپنی قوت و جرات کا اظہار

کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ چند روز بعد بادشاہ اسی طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں آرا جوتے رہے یہاں تک کہ آفتاب برج سرطان میں داخل ہوا۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے امرا و اہل دربار سے مشورہ کیا اور جمیع قیل و قال کے بعد امرائے دربار نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین حصار بند ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو امر الٰہیہ کے گرد تمام پانی ہی پانی ہے۔

سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا ہے کہ موسم برسات آجائے گا اور تمام بنگالہ سیلاب سے گھر جائے گا اُس وقت فیروز شاہ مجبور ہو کر اس ملک سے واپس جائے گا۔ اس وقت یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی فرد گاہ سے چند کوس عقب میں ہٹ جائیں اور دیکھیں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور دیر ان قضا کا کیا منشا ہے۔

فیروز شاہ نے امرا و مقربان بارگاہ کی رائے کو پسند کیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے دہلی کی سمت کوچ کیا اور سات کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور چند قلندروں کو الٰہیہ کی جانب روانہ کیا۔

بادشاہ نے قلندروں کو ہمائش کر دی کہ اگر تم کو حریف گرفتار کر کے شمس الدین کی بارگاہ میں لے جائے اور حاکم بنگالہ تم سے ہمارا حال دریافت کرے تو تم یہ جواب دینا کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح مع تمام لشکر و چشم کے بھاگ رہا ہے۔

قلندران مذکور الٰہیہ پہنچے اور حریف کے ملازم اُن کو گرفتار کر کے سلطان شمس الدین کے حضور میں لے گئے۔ ان قلندروں نے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے مع تمام لشکر و فوج کے راہ فرار اختیار کی ہے۔

سلطان شمس الدین نے قلندروں کی گفتگو کو راست خیال کیا اور حاضرین مجلس سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح بھاگ رہا ہے اس کا تعاقب کرنا اور مثل شاہانِ عالمی مرتبہ کے اُس کو قہر و ظلم سے زیر کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا اور اپنے حبشہ دار لشکر کے ساتھ الٰہیہ سے باہر آیا۔

تیسرا مقدمہ

فیروز شاہ اور سلطان شمس الدین کی جنگ، فیروز شاہ کا پچاس

ہاتھی حاصل کرنا اور ایک لاکھ اسی ہزار بنگالیوں کا قتل

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہ نے دہلی کی سمت راہ فرار اختیار کی۔

اس موقع پر بعض اشخاص نے شمس الدین سے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے تمام اسباب و سامان کو چھوڑ دیا اور بعض نے بیان کیا کہ بادشاہ نے لشکر گاہیں آگ لگا دی اور دہلی واپس ہوا۔

غرض کہ سلطان شمس الدین دس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں اور پچاس ہاتھیوں کے ہمراہ اکدایہ سے باہر نکلا اور فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اپنی فوج کے ہمراہ سات کوس کے فاصلے پر مقیم تھا اور جس صریف کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ اس مقام پر جہاں کہ ماحل دریا غرقاب تھا اور آب پایاب ہو چکا تھا فیروز شاہ نے دریا کو عبور کیا تھا کہ ناگاہ سلطان شمس الدین حاکم بنگالہ پہنچا اور اس نے بغیر ساعت و وقت کا انتظار کئے ہوئے فیروز شاہ کی لشکر کی طرف دوڑا۔

فیروز شاہ کو اس واقعے سے اطلاع ہوئی اور اخبار رساں افراد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شمس الدین الوندی کا تیس ہزار لشکر ہے بے انتہا سواروں اور کچھ پیکر ہاتھیوں کے ہمراہ مثل افسر بہنران کے نمودار ہوا ہے۔

فیروز شاہ نے مثل تاجداران عالی مرتبہ کے اپنے لشکر کو درست و آراستہ کیا اور دشمن سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوا۔

بادشاہ نے بھی اسی معاملے میں سہی لینے کی اور اپنی فوج کو تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ سینے پر تلک و بلان میر شکار کو تیس ہزار سواروں کے ہمراہ مقرر کیا اور تیس پر

تیس ہزار سواروں کے ملک حسام نور کے سپرد کیا اور قلب لشکر میں تانہا رھاں کو
تیس ہزار نامور و بہادر سواروں کے ہمراہ متعین کیا۔

فیروز شاہ نے خود اپنی فوج کے ہر حصے میں گشت لگایا اور بادشاہوں کی طرح
اہل لشکر سے کلمات تسکین بیان کئے۔

اس فوج میں ہر شخص فرلا میں غرق تھا اور ہر حصہ لشکر میں سیلان مست بھی
استادہ تھے اور تمام نشانات ظاہر نمودار تھے۔

تمام خانان و ملک دربار اس روز فیروز شاہ کے برابر جمع تھے اور اسی طرح
پانچ سو نشان بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔

اس وقت فیروز شاہ نے عالی مرتبہ سلاطین کی طرح ہتھیار باندھے اور
چتر بادشاہی کو اپنے سے دور کر دیا۔ غرض کہ یہ تمام طبل و دماے یکبارگی بجائے گئے اور
ہر دہ لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

سلطان شمس الدین نے فیروز شاہی لشکر و فوج کو دیکھا کہ سناہ کی طرح لہریں
لے رہا ہے اور اس حجاز عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر بھیہ خوف زدہ ہوا اور اپنے
مانز میں سے کہا کہ ان قلندروں نے ہم کو دھوکا دیا اور فریب سے ہم کو حصار سے
باہر لے آئے لیکن اب کیا ہوتا ہے خدا کا جو حکم ہو گا وہی ظاہر ہو گا۔

شمس الدین نے تقدیر الہی پر تکیہ کر کے جنگ آزمائی شروع کی اور ملک جام نوا
اور اہل جنگالہ میں آزمائی شروع ہوئی۔

میسرے سے ملک جام نوا نے بھی قدم آگے بڑھایا اور سوار نے ہتھیار
ناقد میں لیا اور لڑائی کا بازار گرم ہوا، شمسی نوج اور ملک جام نوا کے لشکریں آویزش شروع ہوئی تھی
کہ سینے کی جانب سے ملک جام نوا نے بھی جنگ کا ارادہ کیا۔

غرض کہ ہر شخص نے اہل غزائے کی طرح کوشش کی اور دشمن کو قتل کرنے پر
مستعد ہوا۔

خدا کے حکم سے فریقین میں شدید و خونریز معرکہ آزمائی ہوئی۔
جنگ آزمائی کا یہ عالم تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں ہونے کے بعد چاقو سے کام لینے لگے
اور ہر فریق نے دوسرے کی کمزوریات تلاش کرنا ہی طرح آویزش کی۔ سپہ سالار کا رزار

نمود قیامت بن گیا۔

جنگ زبدال کی انتہا نہ رہی اور صین معرکہ کارزار میں تاتار خاں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ نسبت الہی نے بدخواہ دشمن کو حضرت کی فتح کے لئے ہمارے روبرو پیش کر دیا ہے۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ شمس الدین اسی وقت ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے گا۔

غرض کہ بے شمار قتال و خون ریزی کے بعد شمس الدین نے راہ فرار اختیار کی اور خدا کے حکم سے براہ راست اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ جب قلب گاہ سے خان اعظم تاتار خاں نے غلبہ کیا اور مہمند و میر سے ملک جام نوا اور ملک ویلان نے حملہ کیا تو بنگالے کا لشکر پیٹوا سے اکراہ تک تمام و کمال فراری ہو گیا۔ تاتار خاں نے اہل بنگالہ کا تعاقب کیا۔

ہرچہ تاتار خاں بہ آواز بلند یہ کہنا تھا کہ اے شمس سیاہ رو کہاں جاتا ہے مرد کو چاہیے کہ پشت نہ دکھائے ایک لمحہ توقف کر کہ تجھ کو فیروز شاہی خدما کی جرات و قوت کا اندازہ ہو جائے لیکن سلطان شمس الدین ایسا فراری ہوا کہ اس نے ایک نہ سنی

غرض کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت و کرم سے فتح مند ہوا اور تمام فائدہ مند ملک نے بادشاہ کی درازی عمر و اقبال کی دعا کی۔

اس محرکے میں سینٹالیس ہاتھی فیروز شاہ کے ہاتھ آئے اور تین جہاز مارے گئے۔

شاہ بنگالہ باوجود قوت و شوکت کے غریبی ہوا اور صرف سات سواروں کے ہمراہ بھاگا اور اس کا بیٹہ لشکر پر آگندہ ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اس ساحل دریا پر جہاں کہ فیروز شاہ مقیم تھا اور جو اکراہ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع تھا فیروز شاہی فرج نے حریف کا تعاقب کیا۔

شاہ بنگالہ بعد وقت و خرابی کے ساتھ فراری ہوا اور اس کے سوار و پیادے

اس قدر قتل کئے گئے کہ خرمن غلہ کی طرح کشتوں سے میدان بھر گیا بلکہ بعض راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ بید سہی و کوشش کرنے کے بعد جو طر فین سے ظہور میں آئی اس قدر افراد قتل کئے گئے کہ میدان کارزار کی زمین نظر نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ سلطان مس لدین فراری ہو کر حصار کے نیچے آیا اور کو تو ال حصار نے بید کوشش کے ساتھ دروازہ حصار کھولا۔ شہر اکد ابہ کے اندر فیروز شاہ کا خیمہ نصب کیا گیا۔

اس مقام پر صحیح روایت یہ ہے کہ تمام عورات و مستورات نے جو اندرون حصار مقیم تھیں فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بالائے حصار پہنچ کر بادشاہ کے دیکھنے کے لئے اپنے سروں سے دامن کو اٹھایا اور سر پر ہنہ ہو کر بید پریشانی کے عالم میں آہ و زاری شروع کی۔

فیروز شاہ نے عورات کو اس قدر پریشان و مضطرب دیکھ کر اور ان کی گفتگو کو سُن کر فرمایا کہ میں نے تسلیم کیا کہ میں شہر کے اندر داخل ہو گیا اور چند مسلمانوں کو گرفتار بھی کیا اور اس ملک کو فتح کر کے اپنے نام کا خطبہ بھی جاری کر دیا لیکن جب میں حصار کے اندر داخل ہوں گا اور اہل قلعہ کو جو تمام و مکمل مسلمان ہیں، زیر کر لوں گا تو یہ عورات پر وہ نشین نا اہل افراد کے ہاتھ میں گرفتار ہو کے بے عزت ہوں گی ایسی حالت میں میرے اور مغلوں کے درمیان کیا فسوق باقی رہے گا اور میں خدا کو کیا منفعہ دکھاؤں گا۔

بادشاہ کی تقریر سُن کر تارخاں نے عرض کیا کہ فتح شدہ ملک سے دہشت بردار ہونا مناسب نہیں ہے۔ فیروز شاہ فرشتہ خصلت نے فرمایا کہ اکثر سلاطین دہلی اس ملک پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے بنگالے کو فتح کیا لیکن ان میں سے کسی شخص نے اپنی فرماست کی وجہ سے اس سرزمین میں قیام نہ کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ بنگالے کا ملک بدظیموں کی ہستی ہے اور یہاں کے تمام امرا اپنی سہی و کوشش سے جو اہل کے اندر رہتے ہیں اس لئے سلاطین دہلی کی رائے و تقلید کی مخالفت کرنا مصالحت سے بعید ہے۔

فیروز شاہ الہام الہی کی وجہ سے اسی اندیشے پر واپس ہوا آزاد پور کے نام سے موسوم کیا۔ اس مقام پر خان اعظم تارخاں سے اور فضل ایسے سرزد ہوئے

کہ ان کی وجہ سے فیروز شاہ خان اعظم سے بچد خوش ہوا۔
کہتے ہیں کہ خان اعظم نے شیر کی طرح سلطان شمس الدین کا تعاقب کیا اور اس
امر میں بچد سی کی کہ حریف تک جلد پہنچ جائے۔

سلطان شمس الدین نے تاتار خاں کے خوف سے راہ فرار اختیار کی، اور
خان اعظم نے حریف کے سر پہنچ کر ارادہ کیا کہ اُس پر تلوار کا وار کرے۔
خان اعظم کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور اُس نے سلطان شمس الدین پر تلوار
نہ چلائی اور اُس کے تعاقب سے دست بردار ہو گیا۔

جنگ کے بعد فیروز شاہ نے تاتار خاں سے دریافت کیا کہ تم نے
حریف پر اس قدر قابو پا کر تلوار نیام سے نکالی لیکن عقل کام نہیں کرتی کہ بغیر تلوار کا
وار کئے تم کیوں واپس آئے۔

تاتار خاں نے بچد خوب وعدہ جواب دیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ خیال کیا
کہ تاجداران عالم پر مجھ کو تلوار چلانا مناسب نہیں ہے اور اس خیال و فعل کے اسرار و
آثار کو واضح کرنا میرے ذمے ہے۔ غرض کہ تاتار خاں نے اپنے فعل و خیال کو توضیح سے
بیان کیا جس کو فیروز شاہ نے بچد پسند کیا۔

چوتھا مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی مدد سے بنگالے کو فتح کیا اور ہر خاص و عام کو
راحت نصیب ہوئی۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالے کے تمام مقتول افراد کے سر جمع کئے جائیں۔

فیروز شاہ نے وعدہ کیا کہ جو شخص مقتول بنگالیوں کے سر لائے گا فی
ایک تنگہ نقرہ انعام پائے گا۔ اس حکم کی بنا پر تمام لشکریوں نے اس حکم کی تعمیل میں کمر بستہ
ہو گئے اور کشتیوں کے سر لاکر انبار کرنے لگے۔ ان سرول کا شمار کیا گیا اور معلوم ہوا کہ

ایک لاکھ اسی ہزار سر بلکہ اس سے زیادہ جمع ہوئے اس لئے کہ سات کوس کے فاصلے تک یہ کوشش جاری رہی۔

فیروز شاہ نہایت جاہ و جلال کے ساتھ انبار کے قریب تھا اور ان سردوں کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

بادشاہ ہمیشہ عبرت ان سردوں کو دیکھتا اور اپنے مقرب اہل دربار سے روکوا درآہ بھر کر کہتا تھا کہ ان غریبوں نے تعلق نان کی وجہ سے یہ روز سیاہ دیکھا اگر شکم کا تعلق اور اہل و عیال و اطفال کا خیال نہ ہوتا تو اس روز بدیں گرفتار نہ ہوتے۔

اس واقعے کے بعد بادشاہ سجدہ شان و شوکت کے ساتھ دار الملک دہلی واپس ہوا۔ بادشاہ پنڈواپنچا اور اس شہر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ فیروز شاہ نے پنڈوہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔

چونکہ فیروز شاہ نے اکدایہ کو زاد پورا اور پنڈوہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا اس لئے اب تک ان شہروں کے سلاطین میں برکت کے لحاظ سے ان حاکم کو انھی ناموں سے یاد کرتے ہیں اور سرکاری دفاتر میں اب تک یہی لکھتے ہیں آزاد پور عرف اکدایہ اور فیروز آباد عرف پنڈوہ۔

فیروز شاہ دریائے کوس کے کنارے پنچا اور برسات کا موسم آگیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ شاہی لشکر مثل حبش شاہ تغفور کے بند کشا کشتیوں میں دریا کو عبور کرے۔ غرض کہ تمام مشر و خدم سے بند کشا کشتیوں کے ذریعے دریا کو عبور کیا۔

سلاطین شمس الدین اکدایہ میں داخل ہوا اور اس کو توwal کو جس نے شہر کا دروازہ بند کر دیا تھا قتل کیا۔ متفقہ یہ کہ سلاطین فیروز شاہ فتح مند واپس آیا اور فتح نامہ دہلی روانہ کیا۔ اس زمانے میں خواجہ جہاں بہتلی یعنی وزیر پرتویر دہلی میں نائب غیبت تھا اور شہر کی حفاظت میں سجدہ کوشش کر رہا تھا۔

یہ فتح نامہ دہلی پنچا اور خان جہاں و تمام اہل دہلی کو دوسرے حاصل ہوئیں ایک خوشی و توفیق بظلال کی اور دوسری اس امر کی کہ فیروز شاہ صبح و سالم واپس آ رہا ہے۔ فتح مند لشکر نے دہلی میں آگیاں روز طبل شادیان بجاوائے۔

اس درمیان میں فیروز شاہ دہلی کے قریب پنچا اور خان جہاں نے بے شمار

اسباب و خدمتی ہتیا کئے، شہر میں چھ قلعے بنائے گئے۔ اس لئے کہ اب تک فیروز آباد آباد و مسمور نہ ہوا تھا۔

جس روز کہ بادشاہ دہلی میں داخل ہوا اس قدر برق جمع ہوئیں کہ اُن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ واضح ہو کہ برق بھی فیروز شاہ کی ایجاد ہے، سلاطین گزشتہ کے عہد میں اس کا نام و نشان نہ تھا۔

بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور سینٹالیس ہاتھی جو لکھنؤتی میں حاصل ہوئے تھے اس طرح لشکر کے آگے آگے تھے کہ جانور مختلف رنگوں سے رنگے ہوئے۔ تھے اور اُن پر نرمیہ کی عماری اور جھولیں بڑی ہوئی تھیں۔

بادشاہ کے داخلہ کے وقت بہمنیہ و کبیر نے فیروز شاہ کا استقبال کیا اور ہر مرد و عورت، جوان و ضعیف فیروز شاہ کی ترقی و عمر و اقبال کے لئے دعا کر رہا تھا۔

معتبر اشخاص نے مورخ عقیق سے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ مرتبہ اول جب کہ اُس نے لکھنؤتی کی مہم کو سر کر کے شاہ بنگالہ کو زیر کیا، کیا رہ ماہ لکھنؤتی کی طرف رہا اور اس مدت کے بعد دہلی واپس آیا۔

پانچواں مقدمہ شہر حصار فیروزہ کی بنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت سے شہر میں آیا اور چند سال متواتر شہر دہلی میں مقیم رہا۔

بادشاہ لکھنؤتی سے واپس ہو کر ڈھائی سال حصار فیروزہ کی طرف رہا اور ملک کے انتظام میں اُس نے بید کوشش کی اور تمام عالم کو اپنے احسان سے شاد و خوش کیا۔ اس زمانے میں بادشاہ نے حصار فیروزہ آباد کی بنیاد رکھی۔

جب کبھی کہ فیروز شاہ شہر میں آتا تو چند روز تو پائے تخت میں قیام کرتا اور بعد اس کے حصار فیروزہ کو واپس جاتا۔

بادشاہ کے دل میں حصار فیروزہ آباد کرنے کا خیال ہوا اور اس مقام پر جہاں کہ اب فیروز آباد واقع ہے قبل سے دو بڑے موضع آباد تھے۔

یہ موضع کہ اس بزرگ و کہ اس خرد کے نام سے مشہور تھے۔

کہ اس بزرگ میں بچاں کھڑک اور خرد میں چالیس داخل تھے، اس لئے کہ اس ملک میں کوئی موضع ایسا نہیں ہے جس میں کھڑک موجود نہ ہو۔

فیروز شاہ نے کہ اس بزرگ کی زمین کو بید پند کیا اور یہ فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس مقام پر ایک عمدہ بزرگ شہر آباد ہو اس لئے کہ خدا کی مشیت و حکمت سے یہ مقام بے آب تھا، بلکہ موسم گرما میں جبکہ عراق و خراسان سے راہرو اس مقام پر آتے تو ایک کوزہ آب کی قیمت چار جیتل ادا کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے اس مقام پر فرمایا کہ مجھ کو خدا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جب میں مسلمانوں کے نفع رسانی کے لئے اس مقام پر جدید شہر آباد کروں گا تو خداوند کریم بھی اپنے رحم و کرم سے اس سرزمین کو پانی سے سیراب فرادے گا۔

فیروز شاہ نے اس سرزمین میں قیام فرمایا اور اس کام میں بی بی بی و کو شش کر کے شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ فیروز شاہ نے چند سال تمام خانان و ملک درگاہ کے اس کار خیر میں مصروف رہا اور پتھروں کو کوہ زم سے لاکر پختہ چونہ کپور سنگ میں ملا کر ایک بید طویل و عریض و بلند حصار تعمیر کرنا شروع کیا، بادشاہ کے تمام احوان و افسار کے لئے اس شہر میں خاص خاص فرو دکا بنی تجویز کی گئیں اور ہر امیر اپنی فرو دکا میں جمید سعی و کوشش کے ساتھ پختہ و جدید عمارت تعمیر تیار کرنے میں مصروف ہوا۔

غرض کہ حصار مرتب ہو گیا اور ایک مدت اس کی تکمیل و تعمیر میں صرف ہوئی اور بادشاہ نے اس حصار کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔

حصار کے مرتب ہونے کے بعد خندق کھودنا شروع کیا۔

خندق اس طرح کھودا گیا کہ اس کی تہ اور بازو سے ریختہ اٹھایا گیا اور خندق کے بازووں کے اوپر کنگرہ باندھا گیا۔

اس کے علاوہ ایک بی نظیر عرض حصار کے اندر بنایا گیا جس کا پانی خندق میں گرتا تھا۔

ہر سال یہ ہوتا کہ ایک برس کامل اس حوض کا پانی خندق میں جاری رہتا تھا۔
حصار کے اندر ایک کوشک بھی تیار کیا گیا۔ یہ کوشک ایسا بے نظیر تھا
کہ باوجود سیدی و کوشش کے اس کی نظیر دریافت نہ ہو سکتی تھی۔
اس کوشک میں بے شمار محل تعمیر کئے گئے اور محل میں سید مختلف و آراستہ پیدا
کلی گئی اور ان میں میٹھا مکتیں رکھی گئیں۔

اس کوشک میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کوئی صاحب فہم و فراست شخص کوشک
کے محل کے اندر آتا تو اگر چند محل کی سیر کرتا تو اس کوشک کے درمیان پہنچ جاتا۔
کوشک کا زیرین حصہ قطعاً تاریک تھا کہ اگر نگہبان راہنمائی نہ کرے تو اس
تاریکی سے باہر آنا محال ہو جائے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک فرار شاہ تھا اس مقام پر آیا اور چند روز غائب رہا
بعد اس کے نگہبان بھی اس مقام پر پہنچے اور فرار شاہ کو تاریکی سے باہر لے آئے۔
مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے شاہان عالی مرتبہ کی طرح حصار فیروز آباد تعمیر کیا
اور ایسا کوشک عجیب و پر اسرار تیار کیا۔

اس کے بعد حرم شہر میں حصار فیروز آباد واقع تھا اور اس کے اطراف میں
تمام خانان، ملک و امراء اعیان و دولت نے اپنے اپنے مکان تعمیر کئے اور بیعتیں و عہد
محل و قصور تیار ہو گئے۔ فیروز شاہ کو معلوم تھا کہ یہ مقام بے آب ہے۔ بادشاہ نے ارادہ
کیا کہ یہاں پانی پہنچائے۔ بادشاہ نے خود اس کام میں کوشش کی اور دو دریا کے سائل
نہر حصار فیروزہ میں لے آیا۔ ایک نہر دریائے جمنہ اور دوسری دریائے ستلج سے۔
دریائے جمنہ کے ساحل سے جو نہر لائی گئی وہ نہر مثل نہر حبیوہ و انھانی کے تھی۔
ان نہروں نہر دل کا دامن نہر نال کے سنگم سے نکلا گیا اور اسی کو اس کے خاتمے تک
حصار فیروزہ میں لایا گیا۔

موتی عقیف کے والد نے جو اس زمانے میں بادشاہ کے مخصوص اہل دربار میں
داخل اور عہدہ شب نویسی پر ممتاز تھا، خاکسار مولف سے بیان کیا کہ حضرت فیروز شاہ
نے حصار فیروزہ کی تعمیر میں ڈھائی سال صرف کئے اور بادشاہ کے ساتھ تمام رعایا
و خلقت نے بھی اس کام میں سید کوشش کی۔ فیروز شاہ نے سید خوشی و مسرت کے ساتھ

حصار فیروز آباد کیا اور حصار میں باغات و اشجار لگائے، چنانچہ ان باغات میں بہت قسم کے میوے پائے جاتے ہیں۔

سدا پھل وغیرہ و نارنگ اسکنڈ پھل اور بہت قسم کے پھول وغیرہ بے شمار و ہر اقسام و ہر جنس کے اس باغ میں پائے جاتے ہیں۔

نیشکر سیاہ و پونڈا ہر دو قسم کے اس باغ میں پائے جاتے ہیں اور یہ نیشکر اس قدر عمدہ و نرم تھے کہ اگر کوئی شخص ان میں دانت لگاتا اور ان کا چھلکا دانتوں سے چباتا تو ایک بار لگی سرے سے اخیر تک چھلکا علیحدہ ہو جاتا۔ یہ امر البتہ تھا کہ حصار فیروزہ میں فصل خریف تو عمدہ ہوتی لیکن فصل ربیع خوب نہ ہوتی، اس لئے کہ گندم بغیر پانی کے پیدا نہیں ہوتا۔

فیروز شاہ کے ان نہروں کے حصار میں لے جانے سے ہر دو فصل عمدہ ہونے لگیں۔

اس سے قبل سلاطین گزشتہ کے عہد حکومت میں اس حصے کو ملک کے دفاتر سرکاری میں شوق بانسی تحریر کرتے تھے، لیکن جب حصار فیروزہ آباد ہوا تو اس تاریخ سے اس فواح کو شوق فیروز آباد لکھنے لگے اور بانسی و اکدودہ و فتح آباد و سرستی سامورہ و خضر آباد و دیگر اقطاعات تک تمام و کمال حصار فیروزہ آباد کی شوق میں داخل ہو گیا۔

غرض کہ ایک عظیم الشان شہر بن گیا جس میں آبادی و ذراعت کا کثرت ہوئی۔ حصار فیروزہ کی شہداری ملک و ملان کے سپرد ہوئی۔

جب پانی کی کثرت ہوئی اور متحد نہر میں حصار میں آگئیں تو بیشمار پانی جمع ہو گیا اور ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق باغ و کھیت کے قریب کنواں کھود سکتا تھا۔ پانی اس قدر کثرت سے جمع ہو گیا کہ اگر چار گز زمین کھودی جاتی تو پانی برآمد ہوتا تھا۔

چٹا مقدمہ

استقامت الماک کے بیان میں

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے ہر دو شہر پڑویجر کے طریقے پر آباد کئے، ایک فتح آباد

جس کی بابت قسم اول میں تذکرہ ہو چکا اور دوم حصار فیروزہ جس کی شرح سابق میں کی جا چکی۔
ان ہر دو مقامات میں بیشمار و بکثرت نہریں جاری کی گئیں اور تمام نہریں اسی
پانی کے کوس تک جاری ہوئیں۔

نہروں کے درمیان تمام تر قصبات و قریات آباد تھے، چنانچہ قصبہ چوہدریہ و
قصبہ دھارتھ و شہر ہانسی و تعلق پور عرف سیدم و غیرہ حصہ ملک ان نہروں سے سیراب
ہوتے تھے۔

ہر قصبہ و موضع میں نہریں جاری تھیں اور ان نہروں کے پانی سے رعایا ولقمت کو
بیشمار نفع حاصل ہوتا تھا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ ممالک محروسہ کے تمام علما و مشائخ کو جمع کیا جائے
اور ان سے یہ فتویٰ طلب کیا جائے کہ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی کوشش اور ذاتی مال کے
صرف سے آب غرقاب کے کنارے سے پانی کی نہریں جاری کرے اور یہ نہریں
حدود و قصبات و قریات میں جاری ہوں اور ان مقامات کے باشندے ان نہروں سے
نفع حاصل کریں تو آیا اس جاری کرنے والے کو بھی حق سہی حاصل ہے یا نہیں۔

علماء نے جواب دیا کہ سہی کنندہ کو حق شرب حاصل ہے، یعنی یہ کہ قریات و
قصبات کی آمدنی میں دو سال حصہ اس شخص کا ہے۔

اس کے بعد فیروز شاہ نے ان نہروں کا حق شرب اپنی املاک میں داخل کیا۔
اسی طرح بادشاہ دیں پناہ نے بیشمار مردہ زمین کو آباد کر کے ان کے حاصل
اپنی املاک میں شامل کئے۔ بادشاہ نے ان مقامات کی آمدنی علما و مشائخ کے باہم کر لی
اور اس کو بیت المال سے خارج تصور فرمایا۔

بادشاہ نے ان رقوم کو سہام یعنی حصوں میں تقسیم کیا۔

واضح ہو کہ اس زمانے میں دو چیزیں املاک میں داخل تھیں، ایک حاصل حق شرب
اور دوسرے آباد قصبات کے حاصل اور اس طرح تقریباً دو لاکھ تنگے فیروز شاہ کی
بلک قرار پائے تھے۔

سیحان اللہ جس قدر املاک فیروز شاہ کے قبضہ میں تھیں کسی بادشاہ وہی کو میسر
نہ ہوئی ہوں گی۔ شاہی املاک کی کثرت اس درجہ پہنچ گئی کہ املاک خاص کے عہدہ دار

علمیہ مقرر کئے گئے اور اس کا خزانہ جدا قائم کیا گیا۔

اگر برسات کا موسم آتا اور بارش شدید ہوتی تو بادشاہ اپنے بعض مخصوص اہل دربار کو اس امر پر مقرر کرتا کہ یہ امر ہر نہر کے دلانے کا دورہ کریں اور بادشاہ کو مطلع کریں کہ سیلاب کس مقام تک پہنچ گیا ہے۔ بار بار ایسا ہوا ہے کہ موترخ عقیف کے پدرو برادر اس امر کی تشخیص کے لئے دربار شاہی سے مقرر کئے گئے ہیں کہ نہروں کے گرد سفر کر کے اس امر کا اندازہ لگائیں کہ سیلاب کہاں تک پہنچا ہے۔

اگر بادشاہ کو معلوم ہوتا کہ سیلاب نے ایک بہت بڑے حصہ ملک کو سیراب کر دیا ہے اور نہروں کا پانی مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا ہے تو بادشاہ بید خوش ہوتا اور اپنے جاے میں پھولانہ سلانا۔ اگر کوئی قریہ یا قصبہ ویران و تباہ ہو جاتا تو اس مقام کے عہدہ داروں سے شدت و سختی کے ساتھ باز پرس کی جاتی تھی۔

ساتواں مقدمہ

فیروز شاہ کا موترخ کے پیر و مرشد سے ہانسی میں ملاقات کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ حصار فیروزہ سے خالص موترخ کے پیر و مرشد سے ملاقات کرنے کے لئے ہانسی حاضر ہوا۔ واضح ہو کہ اس زمانے میں حضرت شیخ قطب الدین قدس اللہ تعالیٰ العزیز موترخ کے مرشد کے پیر و مرشد نے آنجناب فانی سے ملت فرمائی اور موترخ کے پیر و مرشد سجادہ طاعت پر رونق افروز تھے۔

فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ کے قریب پہنچا اور جناب شیخ نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کی تعظیم کے لئے سجادہ ارشاد پر کھڑے ہوں، لیکن فیروز شاہ نے حضرت کو قسم دے کر اس تعظیم سے منع فرمایا۔

ملاقات کے بعد مصافحہ ہوا اور ہر دو بادشاہ بگزیدہ خلایق ایک ہی جگہ بیٹھے اور حضرت شیخ نے قاعدے کے مطابق دخل و نصیحت شروع کی۔

مقررہ گفتگو کے بعد فیروز شاہ نے شاہانہ انداز میں کلام شروع کیا اور حضرت شیخ سے عرض کیا کہ میں نے محض بندگان خدا کی آسائش و امن کے اور اہل اسلام کو راحت

پہنچانے کی غرض سے حصار فیروزہ تعمیر کیا ہے، اگر جناب شیخ بھی رحمت و شفقت کے لحاظ سے اس حصار میں قیام فرمائیں تو بید مناسب ہوگا۔

حضرت کے قیام کے لئے خانقاہ تعمیر کر دی جائے گی اور مصارف خانقاہ کے لئے ہر صادر و وارد کے لحاظ سے اخراجات مقرر کر دئے جائیں گے۔

حضرت شیخ اگرچہ ان میں قیام فرمائیں گے تو امید ہے کہ حضرت کے قدم کی برکت سے اہل حصار تمام بلیات بگڑش اور حکار سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعا گو کا حصار میں قیام کرنا فرمان شاہی خیال کیا جائے گا یا خود دعا گو کا اختیاری فعل ہوگا۔ فیروز شاہ نے فرمایا کہ خدا ایسا نہ کرے کہ میں حضرت کو کسی قسم کا حکم دوں، اگر حضرت شیخ خود قیام اختیار فرمائیں تو حصار کی سعادت اور اہل حصار کی خوش قسمتی ہوگی۔

جناب شیخ نے فرمایا کہ دعا گو کا اختیاری مقام ہی شہر ہانسی ہے جو دعا گو کے ہمدرد کا مسکن ہے اور حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ و حضرت محبوب الہی نے اسلاف کو یہ مقام عطا فرمایا ہے۔

فیروز شاہ نے حضرت شیخ کے جواب کو بید پسند فرمایا اور کہا کہ مناسب یہی ہے کہ حضرت اسی شہر ہانسی میں قیام فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے امید ہے کہ حضرت کی برکات سے حصار فیروزہ تمام آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و آباد و مہمور رہے گا۔

سبحان اللہ جو کلمہ کہ فیروز شاہ کی زبان پر جاری ہوا آخر میں اس کا ظہور ہوا یعنی اسی آخری دور میں جبکہ سنگ دل گروہ نے خدا کی مشیت کے مطابق دہلی کو تاخت و تاراج کیا اور اہل اسلام و ذاتی افراد کا مال و اسباب تباہ و برباد ہوا تو حضرت شیخ کے قدم کی برکت سے اہل ہانسی قطعاً محفوظ رہے بلکہ حصار فیروزہ کا وہ حصہ بھی جو حصار ہانسی کے مضامات میں داخل ہو چکا تھا تمام بلیات سے محفوظ و مامون رہا۔

انشاء اللہ تعالیٰ شہر ہانسی کا تمام حوادث سے محفوظ رہنا اور حضرت شیخ کی کرامت سے اہل شہر کا محفوظ رہنا جس کا مفصل بیان اس تصنیف کا ایک اہم ترین مقصد ہے آخر کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

واضع ہو کہ مورخ ضعیف کا ایک مقصد اس تاریخ کی تالیف سے یہ ہے کہ اس واقعے کو مفصل بیان کرے۔

آٹھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دریائے جمن کے ساحل پر فیروز آباد آباد کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کو خیال پیدا ہوا کہ شہر فیروز آباد بسائے۔ بادشاہ نے اس امر کے لئے کوشش شروع کی اور دہلی کے جوار میں اکثر مقامات کی محض انتخاب کی غرض سے سیر کی۔

آخر کار بادشاہ نے دریائے جمن کے ساحل پر ایک قطعہ زمین اختیار فرمائی۔ واضح ہو کہ فیروز آباد کی بنیاد بادشاہ کے بار دوم لکھنؤ کی روانہ ہونے سے قبل کی گئی۔

مختصر یہ کہ منتخبہ زمین میں کوشک کی تعمیر شروع ہوئی اور عمارت کے عمدہ دار و ماہر و تجربہ کار کاریگر تعمیر میں مصروف ہوئے۔

تمام خانان و ملوک بارگاہ نے بھی اس کوشک میں اپنے محل تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں کہ فیروز آباد کی بنیاد آٹھواں موضع کی زمین شہر میں داخل ہو گئی چنانچہ قصبہ اندر پت و سرائے شیخ ملک یار پرانی و سرائے شیخ ابو بکر طوسی و زمین موضع کاویں و زمین کیشواڑہ و زمین اندھا ولی و زمین سرائے ملکہ و زمین مقبرہ سلطان ضیہ و زمین بہاری و زمین مہر ولیہ و زمین سلطان پور و غیرہ موضع شہر میں داخل ہو گئے۔

فیروز آباد میں خدا کی عنایت و مہربانی سے اس قدر آبادی میں اضافہ ہوا کہ قصبہ اندر پت سے کوشک، شکار تک تمام حصہ ملک آباد و معمور ہو گیا۔

واضح ہو کہ اندر پت سے کوشک شکار تک پانچ کوس کا فاصلہ ہے جس میں ایک کوس سے دوسرے کوس تک مسلسل آبادی پائی جاتی ہے۔

مخلوق نے شہر میں کچ کے پختہ مکانات تعمیر کرائے اور اس قدر کثرت سے مساجد

تعمیر کرائیں کہ اُن کا شمار مشکل ہے۔

شہر میں ہر قسم کے طویل بازار قائم ہوئے اور یہاں کے باشندے خوش حال و فارغ البال ہوئے۔

اسی طرح شہر میں آٹھ مساجد تعمیر کی گئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ایک مسجد خاص، مسجد نائب بار یک، مسجد ملک بھر خٹہ، بہمنی مسجد ملک نظام الملک، مسجد جامعہ در کو شک، شکار، مسجد اندر پت۔

یہ آٹھوں مسجدیں بچہ بزرگ اور اس قدر بڑی تھیں کہ ہر مسجد میں دس ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے چہل سالہ دور حکومت میں شہر دہلی و فیروز آباد میں ہمیشہ پانچ کوس کا فاصلہ رہا۔

خلاق شہر اپنی ضروریات کے پورا کرنے اور نیز اپنے دیگر تعلقات کی وجہ سے دہلی سے فیروز آباد آتے اور اسی طرح فیروز آباد سے دہلی جاتے تھے۔

غرض کہ اس پانچ کوس کی مسافت میں جو دہلی و فیروز آباد کے درمیان میں تھی، خلاق کی آمد و رفت شبانہ روز مورد ملح کی طرح جاری تھی۔

اس پانچ کوس کے فاصلے میں خلقت مورد ملح کی طرح آمد و شد رکھتی تھی۔

آمد و رفت کے لئے بیکاریوں کا گروہ، سواریاں و جانور اور گھوڑے تیار رکھتے تھے۔

جس وقت بھی کوئی شخص دہلی سے فیروز آباد یا فیروز آباد سے دہلی کی روانگی کا ارادہ کرتا تو سکاڑی، بیل یا گھوڑا، جو سواری وہ پسند کرتا، اختیار کر کے چند جھیل مقررہ کرایہ ادا کرتا تھا اور ایک ہی دہلے میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا تھا۔

اس کے علاوہ کہا روں کا ایک گروہ ڈولہ لئے ہوئے ہر وقت حاضر رہتا تھا اور ہر شخص چاہتا ڈولے پر سوار ہوتا تھا۔

فی کس کرایہ سکاڑی کا چار جھیل اور بیل کا چھ جھیل اور گھوڑے کا بارہ اور ڈولے کا نیم تنگہ مقرر تھا۔ غرض کہ اسی طریقے پر چالیس سال کاہل یہ راہ جاری رہی اور مزدوروں کا ایک گروہ شہر سے نزدیک و دور کرائے میں مشغول ہوتا تھا اور اُن کی زندگی بخوبی بسر ہوتی تھی۔

سبحان اللہ ایسا آباد و مہمور شہر جو آسمان کبود کے نیچے دار الملک دہلی کے نام سے مشہور ہے، خدا کی مشیت اور اس کے حکم سے اس درجہ تباہ و برباد ہو گیا اور اس شہر کی خلقت و رعایا مرضی و تقدیر الہی کے مطابق مفلوج کے ہاتھ سے تباہ و تاراج ہوئی اور باقی ماندہ اطراف میں آوارہ وطن ہو گئی۔ سچ ہے کہ خدا کی مشیت و مرضی میں دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔

نواں مقدمہ

ظفر خاں کا سنار گاؤں سے فریاد رسی کے لئے بادشاہ کی قدیموسی کو حاضر ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ حصار فیروزہ کی تکمیل میں حد سے زیادہ کوشش کر رہا تھا کہ خان اعظم ظفر خاں سنار گاؤں سے قدیموسی کے لئے حاضر ہوا۔ اس امیر کی حاضری کا قصہ معتبر روایت کے مطابق یہ ہے کہ شمس عقیف سے راست گفتار اشخاص نے یہ بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ سنار گاؤں سمی سلطان فخر الدین کا داماد تھا۔

واضح ہو کہ سنار گاؤں تخت گاہ پٹوہ سے قبل کا آباد کیا ہوا ہے اور اس لئے حاصل ہے۔

فیروز شاہ کی اول و ایسی کے بعد سلطان شمس الدین ششتی میں سوار ہو کر چند روز میں سنار گاؤں پہنچا۔

سلطان فخر الدین جس کو عام اشخاص فخر کہتے ہیں سنار گاؤں میں مطمئن زندگی بسر کر رہا تھا۔

سلطان شمس الدین نے فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے اُسی دم قتل کیا اور سنار گاؤں پر قابض ہو گیا۔

سلطان فخر الدین ان حوادث میں قتل ہوا اور اس کے اعوان و انصار متفرق و پراگندہ ہو گئے۔ ظفر خاں اس زمانے میں تمام عمال کے کارناموں کی تحقیقات

اور تحصیل بل کے لئے مملکت سنار گھاؤں میں دورہ کر رہا تھا۔
 ظفر خاں نے یہ داستان سنی اور سید کی مانند خوف سے لرز نے لگا۔
 خان مذکور سنار گھاؤں سے فراری ہو کر جہاز میں سوار ہوا اور دریائے سندھ کی مشعل و
 خطرناک راہ طے کر کے ایک مدت کے بعد بے شمار حیلہ و تدبیر سے جہاز میں دریا کا
 سفر طے کیا۔

خان مذکور بہزار دقت و غرابی ٹٹھکے میں وارد ہوا اور ٹٹھکے سے مہلی پہنچا۔
 مختصر یہ کہ ظفر خاں نے بادشاہ کی قدیم سببی حاصل کی اور اس امیر کے حالات کا
 معروضہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا۔

فیروز شاہ اُس زمانے میں حصار فیروزہ میں مقیم تھا۔
 بادشاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ دربار عام آراستہ کیا اور
 ہر شخص کو بار عطا ہوا۔

تمام خاتمان و ملوک بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ہر شخص اپنے مناسب
 مقام پر استادہ ہوا۔

مورخ ضعیف نے ظفر خاں کی حاضری و پائے بوسی کا قصہ اپنے والد ماجد کی
 زبان سے سنا جو اُس زمانے میں بادشاہ کے خادم خاص تھے۔
 مورخ کے والد ماجد نے بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور میں لایا گیا
 اور خان مذکور نے محل حجاب سے آداب بجالایا۔

ظفر خاں داب بادشاہی و رعب دربار سے بے ہوش ہو گیا، اس لئے کہ
 اُس نے لکھنؤئی میں کبھی ایسا دربار نہ دیکھا تھا۔ غرض کہ ظفر خاں نے ایک خدمتی
 سبیل بادشاہ کے حضور میں پیش اور خرف قدیم سببی حاصل کیا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ دیں پرور نے رحم و کرم سے کام لیا اور ظفر خاں کی طرف
 مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم مطمئن رہو اور کسی طرح کا اندیشہ و خوف دل میں نہ لاؤ۔
 اگرچہ تم نے سید شدائد برداشت کئے اور بے انتہا خوف و خطر کی وجہ سے تم پر
 خواب و خور حرام رہا ہے، لیکن خدا کا شکر ادا کرو کہ تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے
 اور تمہاری سنار گھاؤں کی اہلک سے دو چند نعم کو یہاں عطا کی جائیں گی۔

غرضکہ ظفر خاں نے خاص بندہ گمان بادشاہی کی طرح سرزمین پر رکھا اور فیروز شاہ کی تعریف میں چند کلمات عرض کئے۔ ظفر خاں نے عرض کیا کہ بندہ ہمہ مسکین اپنے وطن میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور اہل اسلام کی حفاظت کر رہا تھا کہ سلطان شمس الدین زبیدی نے جو بادشاہ کا ضرب خوردہ و طمانچہ زدہ و نیز امیران بارگاہ سے شکست خوردہ ہے مکاری سے کام لیا اور یکایک سنار گھاؤں میں وارد ہو کر سلطان فخر الدین کو زندہ گرفتار کر لیا۔ پروردگار عالم نے اس بندہ درگاہ کو دشمنوں کے شر سے نجات دی۔

فدوی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سلطان شمس الدین سے میرا انتقام دُنیا کا کوئی تاجدار نہیں لے سکتا صرف اگر خداوند عالم و بادشاہ گیتی پناہ توجہ فرمائیں تو ممکن ہے کہ فدوی اپنی مراد کو پہنچے۔

یہ بندہ تمام عالم میں سرگردان و پریشان پھر کر خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے تاکہ حضرت شاہ ابینی ہدایت بادشاہی سے اس مظلوم و مغموم کا انتقام دشمن سے لیں اور انصاف فرمائیں۔

ظفر خاں نے اپنی تقریر ختم کی اور بادشاہ نے نہایت عزت و جاہ کے ساتھ جواب دیا کہ تم مطمئن رہو اور دیکھو کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔
ظفر خاں اور اس کے رفقاء نے شرف قدم بوسی حال کیا اور اُن کو زر و دوزی و دروغت خلعت عطا ہوئے۔

ظفر خاں کو اول ہی روز بادشاہ نے بصیقتہ جامعہ شوئی تیس ہزار تنگے محبت کئے اور آئین سلطانی کے مطابق اُس کو ظفر خاں کا خطاب بھی عطا کیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں اور اُس کے اعران و انصار کے لئے چار لاکھ کی قسم بطور انعام مقرر کی۔

ظفر خاں سکھ ہمراہ ہزار سوار اور بے شمار پیادے تھے۔

خان مذکور کو نائب وزیر کا عہدہ بھی عطا ہوا لیکن آخر میں یہ امیر مرتبہ وزارت پر فائز ہوا جیسا کہ متوجع عقیف اس سے پیشتر تحریر کر چکا ہے۔

غرضکہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور سے بید غرض و کامیاب واپس آیا اور

اور فارغ البال و مرفہ الحال اپنے مقام پر زندگی بسر کرنے لگا۔

دوسرے روز آفتاب افق مشرق پر طلوع ہوا اور فیروز شاہ نے بے حد شان و شوکت کے ساتھ دربار عام کیا۔ ظفر خاں غلگین و رنجیدہ حاضر ہوا اور بے حد پریشانی کے عالم میں اُس نے تین بار زمین ادب کو بوسہ دیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں کو دیکھ کر اُس سے دریافت کیا کہ میں تمہ کو تمام حاضرین میں زیادہ نکر مند پاتا ہوں۔ ظفر خاں نے بار و گز زمین ادب کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ بادشاہ کو معلوم ہے کہ اہل غم سکون سے عاری اور مظلوم صبر سے متبرہ ہوتے ہیں اور مضبوط ثبات کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی عنایت خاص سے اس بندے پر رحم و کرم فرمائیں اور میرے احوال پر متوجہ ہو کر فریاد رسی کریں تو البتہ میری خاطر پریشان کو تسلی ہو سکتی ہے۔ ظفر خاں نے بادشاہ کے حضور میں یہ تقریر کی اور فیروز شاہ نے اُس سے کہا کہ تم اس وقت دہلی میں خان جہاں کے پاس جاؤ، ہم بھی تمہارے عقب میں روانہ ہوتے اور خدا کے حکم کا انتظار کرتے ہیں۔

ظفر خاں نے بادشاہ سے رخصت ہو کر خان جہاں سے ملاقات کی اور کس امیر نے بھی خان نہ کو پر نوازش فرما کر بے حد تسکین و تسفی کی۔ خان جہاں نے ظفر خاں کو چتر سبز میں جو علانی بارہ کا مقام تھا فروکش ہونے کی دعوت دی۔

چند روز کے بعد فیروز شاہ بھی دہلی سے برآمد ہوا اور خان جہاں سے ظفر خاں کے متعلق گفتگو کی۔

فیروز شاہ نے خان جہاں سے کہا کہ ظفر خاں اپنا انتقام لینے ہمارے پاس حاضر ہوا ہے، اس معاملے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

خان جہاں نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین، بادشاہ دین پناہ سے غائب ہوا اور چونکہ یہ فرماں ردا صاحب قوت و شوکت تھا، اُنہوں نے خیال کیا کہ جزائر کدالہ میں قیام کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس فرماں روائے نے یہ طے کر کے کہ سنار گاؤں تمام ممالک بنگالہ کے مقابلے میں یہاں واقع ہے اس لئے اسی شہر میں قیام کرنا اور دشمن سے اپنے کو محفوظ رکھنا

بہتر و مناسب ہے۔
 اس خیال کی بنا پر شمس الدین نے سارے گاؤں پر حملہ کر کے اُس ملک کو فتح کیا اور
 شہر پر خود قابض ہو گیا۔
 سارے گاؤں کی رعایا پر نشان و آوارہ وطن ہو کر بادشاہ عالم پناہ کی درگاہ میں
 فریاد رسی کے لئے حاضر ہوئی۔
 اگر حضرت شاہ ملک بنگال میں تشریف لے جا کر اُس ظالم کو سزا دیں گے
 تو حضرت کا نام نیک دُنیا میں باقی رہے گا اور تمام مخلوق ہمیشہ یہی کہے گی کہ فریاد رس
 فیروز شاہ نے مظلوم افراد کی فریاد رسی فرمائی۔
 وزیر نے اپنی رائے عرض کی اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ تم خدا کی عنایت پر بھروسہ
 کر کے بنگال کے سامان سفر کا انتظام کرو۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کا بار دوم لکھنوتی کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے بار دوم لکھنوتی کا سفر کیا۔
 اس مرتبہ بادشاہ نے آئین جہاندارہی و مراسم بادشاہی کے مطابق چشم و شکر کو
 انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور ہر خاص و عام پر نوازش فرمائی۔
 غرض کہ بادشاہ کے جو دعوے سے ہر شخص رنج و غم سے آزاد ہو کر مطمئن سفر کا
 منزل میں ملے کرنے لگا۔
 بار اول کی طرح اس مرتبہ بھی اسی ہزار سوار و بے شمار پیادے اور چار سو تہ
 ہاتھی اور بندوق کشا کشتیاں فیروز شاہ کے ہمراہ تھیں۔
 اس کے علاوہ اس مرتبہ بادشاہ کی سچی و کوشش سے بیحد اشخاص دی
 میں جمع ہوئے اور یہ گروہ بھی لکھنوتی کی محکم پر روانہ کیا گیا۔
 اسی طرح دو دہلیز اور دو بارگاہ و دو خواجگاہ و دہلیز مطبخ و مراتب در

ایک سواستی نشان ہر قسم کے اور شتری و غری واپسی چوراسی داسہ او طیل بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

غرض کہ بادشاہ اس شان و شوکت و جاہ و جلال کے ساتھ روانہ ہوا اور اُس کے ہمراہ ہزار لشکر جس میں نامور و مشہور جنگجو و بہادر سپاہی شامل تھے، بھگالے کے سفر کو راہی ہوئے۔

خان جہاں جو صاحب فہم و فراست وزیر تھا، بادشاہ کی نیابت میں مدلی میں مقیم رہا۔

خان اعظم تاتار خاں چند منزل بادشاہی نشان کے ہمراہ سفر کرتا رہا اور اس کے بعد بادشاہ نے اُس کو واپس کر دیا اور حصار فیروزہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا۔

اُس زمانے میں مورخ عقیف کے والد نے جو بادشاہ کے مقرب ملازم و اہل دربار تھے، خاکسار عقیف سے بیان کیا کہ تاتار خاں کو واپس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ آغاز جلوس میں گاہ گاہ شغل شراب کرتا تھا اور اس بادلہ نوشی میں احتیاط برتنا تھا۔

فیروز شاہ نے ایک مقام پر نزول فرمایا اور امور جہاد اری قسم کی ہوشیاری و بیداری سے کام لیتا تھا۔

اتفاق سے ایک روز نماز صبح کے بعد بادشاہ کے لئے شراب لائی گئی۔ عجیب و غریب شراب تھی جس سے بادشاہ شغل کرتا تھا۔

یہ شراب مختلف رنگ کی ہوتی اور زعفرانی و لال و سیدہ ہر طرح کا بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا جس کا مزہ بیدہ شیریں و خوشگوار ہوتا تھا۔

بادشاہ کی طرح شاہی امرا و اہل دربار بھی مختلف قسم کی شراب استعمال کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے نماز و وظائف سے فراغت حاصل کر کے بادلہ نوشی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس وقت پاسبان نے تاتار خاں کی حاضری کی اطلاع دی۔

فیروز شاہ تاتار خاں کے درود سے بید نا خوش ہوا اور شاہزادہ فتح خاں کو

روانہ کیا کہ تاتار خاں سے معذرت کر کے اُس کو واپس کر دے۔
فتح خاں نے ہر چند اصرار کیا کہ تاتار خاں واپس ہو لیکن اس امیر نے واپسی
سے انکار کیا۔

تاتار خاں بارگاہ شاہی کے روبرو بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھ کو ایک ضروری عرض
پیش کرنا ہے میری حاضری ضروری ولاہمی ہے۔
فیروز شاہ کو اس واقعے سے اطلاع ہوئی۔

بادشاہ اُس وقت شیر کی طرح پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا لیکن تاتار خاں کو اپنے
حضور میں طلب کرنے کے بعد پلنگ سے اتر ا اور نہالچے پر بیٹھ گیا اور شراب
کے ظروف پلنگ کے نیچے پنہاں کر دئے اور پلنگ پر ایک چادر بچھا دی۔
تاتار خاں حاضر ہوا اور اس نے پلنگ کے نیچے نظر کی اور دیکھا کہ علامات بادشاہی
موجود ہیں۔

خان مذکور اپنے دل میں عجب فکر مند ہوا اور قلیل مدت تک سر در گریبان
بادشاہ کے روبرو بیٹھا رہا۔

اس مدت میں نہ بادشاہ نے ایک لفظ کہا اور نہ تاتار خاں نے کچھ عرض کیا۔
تھوڑی دیر کے بعد تاتار خاں نے ہنر سکوت توڑی اور یہی خواہوں کی طرح
عرض کیا کہ ہم اس وقت حریف سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اس وقت
خلوص قلب سے توبہ کرنا لازم ہے۔

یہ وقت توبہ و استغفار کا ہے اس محل برکات سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے
اور ہر لمحہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا مناسب و یقینی ہے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاید میری ذات میں تم نے ناپسندیدہ اوصاف
ملاحظہ کئے ہیں جو اس قسم کی تقریر کر رہے ہو ورنہ اس موقع پر اس گفتگو کا کیا محل ہے۔
تاتار خاں نے عرض کیا کہ بندے کو پلنگ کے نیچے مجھے علامات میخواری
نظر آتے ہیں۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ ظفر خاں مجھ کو گاہ گاہ می نوشی کا خیال ہوتا ہے
اور کبھی کبھی اس کا شغل کرتا ہوں۔ تاتار خاں نے بارگاہ عرض کیا کہ یہ موقع توبہ و استغفار کا ہے

اس وقت ان کمزوریات میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔
 اس موقع پر فیروز شاہ نے تاتار خاں سے فرمایا کہ میں قبضہ ہند کر تا ہوں کیسب تک
 تم لشکر شاہی میں رہو گے میں ہرگز جی نوشی نہ کروں گا۔
 تاتار خاں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے واپس آیا۔
 فیروز شاہ نے تاتار خاں کو رخصت کرنے کے بعد اس گفتگو پر غور کیا۔
 بادشاہ کو خیال ہوا کہ تاتار خاں نے شاہی رعب و داب و بادشاہی عظمت و جلال
 کا لحاظ نہ کیا اور بے ادبانہ گفتگو کی۔
 غرض کہ چند روز اس گفتگو کو گزرے اور فیروز شاہ نے کہا کہ چونکہ حصا فیروزہ
 دور ہے اور اس فوج میں اشرار کا مجمع بہت ہے، اس لئے اس حصہ ملک
 کی حفاظت بعید ضروری ہے۔
 بادشاہ نے تاتار خاں کو حصا فیروزہ پر متعین کیا تاکہ وہاں کی مخلوق اطمینان و
 آرام کے ساتھ زندگی بسر کرے اور تاتار خاں بادشاہ سے رخصت ہو کر حصا فیروزہ
 روانہ ہوا۔
 مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کی اعانت و کرم سے بہرہ اندوز ہو کر اودھ اور قنوج کے
 درمیان سفر کرتا ہوا جہاں پور پہنچا۔
 اس زمانے تک جو پور آباد نہ ہوا تھا۔ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور خوش گوار
 مقامات و دلنشین صحرا دیکھ کر فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ اس مقام پر ایک بزرگ شہر
 آباد کرے۔
 فیروز شاہ نے چھ ماہ یہاں قیام کیا اور دریا گومتی کے کنارے پر شہر آباد کیا اور
 سلطان محمد بن تغلق شاہ کے نام پر شہر کو موسوم کیا۔
 چونکہ سلطان محمد کا نام جو نانی تھا شہر بھی جو نانی پور شہر ہوا۔
 بادشاہ نے خان جہاں کو دہلی میں اس واقعے سے اطلاع دی اور شہر کی حکومت
 خواجہ جہاں یعنی سلطان الشرق کو عطا کیا۔
 مورخ خواجہ جہاں کے ابتدائی و انتہائی حالات سلطان محمد کے تذکرے میں
 معرض بیان میں لائے گئے۔

غرض کہ فیروز شاہ نے چھ ماہ کے بعد جلن پور سے بنگالے کا رخ کیا اور مستواتر کوچ کرتا ہوا جلد سے جلد بنگالہ وارد ہوا۔

اس زمانے میں سلطان شمس الدین نے وفات پائی اور اس کا فرزند سلطان سکندر باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان سکندر نے فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بادشاہی لشکر و چشم کے خوف سے سب اپنی تمام فرج کے جزائر اکدالہ کے درمیان روپوش ہو گیا۔

فیروز شاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ تمام جزیرے کا محاصرہ کر لیا۔ بادشاہ نے تمام لشکر کو آراستہ کر کے جنگ و جدل کا منتظر تھا اور بیحد ہوشیاری کے ساتھ فرج و چشم کی حفاظت کر رہا تھا۔

گیارہواں مقدمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ کے خوف سے قلعہ بند ہونا اور

قلعے کے ایک برج کا گزنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بنگالے میں وارد ہوا اور حاکم بنگالہ بادشاہ کے خوف سے جزائر اکدالہ میں پناہ گزیں ہوا۔

فیروز شاہی لشکر نے جزیرے کا محاصرہ کر لیا اور جنگ و قتال کا انتظار کرتا رہا۔ ہر جانب سے عداوت و منہمق کے ذریعے سے حصار کے روبرو تیر و ناولک کی بہوش ہونے لگی۔

غرض کہ فریدوں و کئے کے مانند ہر روز متواتر جنگ ہونے لگی۔ چونکہ سلطان شکر حصار کے اندر سے باہر نہ آ سکتا تھا اس لئے شب و روز جانیں کے جنگجو سپاہی قتال کا انتظار کر رہے تھے۔

تقدیر الہی سے ایک روز حصار اسکندریہ کا ایک برج گرا جس کی وجہ یہ تھی کہ بالاحصار کے پناہ گزیں افراد بہ کثرت جمع تھے جن کا بار برج نہ سنبھال سکا اور گر پڑا۔

برج حصار کے گرتے ہی فیروز شاہی فوج درمیان میں آگئی اور ہر دولہ شکر میں شور برپا ہو گیا۔

طرفین نے جنگ کی تیاری کر کے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔ اس شور و بے شمار غوغا کی آواز فیروز شاہ کے کان تک پہنچی اور فیروز شاہ نے ماضی درگاہ کی طرف نظر کی۔ اس درمیان میں شاہزادہ فتح خاں نے عرض کی کہ ممکن ہے کہ جنگ لے کا لشکر ہماری فوج پر حملہ آور ہو۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاہی جامہ لائیں اور بادشاہ خود سوار ہو گا غرض کہ فیروز شاہ نے جامہ وچوالیس پر کالہ اسلحہ جسم پر لگائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شور گاہ کی طرف چلا۔ اس اثنا میں میدان کارزار کا شیر یعنی ملک حسام الملک ابن نوادور سے نمودار ہوا اور جلد سے جلد بادشاہ کے قریب پہنچ گیا۔

اس امیر نے عرض کیا کہ خلافت کی کثرت کی وجہ سے حصار کا شہ برج گر گیا ہے، اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہماری فوج فوراً بالائے حصار پہنچ کر حریف پر غالب آئے اور اُس کو تباہ و تاراج کرے۔

فیروز شاہ نے یسین کو نائل کیا اور اس کے بعد جواب میں فرمایا کہ حسام الدین بغیر ہمارے لشکر کے حصار میں داخل ہونے کے یہ قلعہ فتح ہو جائے تو بہتر و مناسب ہے اس لئے کہ اہل حصار کو تاراج کرنے میں اس امر کا احتمال ہے کہ ہزار بابت و دہشتین عورات بدکار و نااہل افراد کا شکار ہوں گی، تم آج صبر کرو اور خدا کے حکم کے منتظر رہو۔ اُس روز تمام فوج سلطانی بالائے حصار جانے کی منتظر تھی لیکن بادشاہ کا یہ حکم سنتے ہی ہر شخص اپنے مقام پر رک گیا۔

غرض کہ دن تمام ہوا اور شب کے وقت ماہتاب طلوع ہوا اور اہل حصار نے شبشب باہم گر محنت و مشقت کر کے برج کو درست کر لیا اور کارزار کے لئے مستعد ہوئے۔

معتبر و راست گفتار رادیوں نے موثر و عقیف سے بیان کیا ہے کہ حصار کا کالہ گلین قلعہ تھا جس کے اوپر برج تیار کیا گیا تھا اور جانین کا لشکر جنگ و جدال میں مشغول تھا۔ غرض کہ چند روزہ رد و فرماں رہا معرکہ آرائی میں مصروف رہے جیسا کہ امپر

بیان ہو چکا ہے لیکن آخر میں حصار کے اندر چارہ وغلہ کم ہوا اور اہل جنگ کا کوئلہ لاق ہوئی۔
 اور مصر فریقین کے پیادہ سوار و پیادے جنگ و جدال سے تنگ آئے، لیکن
 آخر میں اللہ تعالیٰ نے صلح کی راہ پیدا فرمائی جیسا کہ خواجہ نظامی نے فرمایا ہے۔

بارہواں مقدمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے صلح کرنا اور چالیس عدد تانہ عطا کرنا

نقل ہے کہ سلطان سکندر محاصرے سے سید پریشان ہوا اور اپنی جان سے
 بےزار ہو گیا۔

سکندر شاہ نے اپنے مال کا پر غور کیا اور وزیر سے مشورہ طلب کیا۔
 سکندر شاہ نے کہا کہ ہماری رعایا سخت مشکل میں گرفتار ہے ایسی حالت میں
 غور و فکر سے کام لے کر اس اثر دہے کہ ملک سے باہر کرنا چاہیے۔

سلطان سکندر کے اہل دربار نے عرض کیا کہ عالم اسباب کا مقررہ قاعدہ ہے
 کہ زیر دست کبھی بالادست افراد پر غالب نہیں آئے اور ظاہر ہے کہ خدا کی مشیت و
 پروردگار کی مرضی کا تقاضا یہی ہے۔ اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہم کسی محنت و مشقت کو
 وزیرائے فیروز شاہی کے دربار میں گفتگوئے صلح کے لئے روانہ کریں اور جہاں تک
 ممکن ہو نرمی و نصائح سے خلعت کو محفوظ رکھیں۔

سلطان سکندر نے اس تقریر کا جواب نہ دیا اور خاموش ہو رہا۔
 وزیرائے سکندر ہی بادشاہ کے دربار سے رخصت ہوئے اور باہم مشورہ کیا۔
 ان وزرائے یہ طے پایا کہ بادشاہ نے اگرچہ صراحت ہماری تقریر کا جواب
 نہیں دیا ہے لیکن ہماری گفتگو سن کر سکوت فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ سکوت ہی
 رضامندی کی علامت ہے۔

غرض کہ سلطان سکندر کے وزیروں نے ایک صاحب فہم و فراست شخص کو
 وزیرائے فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے نہایت نرم و نصیحت آمیز پیغام سے

صلح کی گفتگو ان الفاظ میں شروع کی کہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ اس جنگ و جدال کا جس میں طرفین سے اہل اسلام قتل و ہلاک ہوں سبب کیا ہے۔

یہ امر مسئلہ ہے کہ اگر بادشاہان صاحب جاہ کینہ دوری یا کسی دوسرے سبب سے دشمن سے معرکہ آرائی کریں اور اس جنگ و جدال میں مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان پہنچے گا اندیشہ ہو تو وزرائے صاحب عقل کا فریضہ ہے کہ اپنی فہم و فراست و وسوسہ خوبی سیاست سے بادشاہ کو ایسی معرکہ آرائی سے باز رکھیں۔

ظاہر ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دیگر سلاطین جہاں کشاکش کی تقلید کی اور اس ملک پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ کے حملہ کرتے ہی شمشیر زنی شروع ہوئی اور اہل اسلام و ذمی و آفاقی غرض کہ ہر گروہ کو شدید مضرت و نقصان پہنچنا شروع ہوا۔

آپ حضرات کو جو فیروز شاہ کے وزیر و مدیم ہیں لازم ہے کہ بادشاہ کو نصائح کر کے اس ملک سے واپس فرمادیں۔ ہم یہ بھی عرض کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ سلطان سکندر کی جانب سے سوا خیال صلح کے اور دوسرا ارادہ نہیں ہے۔

غرض کہ شاہ بھگالہ کے وزیر نے فیروز شاہی مقرب اہل دربار کو ان الفاظ میں اور مثل دوستان بھی خواہ کے نصیحت کی اور فیروز شاہی وزیر مثل نیک خواہ اجاب کے ایک مقام پر جمع ہوئے اور اپنی فہم و فراست و عقل و سیاست کی بنا پر اس رائے پر متفق ہوئے کہ عقل و ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سلطان سکندر کے وزیر کی نصیحت اور ان کے پیغام صلح کو قبول کریں اور بادشاہ کے حضور میں اس پیغام صلح کو مناسب الفاظ میں عرض کر کے انتظار رکھیں۔ غرض کہ وزیر و مقرب اہل دربار فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سلطان سکندر کے وزیر نے بادشاہ کے جاں نثار گروہ کو پیغام دیا ہے اگر بادشاہ کا حکم ہو تو یہی خواہ دولت پیغام مذکور حضرت کے حضور میں عرض کریں۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ ضرور بیان کرو اور حتی الوسع راست گفتاری سے

کام لو۔

وزیر نے عرض کیا کہ حریف نے عاجزا و طریقہ اختیار کیا ہے اور بے حد منت و دذاری کی ہے ایسی حالت میں اس کے مجبور کا لحاظ رکھنا مناسب ہے اور

اور اُس کے الفاظ و پیغام کو قبول کرنا ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ سلطان سکندر صلح کا خواہاں ہے اور اگر حضرت شاہ بھی جنگ سے کنارہ کشی فرمائیں تو اہل اسلام کے درمیان جو جنگ و جدال ہو رہی ہے وہ قطعاً موقوف ہو جائے۔

فیروز شاہ یہ تقریریں کر خاموش ہوا اور غور و فکر کرنے لگا۔

بادشاہ نے بید تامل کے بعد فرمایا کہ تم وزیر کی رائے معاملات سلطنت و امور جہان داری میں عین میری رائے ہے اس لئے کہ تم سلطنت کے ویسے ہی خواہ ہو جیسا کہ میں۔ لیکن صلح کی شرط یہ ہے کہ خان اعظم ظفر خاں کو سنار سکاؤں کا تخت حکومت عطا کیا جائے۔

فیروز شاہ نے مشروط صلح کو منظور فرمایا اور مقریان شاہی بادشاہ سے رخصت ہوئے اور انھوں نے مشروط صلح سے وزیرائے سلطان سکندر کو اطلاع دی۔

سکندری وزیر نے سید عاجزی کے ساتھ تحریر کیا کہ ایک معتبر شخص بطور قاصد روانہ کیا جائے تاکہ ہر دو فرمانروا کے درمیان صلح بخوبی طے پا جائے۔

غرض کہ اس جانب سے خان اعظم ہمیت خاں بطور قاصد صلح کا پیغام لے کر شاہ بنگالہ کے دربار میں حاضر ہوا۔

غرض کہ ہمیت خاں حصار اکدالہ کے اندر سکندر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہمیت خاں نے بیشتر سلطان سکندر کے وزیر اسے ملاقات کی اور تمام وزراء جمع ہو کر خان مذکور کو سکندر خاں کے حضور میں لے گئے۔

اگرچہ سکندر خاں کو جانبین کے وزیر کی گفتگو کا بخوبی علم تھا لیکن قصداً اپنے کو بیخبر ظاہر کیا۔

ہمیت خاں نے سلطان سکندر کے حضور میں حاضر ہو کر بھی فصیح و شیریں الفاظ میں بادشاہ کی تعریف کی اور زمین خدمت کو بوسہ دے کر انچیموں کی طرح مودب استاد بن گیا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ ہمیت خاں خود بھی بنگال کا باشندہ تھا اور اُس کے

دو فرزند سکندر خاں کے ملازم تھے ۔

ہیبت خاں نے بیوقوفی و فراست کے ساتھ صلح انگیز و محبت خیز گفتگو کی ۔
اس موقع پر سلطان سکندر نے کہا کہ حضرت فیروز شاہ میرے مخدوم و ولی نعمت
و میرے عم بزرگوار ہیں ، میری یہ مجال نہ تھی کہ میں مدوح کے مقابلے میں معرکہ آرائی کروں ۔
ہیبت خاں نے قاصدانہ انداز میں جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا بے حد
مناسب و بر محل تھا ۔

خان مذکور نے نرم و گرم ہر قسم کے الفاظ میں تقریر کی ۔
ہیبت خاں نے یہ معلوم کر کے کہ سلطان سکندر نے بھی الفاظ صلح انگیز میں
تقریر کی ، عرض کیا ، سلطان فیروز شاہ کے اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شاہ
سنار گاہوں کی حکومت ظفر خاں کو عطا فرمائیں ۔

اس تقریر میں سلطان سکندر نے اور زیادہ محبت انگیز جواب دیا اور فرمایا کہ اگر
عم نامدار کا یہ منشا ہے تو میں بھی اس کو قبول کرنا ہوں اور سنار گاہوں ظفر خاں کو
عطا کرتا ہوں ۔

اگر حضرت شاہ کا صہرہ یہی مقصد تھا تو اس کے لئے اس قدر مشقت
کیوں گوارا فرمائی ، حضرت شاہ دہلی سے اس مضمون کا فرمان صادر فرماتے اور حضرت
کے حکم کی تعمیل میں سنار گاہوں ظفر خاں کو حوالے کر دیا جاتا ۔

ہیبت خاں بیحد خوش و مطمئن واپس ہو کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور سلطان سکندر کی گفتگو حرف بحرف بادشاہ سے عرض کی ۔
فیروز شاہ نے دریافت کیا کہ سنار گاہوں کے بارے میں سکندر خاں نے
کیا گفتگو کی ۔

ہیبت خاں نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے جواب دیا ہے کہ اگر
حضرت شاہ کی مرضی یہی ہے کہ ظفر خاں سنار گاہوں کی حکومت پر فائز ہو تو مجھ کو
کوئی عذر نہیں ہے ۔ حضرت اسی وقت ظفر خاں کو سنار گاہوں کی حکومت عطا
فرما سکتے ہیں ۔

فیروز شاہ اس تقریر سے بیحد خوش ہوا اور فرمایا کہ آج کے بعد سے خدا کے

فضل و کرم سے ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کن نہ ہوگی۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ سلطان سکندر میل برادر زادہ ہے اور امید ہے کہ ہمیں ہر دو فرار و اے کے دائرہ حکومت میں خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ امن و سکون رہے گا۔ غرض کہ یہیبت خاں فیروز شاہ کے حضور میں واپس آیا اور راز کی گفتگو شروع کی اور عرض کیا کہ حضرت شاہ کے رعب و جلال و بے انتہا خوف سے سلطان سکندر بچہ مضطرب و پریشان ہے۔ اگر حضرت شاہ شاہان نیک نام کی تقلید فرما کر کوئی شے بطور انعام عطا فرمائیں تو مناسب ہے۔ سلطان سکندر خود ایسی عنایت و ہمدردی کا طالب ہے اور امید ہے کہ حضرت کی ایسی شامانہ نوازش کے معاوضے میں سلطان سکندر بھی حضرت کی خدمت بجالائے گا۔

فیروز شاہ نے ایک بندہ درگاہ مسمی ملک قبول کو جو توراباند کے عرف سے مشہور تھا، حصار اکدالہ میں روانہ کیا۔

بادشاہ نے توراباند کی معرفت ایک کلاہ دولت قیمتی اتنی ہزار تنگہ جو رقعہ و جواہر نگار تھی، اور پانچ اسپ تازی ملک قبول کی معرفت بطور تحائف روانہ کئے۔ فیروز شاہ نے ملک قبول کو ہدایت کر دی کہ سلطان سکندر سے کہہ دے کہ کاشندہ سے ہمارے اور اُس کے درمیان تلوار نہ چلے گی۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے سفر کر کے دو منزل پر قیام کیا۔ ملک قبول حصار کے اندر گیا اور معتبر روایت کے مطابق خندق حصار کے کنارے جس کا عرض میں گز تھا کھڑا ہوا۔

اس موقع پر ملک قبول نے اپنی حیرت کا اظہار کیا اور بجدی کوشش سے اپنے گھوڑے کو کاوا دے کر چابک ماری اور گھوڑا کو ذکر خندق کے اُس پار آگیا۔

ملک قبول کے اس فعل سے تمام اہل بنگالہ حیران و متعجب ہوئے۔ مختصر یہ کہ ملک قبول شاہ بنگالہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور زین بوس ہو کر سات مرتبہ اُس کے تخت کے گرد گھوما اور کلاہ و دولت جو فیروز شاہ نے روانہ کی تھی سلطان سکندر کے سر پر رکھی اور خلعت پہنایا۔

ملک قبول نے عرض کیا آپ اور سلطان فیروز شاہ ہر دو بیک نفس تاجداروں ہیں

کیونکہ دشمنی ہو سکتی ہے اس لئے کہ فیروز شاہ اس کا حکم نامہ مارا اور آپ اس کے برادر زادہ ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی تاثیر محبت سے آپ کے ملک میں بطور مہمان تشریف لائے تو کیا مضائقہ ہے۔

جو شخص آپ حضرات کے درمیان کسی قسم کی عداوت و مخالفت کی گفتگو کرے اس کا چنداں اعتبار نہیں ہے۔ اور آپ ہر دو فرماں روا کو یا ہر گرجنگ و جہل نہ کرنا چاہئے۔

سلطان سکندر نے سوال کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اور ملک قبول نے ہندی میں جواب دیا کہ اس کو تورابا نام کہتے ہیں۔ سلطان سکندر نے کہا کہ تمہارے ایسے کس قدر غلام اس کے دربار میں موجود ہیں اور ملک قبول نے عرض کیا کہ میرا مرتبہ غلامی دویم ہے میرے ایسے دس ہزار بندگان دولت تیغ دار دوم مرتبہ کے موجود ہیں۔ سلطان سکندر اس گفتگو سے حیران ہوا اور اس صلح سے سید خوش ہوا اور اس کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا۔

سکندر شاہ نے چالیس عدد ہاتھی اور دیگر بے شمار قیمتی اسباب بطور تحفہ روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ حضرت یقین رکھیں کہ اگر اس برادر زادے پر بادشاہ اسی طرح شفیق و مہربان رہیں تو ہر سال تحائف روانہ کرنے کی رسم جاری رکھی جائے۔

سبحان اللہ جب تک کہ ہر دو بادشاہ زندہ رہے کلاہ دولت و نیز ہر قسم کے تحائف ارسال کرنے کا طریقہ جانیں سے جاری رہا۔ چنانچہ اس واقعے سے ہر دو مملکت کی رعیت واقف و آگاہ ہے۔

جبکہ ان ہر دو بادشاہ نے رطلت فرمائی تو خلعت خدا نے اپنی راہ لی اور ہر شخص کا طریقہ بدل گیا۔

غرض کہ سلطان سکندر نے چالیس ہاتھی مع دیگر نفائس کے روانہ کر کے اپنے حالات سے اطلاع دی۔ یہ تحائف فیروز شاہ کی خدمت میں پہنچے اور بادشاہ سید خوش ہوا اور ایک ہاتھی ملک قبول کو عطا کیا۔ فیروز شاہ ان تحائف کو دیکھ کر سید خوش ہوا اور ملک قبول نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے عرض کیا ہے کہ اگر بادشاہ ظفر خواں کو سنار کاٹل روانہ فرمائیں تو میں اس ملک سے کنارہ کش ہو جاؤں گا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں کو طلب فرما کر اس کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور فرمایا کہ اگر تم مصلحت خیال کرو تو میں مع اپنے تمام لشکر کے ان حدود میں قیام کروں اور تم سناڑ گاؤں روانہ ہو۔

ظفر خاں نے اپنے یا ران مجلس سے مشورہ کیا اور ہر شخص نے یہ جواب دیا کہ اگر آپ اس زمانے میں سناڑ گاؤں روانہ ہوں گے تو وہاں قیام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ خیل خانے کے تمام آشنا و بیگناہ افراد تلف ہو گئے ہیں۔

ظفر خاں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ خداوند عالم کی خدمت میں میں اور میرا تمام خیل خانہ دہلی میں اس قدر آرام و آسائش سے ہے کہ جانور سے سناڑ گاؤں تک تمام حصہ ملک غلوب سے فراوان ہو گیا ہے۔

یہ بندہ درگاہ قطعاً مطمئن ہے۔ ہر چند کہ فیروز شاہ نے اصرار کیا لیکن ظفر خاں نے انکار کیا اور سناڑ گاؤں نہ گیا۔

فیروز شاہ اس مقام سے اپنے ملک کو واپس ہوا اور فرمان مرحمت و پروانہ جات شفقت خان بہان کے نام ارسال فرمائے۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ جون پور پہنچا اور جون پور سے جاج نگر کی طرف روانہ ہوا۔

اس زمانے میں لکھنؤ تی سے چالیس ہاتھی پہنچ گئے اور بادشاہ تمام ہاتھیوں کے ہمراہ جاج نگر روانہ ہو گیا۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جون پور سے جاج نگر روانہ ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے بنگالے سے جون پور وارد ہوا اور ارادہ کیا کہ اب جاج نگر روانہ ہو۔

بادشاہ نے از سر نو لشکر ترتیب کیا اور بادشاہ کے ارادے سے واقف ہو کر تمام قافل درگاہ و خدام دولت نے سامان سفر درست کیا۔

ہر اہل لشکر نے تیاری و درستی سامان میں بیکسی و کوشش کی۔
 فیروز شاہ نے بنگا و کٹہ میں چھوٹی اور خود کٹہ سے جاج نگر روانہ ہوا اور یہاں کا
 ملک ملے کر کے جاج نگر پہنچا۔
 ولایت جاج نگر بھی خوش حال و معمور ملک ہے اور یہاں کی رعایا مطمئن
 و خوش حال ہے۔

بادشاہ کے اس سفر میں موترخ کے والد ماجد ہرکاب تھے اور ممدوح نے
 اس ملک کا حال اور یہاں کی نعمتوں کی تفصیل موترخ سے اس طرح بیان کی ہے کہ
 ملک جاج نگر تعجب خیز و بیکسر سرسبز ہے۔
 اس ملک میں غلہ و میوہ اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ تمام لشکر و جانور
 سیر و اسودہ ہو گئے۔

جاج نگوں میں وارد ہوتے ہی لشکر کی تمام ماندگی و خشکی رفع ہو گئی اور بادشاہ
 نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ بنارسی میں قیام کیا۔
 اُس زمانے میں ادیسر (ادایہ) نام رائے جاج نگر نے کسی مصلحت ملک کی
 بنا پر بنارسی کی سکونت ترک کر کے کسی دوسرے شہر میں سکونت اختیار کیا تھا۔
 فیروز شاہ نے بنارسی میں قیام کیا۔
 معتبر راویوں نے موترخ ضعیف شمس سراج عفیف سے اس طرح بیان
 کیا ہے کہ حصار بنارسی کا دور قیس کوں ہے۔

جاج نگر کے راجاؤں نے جو قوم کے بھمن تھے اس امر کو بطور فال نیک اختیار
 کیا تھا کہ ہر چہ یہ فراں روا اس حصار کے دور میں اضافہ کرے۔

غرض کہ ہر رائے جو تخت حکومت پر قدم رکھتا حصار بنارسی کی عمارت میں
 کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ کرتا تھا جس کی وجہ سے یہ قلعہ ایک بزرگ حصار بن گیا تھا۔
 غرض کہ راجہ جاج نگر کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہی لشکر اُس کے ملک میں آگیا اور
 راجہ نے خائف ہو کر خنجر کی سواری اختیار کی اور درمیان کے درمیان ایک قلعہ قلب
 میں پناہ گزین ہوا۔

راجہ کی تمام ولایت پر آگندہ ہوئی اور اُس کی رعایا کا بیشتر حصہ اسیر ہوا اور

اور بعض نے پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی اور بردے اور جانور بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

کہتے ہیں کہ اس قدر جانور تمام قسم کے جمع ہوئے کہ کوئی شخص اُن کو ہاتھ نہ رکھتا تھا۔

ایک بردہ کی قیمت ایک جتیل تک پہنچ گئی اور جانوروں کو تو کوئی مفت بھی نہ خریدتا تھا۔

مولشی اس قدر کثرت سے جمع ہو گئے کہ اُن کا شمار شکل ہو گیا۔ ہر منزل میں جہاں کہیں کہ قیام ہوتا اہل لشکر کو سفند لاتے اور اُن کو ذبح کرتے اور جس قدر جانور باقی رہتے اُن کو فرود گاہ میں چھوڑ دیتے۔

دوسری منزل میں دوسرے جانور دستیاب ہو جاتے تھے۔

ان سطور کے تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی حکمت سے اُس سرزمین میں نعمت دنیاوی کی اس درجہ کثرت تھی کہ حد بیان سے باہر ہے۔

معتبر ادیبوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ اس ملک کی رعایا کے مکانات اس قدر وسیع و کشادہ تھے کہ احاطہ مکان میں باغات تھے جس میں بکثرت میوے پیدا ہوتے تھے۔

غرض کہ اندرون خانہ کشت و زراعت بھی کرتے تھے اور باغات سکونت مکان و کشت و باغ ہر قسم کی زمین نظر آتا تھا۔ سبحان اللہ کیسی پر نعمت و سرسبز زمین تھی کہ اس کی تعریف محال ہے لیکن تقدیر الہی سے اس سرزمین میں ایک مسلمان کا بھی وجود تھا اور تمام اہل ملک غیر مسلم تھے۔

سر در عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور غیر مسلم کے لئے باغ ہے۔

اگر بندہ مومن تاج شاہی سر پر رکھ کر نعمت بادشاہی سے بھی بہرہ اندوز ہو تو بھی یہ تمام دولت و آرام جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں بیچ ہے اور اگر غیر مسلم نان خیزہ کو بھی محتاج ہو تو دنیا اُس کے لئے بہشت ہے کیونکہ عذاب آخرت جو رزقِ امت میں نصیب ہو گا اُس کے مقابلے میں تحالیف دنیاوی کی کوئی ہستی نہیں ہے نہ کہ مومن کو دنیا میں

فقد فاقہ نصیب ہوا اور غیر مسلم طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال ہوا۔
 غرض کہ موسیٰ کے لئے دنیا خوب و بہتر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے آخرت ہی
 نیک و باقی ہے اور دنیا فانی و چند روزہ ہے۔
 غرض کہ فیروز شاہ نے رائے جگ نگر کے تعاقب کے ارادے سے بنارس سے
 کوچ کیا۔

راجہ خوف و خطر کی وجہ سے اس سے قبل ہی فراری ہو چکا تھا اور دریا کے
 درمیان پناہ گزین تھا۔
 راجہ نے ایک مست ہاتھی اپنے دربار کے روپر و چھوڑ دیا تھا کہ غلطی اس تماشے میں
 مصروف ہو کر اس کے عقب میں نہ آسکیں۔
 یہ ہاتھی اس قدر عیب تھا کہ کوئی دوسرا شخص جانور اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔
 تین روز فیروز شاہی لشکر نے اس ہاتھی کو گرفتار کرنے میں محنت و مشقت برداشت کی
 چونکہ اس جانور کو زندہ گرفتار کرنا ممکن نہ تھا تین روز کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھی
 ہلاک کیا جائے۔
 اس جانور کے ہلاک ہونے کے بعد فیروز شاہ اپنی فوج و لشکر کے حصار
 کے اندر داخل ہوا۔
 اس درمیان میں معلوم ہوا کہ اس مقام سے متصل ایک جنگل ہے جس میں
 بیشمار پتے مثل کوہ کے موجود ہیں اور اس جنگل کے اندر سارت خونخوار ہاتھی اور ایک
 مادہ ذیل موجود ہیں۔
 فیروز شاہ نے اس واقعے کو سن کر ارادہ کیا کہ اول ہاتھیوں کا شکار کرے اور
 اس کے بعد راجہ کا تعاقب کرے۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ہاتھیوں کو گرفتار کرنا اور راجہ کی اطاعت

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو ان جنگلی ہاتھیوں کا حال معلوم ہوا اور بادشاہ بے حد

شان و شوکت و جرات و مردانگی کے ساتھ اس جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ جانوروں نے جنگل کے درمیان دس سے پندرہ کوس تک اپنی قیاسگاہ و تاراج گاہ مقرر کی ہے۔

فیروز شاہ کے حکم سے تمام نیک خواہ لشکر و نیز تمام خان و ملک و سردار ان نادر و اصحاب و دربار و افراد اہل بازار اس جنگل کے ہر چار جانب طویلہ دار اس طرح مقیم ہوئے کہ ان کی فرود گاہ ایک کٹہرہ بن گئی اور ہر دو طرف راہ سید مضبوط و مستحکم ہو گئی۔ اس کٹہرے کا عرض دس گز اور بلندی سات گز کی مقرر کر کے تمام جنگل مٹی سے پاٹ دیا گیا اور درمیان میں دو راہ چھوڑ کر کٹہرے کو مضبوط و مستحکم کر دیا گیا۔ فیروز شاہ ہر روز خود سوار ہو کر آتا اور کٹہرے کو مضبوط و مستحکم کرنے کی تاکید کرتا تھا۔

غرض کہ کٹہرہ تمام ہوا اور چند خوشخوار ہاتھی شاہی نسل خانے سے لائے گئے اور چالاک پیلان دامن چاک کر کے ان جانوروں پر سوار ہوئے۔ جنگل کے ایک جانب فہنا و ارغون و فیضی بجانے والوں کا گرہ جنگل میں داخل ہوا اور کیبا رنگی باجوں کی آواز سے میدان کو بچھے لگا اور شور و غوغا بلند ہوا۔ وہ اٹھوں ہاتھی جو جنگل کے درمیان میں بھاگ گئے تھے ہیبت آوازیں سن کر صحرا کی طرف بھاگے۔

بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب جنگلی ہاتھی صحرا میں بھاگے تو ان کی ٹکڑے سے جوید قوی تن تنادر درخت بھی زمین پر گر پڑے۔ جنگلی جانور جنگل کے کنارے پہنچے تھے اور تمام خلق کٹہرے کے اوپر آکر شور و غوغا بلند کرتی تھی اور کٹہرے کے اوپر بھی ڈھول اور ارغون بجائے جاتے تھے اور ہاتھی مثل شغال کے حیران ہو کر کنارے سے بارگرجنگل کے درمیان میں چلے جاتے تھے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے چند روز اسی طرح جانوروں کو کشاکش میں رکھا اور اس کام میں جان و دل سے کوشش کی۔ چند روز کے بعد اقبال شاہی نے ان ہاتھیوں کو خستہ و ماندہ کر دیا اور یہ چارہ کھانے سے باز رہے۔

جوان یلیان جو بید قوی تھے جنگل کے اندر درختوں پر سوار ہوئے اور باقی جو جنگل کے اندر بغیر چارے کے سست ہو گئے تھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔ جوان یلیان درختوں سے کود کر ان کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور طنابوں اور زنجیروں سے ان کو مقید کر لیا۔ غرض کہ اس طلسمی کارروائی سے فیروز شاہ نے ان مہیب جانوروں کا شکار کیا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ان ہاتھیوں کے شکار سے فارغ ہو کر راجہ کی طرف توجہ کی۔

بادشاہ نے قوت شانانہ سے کام لیا اور راجہ کے محل میں داخل ہوا اور ملاحظہ کیا کہ محل شاہی کی عمارت مختلف اقسام کی بید مضبوط و مستحکم ہیں جن کی غریب و استحقاق حد بیان سے باہر ہے۔

روایت ہے کہ حصار کے اندر پتھر کا ایک بت تھا جس کو ہندو جگتاتہ کہتے ہیں۔

یہ بت ہندوؤں کا معبود تھا۔

فیروز شاہ نے بھی سلطان محمود غزنوی کی تقلید کی اور اُس بت کو بچ و بنیاد سے اٹھا کر دہلی میں لایا اور اس طرح اُس کو ذلیل و خوار کیا۔

ان واقعات کے بعد بادشاہ نے ارادہ کیا کہ جراتور کدالہ کے اندر راجہ کا تعاقب کرے۔

راجہ بادشاہ کے خوف سے بید پریشانی اور ہراس کے سبب بدحواس ہوا اور اُس نے چند پاتر بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے عاجزی کا اظہار کیا اور اپنے اسلمی حال سے خبر دی۔

واضع ہو کہ جس طرح سلاطین نامدار کے حضور میں دُراہموتے ہیں اسی طرح رایان و رایگان و زمینداران ہند ہنوتوں کو اپنا مقرب بناتے ہیں۔ انھی ہنوتوں کو جاج نگریں پاتر کہتے ہیں۔

راٹے جاج نگر کے دربار میں اُس پاتر موجود تھے۔

غرض کہ راجہ نے بید خوف و خطر کی وجہ سے اپنے پانچ پاتر بادشاہ کی بارگاہ میں

رواندہ کر کے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔

راجہ کے پاتر فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو کر بادشاہ کے قدموں میں ہونے اور زمین خدمت کو لبوسہ دے کر اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے مالک کا حال بیان کر کے عرض کیا کہ رائے جاج نگر بادشاہ کا اطاعت گزار بندہ اور قدیم بندہ زادہ ہے۔ یہ بندہ مسکین ہمیشہ سے بادشاہ کا فرماں بردار رہے اب حضرت اپنے قدیم خانہ زاد کے لئے کیا ارادہ رکھتے ہیں۔

پاتروں نے یہ گفتگو کی اور بادشاہ نے فرمایا کہ اس حدود میں آنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ معتبر روایت کے ذریعے سے معلوم ہوا تھا کہ اس نواح میں یعنی راجہ کے ملک و قیامگاہ کے متصل ایک جنگل ہے جس میں بے شمار پتے پہاڑوں کے پائے جاتے ہیں اور اس جنگل میں دشتی ہاتھی بکریوں کی طرح ہر جہاں طرف گشت کرتے ہیں۔

یہ خبر سن کر ہم ہاتھیوں کے شکار کے لئے اس نواح میں آئے تھے لیکن راجہ کسی دہم میں گرفتار ہوا کہ ہمارے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔

مختصر یہ کہ مقررہ گفت و شنید کے بعد راجہ نے پچیس ہاتھی بطور خدمت بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے اقرار کیا کہ ہر سال چیدہ و منتخب ہاتھی بطور خراج بارگاہ شاہی کو روانہ کرتا رہے گا۔

فیروز شاہ نے رائے کے لئے زر دوزی جامہ و علم ہائے زربفت پاتروں کے ذریعے روانہ کئے۔

غرض کہ ہنہان مذکور کو جو بادشاہ کی بارگاہ میں بطور قاصد حاضر ہوئے تھے خلعت عطا ہوئے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے فتح مند و بامراد لکھنؤتی و جاج نگر سے ہتھرتا ہتھیوں کے ہمراہ واپس ہوا۔

بادشاہ نے دو سال سات ماہ ان ملاک میں بسر کی اور بادشاہ کی مراجعت سے ہر شخص مسرور و شاداب ہوا۔

پندرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ قلب میں لانا

نقل ہے کہ فیروز شاہ لکھنؤتی سے واپس ہو کر دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ راہبروں نے غلطی کی اور بادشاہ کو مہتان و دروازن کے ساحل پر پہنچا۔

موترخ کے والد ماجد بیان کرتے تھے کہ ہر کوس پر ایک بلند پہاڑ نمودار ہوتا تھا اور خلقت اُس پہاڑ سے اُتر کر دوسرے کوہ پر آتی اور نیچے اُترتی تھی۔

غرض کہ تمام اشخاص پہاڑوں اور جنگلوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے اور نشیب و فراز کی کثرت کی وجہ سے تمام مخلوق خستہ و ماندہ ہو گئی تھی۔

غلہ و کپڑا گراں ہو گیا اور خلقت جدتلف و ہلاک ہونے لگی اور چھ ماہ کامل بادشاہ کی سلامتی کی خبر دہلی میں نہ پہنچی۔

خان جہاں مجید فکرمند ہوا اور اس امیر نے ہر روز حوالی شہر میں سواری کرنا شروع کیا اور اُس کی ہمیت سے تمام ملک میں امن و امان رہا۔

چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے راہ کا نشان پیدا ہوا اور بادشاہ نے مجید فکر کی وجہ سے ارادہ کیا کہ دہلی میں (اطلاعی فرمان) روانہ کرے۔

بادشاہ کے حکم سے تمام لشکر میں ندا کر دی گئی کہ ہر شخص اپنی خیریت و سلامتی کا خط اپنے اعزہ کے نام روانہ کرے اور دولت سرانے شاہی تک پہنچا دے۔

اس ندا کو سن کر تمام خلقت خوش و شاد ہونے اور تمام خلایق لشکر نے اپنے پتے حالات کے مکتوب تحریر کئے اور سرانے شاہی میں پہنچا دئے۔

اس قدر خطوط جمع ہوئے کہ ایک فستر پر بار کیا گیا اور یہ تمام خطوط دہلی پہنچے۔ خان جہاں نے حکم دیا کہ شہر میں بیل شادی بچائے جائیں اور ندا کر دی جائے کہ ہر شخص حاضر ہو کر اپنا مکتوب لے جائے۔

اُستربار دربار دہلی کے روبرو بٹھایا گیا اور خطوط زمین پر انبار کر دئے گئے

ہر شخص آتا اور اپنا خط لے جاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا شان الہی ہے کہ اس قسم کے حادثات مخلوق کو پیش آتے ہیں جن کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت و عبودیت یعنی خدائی و بندگی میں فرق و امتیاز رہے۔
مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ چھ ماہ کامل کوہ و جنگل میں حیران و سرگرداں رہا اور اس مدت کے بعد خدا کے فضل و کرم سے اس مصیبت سے نجات پائی۔

بادشاہ نے اس سفر میں بید محنت و مشقت برداشت اور بید شداید و آفت کا کالیف و مختلف تدابیر سے ان پہاڑوں اور دریاؤں کو عبور کر کے چھ ماہ کے بعد کوہستان سے صحرا میں آیا۔

بادشاہ اہل لشکر نے خدا کا شکر ادا کیا اور ہر شخص کو مسرت و شادمانی نصیب ہوئی۔
فیروز شاہ چند روز متواتر کوچ کرتا ہوا کامیاب و بامراد اپنی جنگاہ میں پہنچ گیا۔
اس مدت میں جبکہ بادشاہ ولایت جاج نگوں میں مقیم رہا۔ جنگاہ کڑھ میں جیسکا بادشاہ چھوڑ کر گیا تھا قائم رہی۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ صحیح و سالم کوہستان سے نکل کر باہر آیا اور بادشاہ نے واپسی کا فرمان دہلی میں خان جہاں کے نام روانہ کیا۔
خان جہاں استقبال شاہی کی تیاری میں مصروف ہوا اور شہر میں ہر مقام پر انتظامات ہونے لگے۔

سولہواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا اور شہر میں قبول کا تیار ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ شہر کے قریب پہنچا اور ہر شخص اپنے اعزہ سے ملاقات کرنے کے لئے دوڑا۔ خان جہاں نے بادشاہ کے ورود پر بید ساز و سامان کیا تھا اور جس طرح کہ فیروز شاہ کے سفر اقبال سے واپس آنے پر تہ تیہ کئے گئے تھے اسی طرح اس مرتبہ بھی انتظام ہوا اور ان قوتوں میں حیدر متکلف کیا گیا جس کی وجہ سے تمام بلد میں خاص و عام

ہر شخص مسرت و شادمانی میں سرشار ہوا۔

ہر قبتے میں رنگ برنگ کے کپڑے زمین و سفید و روشنی کپڑے لگائے گئے تھے۔ بعض معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ اس زمانے میں فیروز آباد مہمور ہو چکا تھا لیکن کو شک و حصار کی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی لیکن باوجود اس کے ایک قبتہ فیروز آباد کے درمیان باندھا گیا تھا۔

غرض کہ فیروز شاہ دہلی پہنچا اور تمام شریف و رزائل بیریق و نشان ہاتھیں لے کر بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوئے۔

تہتر ہاتھی جو لکھنوتی سے حاصل ہوئے تھے ان کو مختلف الوان سے رنگ کر اور ہر قسم کے نقش و نگار سے آراستہ کر کے چتر سلطانی کے روبرو قطار میں کھڑے کئے گئے اور بکریوں کی طرح شہر میں لائے گئے۔

اس آرائش کا مقصد یہ تھا کہ رعایا کو معلوم ہو جائے کہ بادشاہ نے اس قدر ہاتھی بچکا لے میں شکار کئے ہیں۔

ان تمام ہاتھیوں کو بکریوں کی طرح گلہ کر کے بغیر فیلیبانوں کے شہر میں داخل کیا۔ غرض کہ تمام اہل شہر اپنے اہل و عیال سے ملے اور مجلس صحبت گرم کر کے غم و فکر سے آزاد باہم گفتگو میں مشغول ہوئے اور اپنے سفر و محائب و عزائب و نیز محنت و شدائد کا اپنے اعزاء سے تذکرہ کیا۔ غرض کہ تمام اہل لشکر نے اہل و عیال کے دیدار اور دوستوں کی ملاقات کی عیش و خوشی میں شاد آمد و مسائب سفر کو گوشہ دل سے فراموش کر دیا۔

فیروز شاہ نے شہر میں قیام کر کے ملک کے انتظام کی طرف توجہ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ نے عجیب حیرت انگیز کام انجام دیا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کو فن تاریخ سے بچہ دلچسپی تھی جس زمانے میں کہ مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی نے وفات پائی بادشاہ نے اپنے ہر عامل سے اپنے دل کا اربیان کیا اور بار بار یہ فرمایا کہ عہد دولت کے واقعات صحت و صداقت و نیز حسن و خوبی سے معرض تحریر میں لانا عالی ہم لازم کا کام ہے۔ غرض کہ بادشاہ کو اپنے عہد حکومت کے واقعات کی کتابت سے ناامیدی ہوئی۔

اور فیروز شاہ نے کوشک حصار کو شک نزل کے گنبدوں اور منارہ سنگین کی عمارت پر جو کوشک شکار و فیروز آباد میں تعمیر ہوئی تھیں، اپنی زبان سے یہ عبارت پتھروں پر نقش کرائی کہ میں نے اس قدر ہاتھیوں کا شکار کیا اور اس طرح ہاتھیوں کو شہر میں لایا اور یہ یہ عمدہ و خوب کام انجام دئے اور یہ سب اہتمام اس لئے کیا تاکہ یہ امور بطور سبق خلافت کے روبرو رہیں اور بادشاہ کے یہ کارنامے یا کارنامہ رہیں اور تمام خلق و اہل عالم ان واقعات سے عبرت حاصل کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ بیدریندیدہ و نیک کردار و فرماں روا تھا جس کے اخلاق مجید پاکیزہ و قابل تعریف تھے۔

فیروز شاہ نے چالیس سال کمال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور اس مدت میں اُس کی تمام تمنائیں پوری ہوئیں۔

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ پروردگار کا فضل و کرم خلقت سے پیشتر ہی انسان کے لئے مقدور ہو جاتا ہے۔

سہو ال متقدمہ

عہد فیروز شاہی میں رعایا کی خوشی و غم کی کا تذکرہ

نقل ہے کہ لکھنؤ کی طرف سے سفر سے واپس آکر فیروز شاہ نے تعمیر عمارت کی طرف توجہ کی۔

فیروز شاہ نے کوشک شہر فیروز آباد کی عمارت بیدرستی و کوشش کے ساتھ تمام کی اور اس درمیان میں عمارت کوشک چند اداری (ہندواری) کو بھی جمید تکلف کے ساتھ تعمیر کیا۔

چونکہ لشکر و معاشی برس کے بعد واپس ہوا تھا ہر شخص اپنے وطن روانہ ہوا۔
فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنے مذاق طبیعت کے موافق ان تین

اشغال میں وقت صرف کیا۔

اقل یہ کہ فیروز شاہ نے ہر قسم کے شکار میں وقت گزارا اور چند پرند ہر قسم کے جانوروں کو شکار کیا۔

بادشاہ کبھی تو شکرے کو پرندان ہوائی کے پیچھے چھوڑتا اور کبھی جنگلی چرندوں کے عقب میں سوار ہو کر تازہ غرغندہ بادشاہ کو ہر قسم کے شکار کا بھید شوق تھا۔

بادشاہ کا دوسرا مشغلہ یہ تھا کہ فیروز شاہ سلاطین یا اقتدار کی طرح ملک و اہل ملک کے انتظام میں وقت صرف کرتا تھا اور یہ تمام خصائل بادشاہ کی اعلیٰ عظمت کی وجہ سے تھے۔ امر سوئم جس سے فیروز شاہ کو شغف تھا عمارات کی تعمیر تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بادشاہ کے ان ہر سد مشاغل کا مفصل حال ہر مشغلے کے محل تحریر میں بیان کیا جائے گا۔ اس مقام پر موتیوں صرف اہل قطعہ کے واقعات ہدیہ ناظرین کرتا ہے اور اس قوم کے حالات سے واقعات کا اظہار کرتا ہے۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد تین یا چار مہم متواتر حل کیں یعنی دو بار لکھنؤ کی کا سفر کیا اور ایک مہم جاج پور کی اور ایک قطعہ کی سدری۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے انتظام و حسن سیاست سے ہر سال مملکت میں اضافہ ہوتا تھا اور سال بسال سلطنت کی آبادی میں ترقی ہو رہی تھی۔

فیروز شاہ کی ہمت کی برکت سے خلائق کو خوشی و خرمی بیدار حاصل ہوتی تھی چمنانچہ بادشاہ نے علماء و مشائخ و صاحبین کو چھینیس لاکھ تنگے بطور مدد معاش عطا فرمائے تھے۔

اسی طرح فقرا و مساکین کے گروہ کو جو در ماندہ و عاجز تھے ایک کروڑ تنگے سالانہ محنت فرمائے تھے تاکہ یہ گروہ اطمینان قلب کے ساتھ دین پروری کرے اور حاجات دنیوی سے بے نیاز ہو کر آخرت کی نعمتیں حاصل کرے۔

بادشاہ کے عہد میں اس طرح فنانان و ملوک و نیز عیان ملک کو بید اطمینان و آرام حاصل تھا۔

اہل تجارت کو ہر سال اپنے پیشے میں زیادہ نفع ہوتا تھا اور اہل بازار و اہل باجرت کو ہر سال بہ نسبت گزشتہ سال کے زیادہ رقم منافع کی حاصل ہوتی تھی۔

اسی طرح خدا کے فغسل و کرم سے اضطراری فقر غربت کی تکالیف سے نجات پاتے اور ان کا شمار فارغ البال طبقہ میں ہو جاتا تھا۔

اہل زراعت نے اپنے کام میں اس درجہ ترقی کی تھی کہ اگر یہ طبقہ ایک مشتمل زمین میں ہوتا تھا تو ایک کے عوض ستر اور سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ حاصل کرتا تھا۔ غیر مسلم گروہ جس میں ذمی و امانی داخل ہیں فیروز شاہ کے عہد میں رفاہیت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور دارالحرب کے باشندے ہر سال تباہ و تاراج کئے جاتے تھے اور دارالحرب میں جس قدر ملک تاراج ہوتا تھا بادشاہ کے فضل و کرم سے اُس سے زیادہ آباد و معمور ہو جاتا تھا۔

اسی طرح سادات و قضاات و دیگر اعیان ملک فیروز شاہ کی جود و سخا سے خرد سالی میں اپنی لڑکیوں کو بیاہتے تھے اور لڑکیوں کو اُن کے شوہروں کے حوالے کر دیتے تھے۔ یہ تمام امور اس لئے تھے کہ لڑکیوں کے مادر و پدر خوش حال و مرفہ الحال تھے اور جن کے پاس رقم نہ تھی اُن کو خزانہ شاہی سے کاریگر کے لئے روپیہ دیا جاتا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے نو عمر بچے علم دین کی تحصیل میں دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے مشغول ہوتے تھے اور عالم و ادیب و خطاط لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے اور اُن کو اجرت خزانہ شاہی سے ادا کی جاتی تھی اور اس کام سے حد سے زیادہ ہی خوش کرتے۔

سوداگر بھی بادشاہ کے قدموں کی برکت سے فارغ البال و خوشحال رہتے تھے۔ اور تین تین چار چار برس متواتر مشہور ممالک میں سفر کر کے بیشمار منافع حاصل کرتے تھے۔ تخت گاہ دہلی میں خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ بے فکری تھی کہ اُس کی نظیر کسی اور دور میں نہیں ملتی، بلکہ فیروز شاہ کے خلوص و نیک نیتی سے تمام عالم کے سلاطین و حکمران کا یہی حال تھا۔

غرضیکہ بادشاہ نیک سیرت یعنی سلطان فیروز شاہ کا عہد بھی کس قدر بابرکت تھا کہ بے شمار نعمتیں خلق خدا کے لئے بہتیا و موجود تھیں اور اب امید نہیں کہ بعد یہ باخیر زمانہ میسر آئے۔

اس موقع پر بندہ ضعیف و موثر عفیف کو ایک حکایت یاد آئی جو قدیم سلاطین و پیشوایان دین کی عجب سبق آموز یادگار ہے۔

حضرت بندگی شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ خیر المجاہدین میں فرماتے ہیں کہ

قدیم زمانے میں کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا جو بے حد حلیم و کریم نیک اعتقاد و خوش کردار تھا۔

اس بادشاہ میں تمام پسندیدہ صفات جمع تھے چنانچہ اُس کے عقیدے کی برکت سے تمام ملک خوش حال تھا۔

ایک روز یہ بادشاہ یگانہ شکار گاہ کو تشریف لے گیا اور ایک جانور کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔

جانور کے ایک تیر لگا اور بادشاہ فوج و لشکر سے جدا ہو کر حیران و تنہا ایک مقام پر پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا اور ایک پر فضا باغ میں پہنچا۔
بادشاہ باغ میں داخل ہوا اور سایہ دار درختوں کے نیچے تھوڑی دیر آرام کیا۔
خدا کی قدرت سے ایک بوڑھی عورت جو نہایت بد حال و بد صورت تھی،
باغ کے اندر سے باہر نکلی۔

بادشاہ نے عورت سے باغ کے مالک کو دریافت کیا کہ کون ہے اور باغ میں کس قسم کے میوے موجود ہیں۔ ضعیف نے جواب دیا کہ باغ تمام و کمال میری ملکیت ہے۔

بادشاہ مجید گرسنہ تھا اور اُس عورت سے کہا کہ کوئی شے کھانے کے لئے لے آؤ۔

عورت نے جواب دیا کہ غذا کی قسم میں کوئی شے موجود نہیں ہے، اگر تم کہو تو چند خوشہ انگور لے آؤں۔ بادشاہ نے اجازت دی اور ضعیف باغ کے اندر گئی۔

اس عورت کو معلوم نہ تھا کہ اس ملک کا بادشاہ سائل ہو کر اُس کے در پر آیا ہے۔ غرضیکہ عورت باغ کے اندر گئی اور چند خوشہ انگور تو لے کر بادشاہ کے حضور میں لے آئی۔ بادشاہ نے انگور کھائے جو مجید شیریں تھے۔

بادشاہ کو یہ میوہ بھی پسند آیا اور اُس نے ضعیف سے دریافت کیا کہ اس باغ محصول کیا ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ اس کا محصول چند تنگے مقرر ہیں۔

بادشاہ کے دل میں یہ خطرہ گزر کہ تمام مملکت کے شہروں کے حالات کی تحقیق کرنی چاہیے اس لئے کہ ملک کے کارگزار و حامل خزانہ شاہی کے محاصل و مال جمع کرنے میں غلطی کرتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا معمور و آباد باغ کا جس میں اس قدر کثرت سے شیریں میوے اور انگور موجود ہیں محصول چند تنگے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

اگر کارکن سچی و کوشش سے کام لیں اس قدر مال ضائع و تلف نہ ہو۔
بادشاہ نے عورت سے انگور لانے کی بارگرمائش کی اور عورت نے بارودم بھی چند خوشے انگور کے بادشاہ کے روبرو پیش کئے۔

بادشاہ نے انگور کھائے اور معلوم ہوا کہ یہ انگور بید ترش ہیں۔
شاہ نے عورت سے دریافت کیا یہ انگور تو اُس مقام اُس درخت سے نہیں لائی جہاں سے کہ بار اول لائی تھی اور عورت نے جواب دیا کہ وہ ہر دو ترشہ انگور ایک ہی محل و مقام سے لائی ہے۔ بادشاہ نے یہ معلوم کر کے عورت سے کہا کہ پیشتر کے انگور شیریں تھے اور یہ ترش ہیں۔

یہ عورت بید صاحب فہم و فراست تھی اُس نے سنتے ہی فوراً کہا کہ اے شخص ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج تک اس ملک کا بادشاہ خلق خدا پر بید مہربان تھا اور اُس کے عقیدہ و نیک نیتی کا یہ ثمرہ تھا کہ ہر شے بابرکت تھی اور ہر میوہ شیریں و لطیف پیدا ہوتا تھا، لیکن اللہ کی مشیت نے بادشاہ کے قلب کو رعایا کی طرف سے برگشتہ کر دیا ہے اور کوئی مذموم و بدخطوہ اُس کے قلب میں پیدا ہوا ہے تاکہ رعایا کو بارگراں سے پریشاں خاطر کرے۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے اس مذموم و بدخطوے کے شر نے ہر شے میں سرایت کی اور تمام ملک سے برکت اٹھ گئی اور اس وجہ سے کہ شیریں انگور ترش ہو گئے۔

اس کے بعد عورت نے بادشاہ سے کہا کہ اے شخص خدا خیر کرے اس لئے کہ جب بادشاہ کے قلب میں کوئی بدخطرہ گزرتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اُس کو علی جامہ پہنائے کیا عجب ہے کہ بادشاہ کے ظالمانہ افعال کے بد اثرات سے یہ ملک چند ہی روز میں تباہ و برباد ہو جائے اور اُس کے ملک کے باشندے راہ غربت اختیار کر کے آوارہ وطن ہو جائیں۔

بادشاہ نے تقریر سنی اور پیر زال کے بیان کے مطابق اپنے ارادے پر خائف ہو کر بید کی مانند کانپنے لگا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ اپنی قدیم روش و فاعدے سے سرمو تیا و زندہ کرے گا۔

مورخ کا مقصود اس حکایت کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ سلاطین دیں پر دور کی خوش عقیدگی ہر شے کو بابرکت بناتی ہے اور بادشاہ کی مشیت نیک رعایا پر نازل ہوتی ہے۔ کابا عث ہو کر ملک کی نعمتوں میں اضافہ اور خلقت کے آرام میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔

اسی طرح چونکہ فیروز شاہ جو برگزیدہ حق تھا خلقت کے فوائد میں اضافہ کرنے کی عید کوشش کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے چالیس سال کامل حکومت کی اور اُس کے عہد میں تمام خلقت خدا نے عیش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کی اور ہر خاص و عام کے قلوب تمام خطرات سے خالی ہو گئے۔

فیروز شاہ کی وفات کے بعد دیگر فرماں روا بادشاہ ہوئے اور خدا کی مشیت و حکم نے تمام شیرازہ ملک کو پراگندہ کر دیا اور ہر شخص نے غربت و آوارہ و طبعی اختیار کی۔ تمام عالم زیر و زبر ہو گیا، بلکہ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ دہلی کے تمام خرد و بزرگ مغلوں کی تاخت و تاراج کا شکار ہوئے جیسا کہ مورخ ضعیف نے خرائی دہلی کے زیر عنوان اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اکھارھواں مقدمہ قلعہ نگر کوٹ کی فتح

فضل ہے کہ فیروز شاہ نے سفر لکھنوتی سے واپس ہو کر کشکارسے مشغلے میں دولت آباد کا رخ کیا۔

راست گفتار ستر زمین نے بندہ ضعیف شمس سراج ضعیف سے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے سفر کی تیاری کی اور تمام چشم و قدم کو دس گودہ العمام عطا فرمایا۔

بادشاہ نے دو دلیز دو دو بار گاہ و دو خواب گاہ و نیز تمام مراتب و شتم کے ہمراہ دولت آباد کا رخ کیا اور متواتر کوچ کرتا ہوا بھیانہ تک پہنچا۔

بادشاہ نے بھیانہ کے حدود میں قدرے آرام کیا اور اس کے بعد الہام الہی سے بہرہ مند ہو کر مصلحت ملکی کے لحاظ سے دہلی کی جانب واپس ہوا۔

فیروز شاہ اپنے اطاعت شعار لشکر کے ہمراہ دہلی پہنچا اور دہلی سے نگر کوٹ روانہ ہوا۔ بادشاہ ناہنج نے زمینداروں کی سسر کوئی کے ارادے سے نگر کوٹ کے

نواح میں وارد ہوا۔

فیروز شاہ کو معلوم ہوا کہ نگر کوٹ کا قلعہ سید مضبوط و مستحکم ہے۔

نگر کوٹ کا راجہ حصار کے بالائی حصے میں پناہ گزیں ہوا اور شاہی لشکر نے راجہ کے تمام ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ جو الاکھی کا بت جو غیر مسلم افراد کا مشہور معبد ہے، راہ میں واقع تھا جس کی بابت معتبر راویوں نے مورخ سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ بابت ایک حجرے میں نہاں تھا اور مہندہ اس حالت میں اُس بت کی پرستش کرتے تھے۔ بعض غیر مسلم روایت کرتے ہیں کہ فیروز شاہ اس مقام پر پہنچا اور بادشاہ بت کی زیارت کے لئے گیا اور اُس کے سر پر ایک زریں چتر رکھا۔ لیکن یہ روایت غلط ہے اس لئے کہ مورخ کے والد ماجد جو بادشاہ کے مقرب اور اس سفر میں فیروز شاہ کے ہم سفر کا بتھے، بیان فرماتے تھے کہ غیر مسلم گروہ نے بادشاہ پر جو پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا، یہ افتر کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جو دیندار و دین پرور و خدا ترس فرماں روا تھا، چالیس سال حکومت کی اور اس مدت میں کسی احکام شرعی و طریقت سے قطعاً تجاوز نہیں کیا، ایسے بادشاہ دین پرور سے اس فعل کا صادر ہونا قطعاً بعید از قیاس ہے۔ والد ماجد فرماتے تھے کہ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور اُس نواح کے تمام رائے و راجگان و نیز زمینداران نواح کو اپنے حضور میں طلب فرمایا۔

فیروز شاہ نے ان بندوں سے کہا کہ اے کم عقل تم کو اس تعبیر کی پرستش کرنے سے کیا فائدہ ہو گا اور اس کے حضور میں اپنی التماس پیش کرنے سے تم کو کیا مل جائے گا۔

شرعیات اسلام کی پیروی کرو، اس لئے کہ جو شخص اسلام کا مخالف ہے اُس کی نجات

ممکن نہیں ہے۔

چونکہ فیروز شاہ نے خدا کے خوف سے اس سنگی بہت کی اس قدر تحقیق کی تاکہ ہندو اپنے عقیدے سے باز آئیں اور غیر مسلم گروہ نے اپنے تعصب کی وجہ سے بادشاہ کی نصیحت پر توجہ نہ کی اس لئے انھوں نے بادشاہ کی بابرکت ذات پر اس قسم کا افترا باندھا ہے۔

بعض غیر مسلم انکار مذہب و نیز اپنے تعصب کی وجہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ نے بھی ایک چتر اس بت کے سر پر رکھا تھا "مالا نکہ یہ روایت ہی محض غلط ہے۔ اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس قسم کی دروغ بیانی کو راست نہ خیال کریں، اس لئے کہ فیروز شاہ و محمد شاہ ہر دو فرماں روا اہل سنت و جماعت میں داخل و دیندار حکمران تھے، ان فرماں رواؤں نے اپنی عقل و دانش کی وجہ سے اپنے عہد مہدلت میں ہزار بابت خانے سمار کئے ہیں، ان سے اس قسم کے افعال کا صادر ہونا قطعاً محال ہے۔ ہندوؤں نے یہ افترا بندی کی ہے جس کی قطعاً اصلیت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے حکم سے نگر کوٹ پہنچا اور اُس نے دیکھا کہ قلعہ بچہ مستحکم و مضبوط ہے۔

رائے نگر کوٹ نے حصار کے بالائی حصے میں پناہ لی اور شاہی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے قلعہ کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔ فیروز شاہی فوج نے مختلف دائروں میں صف آرائی کر کے حصار کے گرد قیام کیا۔

فریقین نے منہمیق نصب کر کے عراۓ سنگ سے کام لینا شروع کیا چنانچہ جانبین کے پیچھے منہمیق کے بلوں سے اڑ کر ہوا میں باہم دھکا کھاتے تھے اور پاش پاش ہو کر زمین پر گرتے تھے۔

غرض کہ شاہی لشکر نے چھ ماہ کامل قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور طرفین کے بہادر سپاہیوں نے غالب آئے کی بھید سی و کوشش کی، لیکن چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے فیروز شاہ کی فتح کے آثار نمایاں ہوئے رائے نگر کوٹ بالائے حصار سے نیچے آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ فیروز شاہ

قلعے کا دور دیکھنے اور غیر مسلموں پر فتح حاصل کرنے کے لئے ایک روز سوار ہوا۔
رائے اُس زمانے میں بالائے قلعہ تھا اور اُس نے دیکھا کہ فیروز شاہ قلعے کا دور ملا حلقہ کر رہا ہے۔

رائے کی نظر بادشاہ پر پڑی اور اُس نے اطاعت شعار ماتحت کی طرح دست بستہ ایستادہ ہو کر بادشاہ کو سلام کیا۔

فیروز شاہ نے ملا حلقہ کیا کہ رائے اظہار عاجزی کر کے بندگان محبوب کی طرح سر تسلیم خم کر رہا ہے، بادشاہ نے اپنا ہاتھ بغل کے اندر لے گیا اور دستار چ بغل سے کھینچ کر رائے کی طرف رحم و کرم سے نگاہ ڈالی اور گویا یہ اشارہ کیا کہ میری بارگاہ میں حاضر ہو۔

رائے کے تمام پاتر ایک جا جمع ہوئے اور تمام افراد نے بالاتفاق کہا کہ سلطان فیروز شاہ تاجداران عالم کے درمیان صفات شاہی میں یگانہ روزگار ہے، اور کسی ملک میں کوئی بادشاہ اس غلٹ و جلال کا نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک میں کوئی بادشاہ اس طرح دلدار ہی نہیں کرتا۔

جبکہ بادشاہ خود اس عنایت و مہربانی سے طلب کرتا ہے تو بلا تو قف اُس کے حضور میں جانا چاہیئے۔

غرض کہ رائے مذکور نے غرور و تکبر کو اپنے سر سے دور کیا اور قلعے سے اُتر کر اپنے بادشاہ کے قدموں پر رکھا اور سجدہ معذرت کی۔

فیروز شاہ نے رائے کی پشت پر دست شفقت رکھا اور خلعت زر دوزی وزیرینت عطا کر کے ایک چتر عطا کیا۔

بادشاہ نے رائے کو شان و نوازش سے سرفراز فرما کر واپس کیا اور رائے سجدہ شاد و کامیاب اسپان دریا کی وتری بطور انعام ہمراہ لے کر واپس آیا۔

عمال خزانہ نے مال کے توڑے بادشاہ کے حکم سے رائے کے ہمراہ کئے اور رائے مذکور سید مسرت و خوشی کے ساتھ واپس آیا اور خدا کی مدد سے نگر کوٹ فتح ہوا۔

غرض کہ یہ تمام واقعات قصہ کی مہم کے قبل رونما ہوئے اور قصہ کی مہم کے بعد

فیروز شاہ نے جنگی مہمات سے قطعاً کنارہ کشی کر لی اور صحت ملکی کا تقاضا یہی خیال کیا کہ اب جنگ سے قطعاً دست بردار ہو جائے۔

غرض کہ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ نگر کوٹ سے واپس ہوا اور رائے نے طلوع سے پیشمار اہل خدمت اور بیش قیمت اسباب بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور فیروز شاہ دہلی روانہ ہوا۔

قسم دوم کے اٹھارہ مقدمات ختم ہوئے اور اب مصنف قسم سوم کے مقدمات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

قسم نہم تھم کے حالات میں

بادشاہ کا جام و بانیٹھ کوا پیے ہمراہ لانا اور طاس گھڑیاں کا وضع کرنا۔ اس قسم میں بھی اٹھارہ مقدمات ہیں۔

پہلا مقدمہ

بادشاہ کا ہم تھم کی بابت خانبہاں سے اتفاق کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ لکھنؤئی اور جلال نگر سے واپس ہو کر شکار کے لئے حوالی دہلی میں سیر کرتا اور کسی غیر مسلم راجہ پر حملے کا خیال دل میں نہ لاتا تھا۔ لیکن بادشاہ کی محفل میں گاہ بگاہ اہل تھم کا تذکرہ ہوتا تھا۔

جب کبھی کہ اہل تھم کا ذکر آتا تو بادشاہ اپنی ریش پرستہ مصیبت کو فراموش کر

افسوس ہزار افسوس کہ خدا نگاہان مغفور کے دل میں یہی ایک آرزو باقی رہی، یعنی یہ کہ سلطان محمد شاہ ٹٹھہ کو فتح نہ کر سکا۔

بادشاہ کے کلام سے اہل دربار کو اس امر کا شبہ نہ ہوتا تھا کہ فیروز شاہ ٹٹھہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور بادشاہ اس مہم کی جانب، ضرورائل ہے۔ ایک روز بادشاہ نے خان جہاں وزیر کو خدمت میں طلب فرمایا اور کمرشہر امور راز کی بابت گفتگو فرمائی۔

بادشاہ نے خان جہاں سے سوال کیا کہ اہل ٹٹھہ کس قسم کے جنگجو ہیں اور ان کا کیا طریقہ ہے کہ حضرت خدا نگاہان مغفور ان کے ملک پر حملہ آور ہوئے اور بادشاہ مرحوم نے ان کے وطن میں پہنچ کر ان کو مغلوب کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن یہ گروہ مرحوم کے مقابلے میں صف آرا ہوا اور حضرت کی اطاعت قبول نہ کی اور نہ اس گروہ شوریہ نے طغی حرام خواہ کو اپنے ملک میں قیام کرنے دیا۔ چونکہ حضرت مرحوم کا پیمانہ عمر بڑھ چکا تھا حضرت واپس آئے لیکن عین شدت مرض میں مجھ سے مخاطب کر کے فرمایا کہ افسوس ہزار افسوس اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور مجھ کو اس مرض سے صحت حاصل ہو تو میں ٹٹھہ کے باشندوں کو مغلوب کر کے اپنا مطیع و سزاوار بناؤں اور اگر خدا کی مشیت اس کے خلاف ہے اور قلم تقدیر نے کچھ اور تحریر فرمایا ہے تو یہی ایک آرزو دُنیا سے لے جاؤں گا جس کا بچہ افسوس ہے۔

اس کے بعد فیروز شاہ نے خان جہاں سے فرمایا کہ خدا کی مشیت سے بادشاہ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور مرحوم کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی، چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مرحوم کا جانشین مقرر فرمایا، کو یہ زیبا ہے یا نہیں کہ میں مرحوم کا انتقام حریف سے لوں۔ خان جہاں نے بادشاہ کی تقریر سن کر قدرے تامل کیا اور کچھ دیر غور کرتا رہا اور اس کے بعد نہایت صائب رائے دی اور عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ بے حد نیک ہے اس لئے کہ اس مہم میں دو فائدے ہیں۔

ایک یہ کہ بزرگان گوشت کی دیتوں اور ان کی نصائح کی تعمیل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دُنیا کا دستور ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگوں کے اعدا سے انتقام لیتا ہے اور فرزند و برادر مرحوم مورث کی بجائے حریف کو زیر کرتے ہیں اور یہ آئین

سلاطین کے حق میں بوجہ خوب دینا یہ ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ بادشاہان عالم کا طریقہ یہ ہے کہ ہر سال اپنی قوت و طاقت کو ظاہر کرتے اور قلعہ کشائی کے لئے سعی و کوشش فرماتے ہیں۔

غرض کہ وزیر مذکور نے بادشاہ کے حضور میں صاف صاف عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ جو الہام الہی ہے، بجا پسندیدہ و قابل عمل ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ تھٹھہ پر حملہ آور ہوں۔ نے کے لئے شکاکا سامان درست کرے۔

وزیر مذکور نے اسباب سفر کی تیاری شروع کی اور غائب و حاضر ہر قسم کے لشکر کا جائزہ شروع کیا۔

غرض کہ سوار و پیادے شمشیر گزار و چیمہ دار وغیرہ چیمہ دار ہر دو قسم کی فوج کا اندازہ کیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں حقیقت حال سے اطلاع دی گئی۔

تمام خلق میں مشہور ہو گیا کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے ٹھٹھہ روانہ ہوگا۔ سبمان اللہ ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد متواتر چند سفر کئے۔ چونکہ سلطنت کے تمام افراد بید خوشی و مسترت کے ساتھ مطمئن و قانع البال زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر شخص اس خبر کو سن کر بے حد خوش ہوا اور تمام فوج میں رشاد مانی و مسترت کا دور دورہ ہوا۔

غرض کہ تمام لشکر کا جائزہ لیا گیا اور سوار و پیادوں کی عدد شماری کی گئی۔ بادشاہ نے اپنے جو دست و پا سے کام لیا اور لشکر کے ہر شخص کو انعام و اکرام سے سرفراز و مالا مال کیا۔ فیروز شاہ نے غیر چیمہ دار لشکر کو چار گنا انعام عطا کیا اور لشکر چیمہ دار مانی راحت و آرام اور ہر قسم کی وجہ سے اسب و ہتھیار کے ساتھ حاضر ہو گیا۔ فیروز شاہ نے آئین چہانداری کے مطابق مثل سلاطین نامہ دار کے ٹھٹھہ کا رخ کیا۔

ہر ایک خان و ملک جو درگاہ شاہی سے وابستہ تھا، اپنے اپنے جاہ و شہم کے ہمراہ بادشاہ کے بحر کباب ہوا اور ہر امیر نے اپنی دولت و حشمت کو کامل طور پر ظاہر و نمودار کیا۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا تھٹھہ کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ساعت سعید و مبارک میں تھٹھہ کی سمت روانہ ہو، بادشاہ نے اول اُن تمام بزرگان دین کی جو جو اردہلی میں آرام فرماہیں، مثل شاہانِ عظیم الشان کے کامل اعتقاد کے ساتھ زیارت کی۔

فیروز شاہ بزرگان دین کی زیارت سے فارغ ہو کر سلاطین ماضیہ کے مزارات پر حاضر ہوا۔

بادشاہ نے خدا کی بارگاہ میں تمام مشائخ و سلاطین کو واسطہ بنایا۔ واضح ہو کہ فیروز شاہ کا دستور تھا کہ جب کبھی شہر دہلی سے روانہ ہوتا تو تمام مشائخ و سلاطین کے مزارات پر حاضر ہوتا اور ہر ایک سے طالب امداد ہو کر اپنے کوان حضرات کی پناہ میں دیتا۔

بادشاہ کو اس فعل میں اس قدر شغف تھا کہ اپنی عظمت و بزرگی کا خیال دل میں نہ لاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت اولیاء اللہ کی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اذا تخیرتم فی الامور فاستعینو من اهل القبور یعنی جب تم کسی امر میں حیران ہو، اہل قبور سے مدد کے طلبگار ہو۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ نے چالیس سال کامل ہندوستان چسکرائی کی اور اس مدت حکومت میں ہر وقت دہلی اس قانون کا پابند رہا کہ فیروز شاہ بزرگان و حاضری مزارات بادشاہ نے کبھی سفر نہیں کیا۔

بادشاہ جب کبھی کسی مزار پر حاضر ہوتا تو کامل اعتقاد سے قبر کی طرف بڑھتا اور حیدر واقع دعا پڑھتی سے پیش آکر اپنا رخسار زمین پر رکھتا۔

موج عقیف نے بار بار لکھا ہے کہ جب بادشاہ سلطان الشاہ نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ

آستانے پر حاضر ہوا ہے تو حضرت کے مزار مبارک کے پاس یعنی امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے بالین پر ادب کے ساتھ استادہ ہوتا تھا۔

بادشاہ رضائے الہی حاصل کرنے کے لئے اپنا سر بیچ ادب کے ساتھ زمین تک لے جاتا اور اس کے بعد دو یا تین مضافات پر اور سر زمین پر رکھتا۔

فیروز شاہ خاص معتقدین کی طرح حضرت کے مزار کے قریب پہنچتا اور خوشنودی الہی حاصل کرنے کے لئے قبر شریف کے نزدیک پہنچ کر سر کو زمین پر رکھ دیتا۔

بادشاہ سر زمین ہو کر اٹھتا اور تربت شریف کے متصل ادب کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔

اس کے بعد بادشاہ حضرت شیخ کے مزار مبارک کے پاس نشست اختیار کرتا اور احکام شرع کے مطابق آیات قرآن پاک کی بخوبی تلاوت کرتا اور اس کے بعد قدم بڑھا کر جناب شیخ کی قبر شریف کا غلاف پکڑ کر اپنے حاجات بیان کرتا۔ فیروز شاہ زیارت سے فارغ ہو کر کچھ مدت تک وہاں قیام کرتا اور روضے کے تمام مرگہاں کے نام پر فاتحہ پڑھتا۔

زیارت سے فارغ ہو کر ہر مقبرے کے لئے جو رقم نذر مقرر تھی ان کو کڑھوں میں رکھ کر عمال بیت المال لاتے اور فقرا و مساکین کو تقسیم کرنے کے لئے بادشاہ کے روبرو ہر مقبرے کے متولی کے سپرد کرتے تھے۔

بادشاہ اس جو د و سخا کے باوجود ان فقرا و مساکین کی تسلی کے لئے لوگ دربار میں سے ایک شخص کو مقرر فرماتا جو متولیان مقبرہ کے قریب کھڑا رہ کر قسم تقسیم کرتا تھا۔

موتیخ کے والد اور اُمس کے چچا بارہا اس خدمت پر مقرر فرمائے جا چکے ہیں اور بعض متقاہر میں اس قسم کی خدمت انجام دے چکے ہیں۔ غرض کہ فیروز شاہ اس طریقے پر مشائخ و علما کی زیارت کرتا اور واپس آتا تھا۔

سبحان اللہ یہ تمام امد و عطیہ الہی بخشش ربانی میں داخل ہیں وگرنہ آدمی ندادے سے جو خاک و بلاد کی ایک حقیر مخلوق ہے، الی عمدہ طریقوں پر یہ نسات کیونکر انجام پا سکتے ہیں۔

ہر مہینہ مسلم اس امر میں کمال سعی کرتا ہے کہ نیکی کرے اور نیک عمل بجالائے اگر
حقیقت یہ ہے کہ کل ایک ایک شخص سے صادر ہوتا ہے جس کو خدا توفیق عطا فرمائے۔
غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے جو ان شکل و تجربہ کار مرد میدان و امداد پرہیزگاروں
و جہاں گرد و کشی باز سواروں اور بہادروں و دیگر وہ پیکر باقیہوں کے ہمراہ تھے کارج کیا۔
ان کے علاوہ ہندوکان کا وہ گروہ جو دیشمار بادشاہ کے گرد جمع ہوا تھا اس کی
تفصیل قسم چارم میں بیان کی جائے گی۔

مختصر یہ کہ مرتجع عقیف کے والد بزرگوار اور اس کے عم نامدار دیوان وزارت
میں صاحب اختیار خدام کی فوج بادشاہ کے ملازم تھے۔
غرض کہ نور پور سوار اور چوراسی ہزار پیادے اور چار سو اسی باقی بادشاہ کے
ہر قاب روانہ ہوئے۔

خان اعظم تاجا رخان کی اس زمانے میں وفات ہو چکی تھی اور خان جہاں وزیر
بلور نائب بادشاہ دہلی میں مقیم تھا۔

خان جہاں نے خسر خان عظام و شاہان ذوی الاکرام کے آئین و قانون کے مطابق
دو دہلیزدہ و بارگاہ و دو خواب گاہ و نو بستہ سبزی بادشاہ کے ہمراہ روانہ کر دیں۔
ان کے علاوہ ایک سو اسی نشان چرخیں و ہر قسم کے روانہ فرمائے اور
چوراسی طبل و دہشتہری و ایسی و غری اور اسی طرح کے اسباب کارخانہ فیروز شاہ
کے ہمراہ روانہ کئے گئے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے رکاب میں پاؤں رکھا اور تھٹھکے کی جانب روانہ ہوا۔
بادشاہ نے دل میں یہ نیت کی کہ قصبہ اجودھن کے درمیان سے ہوتا ہوا
سفر کرے اور حضرت شیخ الاسلام و المسلمین بندگان شیخ فرید الدین شکر گنج کے مزار پر حاضر
ہو کر حضرت سے طالب امداد ہوا اور اس کے بعد قدم آگے بڑھائے۔

فیروز شاہ مع اپنے تمام لشکر کے سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ چند روز کے بعد
قصبہ اجودھن کے حدود میں پہنچا۔ بادشاہ نے حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ
کے درپیشانہ بوسی کی اور اس کے بعد آگے بڑھا۔

فیروز شاہ بھکرہ سیدستان کے نواح میں پہنچا اور ایک فرغان اس مضمون کا ہا در کیا کہ

اُس مُلک کے تمام بجرے اور کشتیاں بادشاہ کے ہمراہ روانہ ہوں۔
 دربان ساز و سامان و نیز کارکنانِ علمہ کے پانچ گروہ بنے اور ہر گروہ ایک
 امیر کبیر کے حوالے کیا گیا اور پانچ ہزار کشتیاں تمام قسم کی اُس مُلک میں جمع ہو گئیں جن میں
 ایک ہزار کشتیاں توڑخ کے پدروم کے حوالے کی گئیں۔
 فیروز شاہ نے حکم دیا کہ یہ تمام کشتیاں ساحلِ دریا کے سندھ پر رواں کی جائیں
 اور خود فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریا کے مقابل روانہ ہوا۔
 بادشاہ چند روز کے بعد تھمہ کے حدود میں قیام پذیر ہوا۔

تیسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا تھمہ کے نواح میں ورود

واضح ہو کہ اس زمانے میں تھمہ کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی۔
 ایک حصہ تو دریائے سندھ کے ساحل پر آباد تھا اور دوسرا حصہ دریائے مذکور
 کے گزر کے قریب واقع تھا۔
 تھمہ کے باشندے سید کثیر تعداد میں تھے اور ہر گروہ سید شان و شکوہ کے ساتھ
 جنگ آزمائی کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔
 تمام مرد جنگجو تھے، چنانچہ اُن کی مردی و مردانگی کا حال تمام عالم کو معلوم ہے
 اور اُن کے عادات و اطوار روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔
 اُس زمانے میں جامِ برادر حکمران اور اس کا برادر زادہ مسمیٰ بانبھہ حاکمِ شہر تھا
 اور یہ افراد سید قوت و ظاہر ہی شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور
 فیروز شاہ کے مقابلے میں نہایت غیر واجب جرأت کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔
 ان باشندوں نے بہت بڑی جمعیت فراہم کر لی تھی اور چونکہ ان کا ملک سید
 وسیع و بیشمار تھا، انھوں نے بلا خوف و خطر زور و قوت میں اضافہ کیا اور سندھ
 کے اُس حصے کی آبادی میں جو دریائے سندھ کے ساحل پر واقع ہے۔ انھوں نے

قتال و جدال پر کمر باندھی اور جنگ آزمائی کے لئے مصروف ہوئے
غرضکہ تھمہ کے باشندوں نے آزادی کے ہر دو حصوں میں تمام قلعے تیار کئے تھے
مختصر یہ کہ جام و بانجھ ہر دو اشخاص جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے اور
فیروز شاہ نے بھی عالی ہمت و صاحب سیاست سلاطین کی طرح تھمہ کے حدود
میں نزول اجلال فرمایا۔

طرفین سے فرج و لشکر کے دستے جنگ کے لئے نمودار ہوتے تھے، لیکن
خدا کی مشیت سے فیروز شاہ کے لشکر میں ابتری پیدا ہوئی اور وبائے جانوراں نے
اس قدر شدت اختیار کی کہ تمام خلایق شہر خرد و بزرگ قطعاً ناامید ہو گئے۔
نودہزار سواروں میں عجمی بادشاہ کے ہمراہ تھے، ایک راج سواروں کے
گھوڑے بھی بمشکل زندہ رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ غلے کی گرانی سے سجد پریشانی
پیدا ہوئی اور قلعے کی قیمت دو یا تین تنگے فی من تک پہنچ گئی۔
تھمہ کے باشندوں نے یہ معلوم کر کے کہ فیروز شاہی لشکر قحط و وبا کی مصیبت میں
 گرفتار اور فوج کے جانور حصہ سے زیادہ تلف ہو گئے ہیں اور مخلوق خدا قطعاً ناامید
ہو گئی تو جام و بانجھ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور غرور و تکبر کے نشے میں سرشار ہو کر
بادشاہ سے جنگ آزمائی کرنے پر مستعد ہوئے۔

پہلا مقدمہ

فیروز شاہ کے لشکر کا اہل سندھ سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ جام و بانجھ جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوئے اور بیشمار سواروں
اور پیادوں کے ہمراہ حصار سے مکمل کر فیروز شاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔
فیروز شاہ کو بھی معلوم ہوا کہ جام و بانجھ نے جنگ کے لئے لشکر آراستہ
کیا ہے اور بادشاہ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور سواروں کی اعداد شماری کی گئی۔
بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سواروں کا ایک راج حصہ بھی باقی نہیں ہے اس کے علاوہ

قحط کی وجہ سے کسی شخص میں جنگ و جدال کی توجہ نہیں ہے، لیکن باوجود اس کے بھی بادشاہ نے اپنی فوج آراستہ کی اور حریف کا مہ ایلہ کرنے کے لئے تیار ہوا۔

فیروز شاہ نے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور سینہ و دیسروہ و قلب کی فوج کو آراستہ کر کے ہاتھیوں کو ان تین حصوں میں بٹین کیا۔

بادشاہ بیدجرات و شجاعت کے ساتھ میدان میں اسٹادہ ہوا اور مشعل عظیم الشان فراں روایان عالم کے ہتھیار جسم پر لگا کر جنگ آزمائی کے لئے مسعود ہوا۔ فیروز شاہ ہاتھ میں لکڑی کے کراواج کے درمیان گشت لگانے لگا اور اپنی فوج کو دلداری و دلہپی کے ساتھ انعام و اکرام کے دل خوش کن و مددوں سے مطمئن کیا۔

فیروز شاہ جس حصہ فوج کے درمیان میں گزر کر نوازش و اکرام کے کلمات زبان پر لاتا تھا تو تمام فوج صدق دل سے بادشاہ کو دعا دیتی تھی اور سربراہ میں ہو کر فیروز شاہ کی مع و ثنا میں تر زبان ہوتی تھی۔

فیروز شاہ اگرچہ سلاطین باہرست کی طرح اہل سندھ کے بیچارہ گروہ کا خیال دل میں نہ لاتا تھا اور نہ بظاہر حریف کی کثرت کو خاطر میں نہ لاتا تھا، لیکن لشکر کی کمزوری اور افسران فوج کی محنت و ضعف سے پریشان اور ان کی ایسی حالت پر افسوس کرتا اور لمحہ بہ لمحہ دست و عا بلندہ کے خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا۔

باوجودیکہ قوم ٹھٹھہ کے ساتھ تین ہزار پیرا سوار اور چار لاکھ پیادے تھے اور ہر سوار اپنے زور و قوت کے اعتبار سے رتھ نہ لاتا تھا، لیکن بادشاہ نے خدا پر تکیہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ طرفین سے تیر بارہوی شروع ہوئی۔

غرض کہ جنگ کا بازار گرم تھا کہ خدا کے حکم سے جو تمام امور کا خالق مطلق ہے، فیروز شاہی لشکر کے مقابلے میں ہوا کا سمٹ و شدید طوفان آیا۔

ہوا کے جھونکے اس درجہ محنت و تیز تھے کہ کسی فرد کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ تھی، لیکن باوجود ان حالات و آفات کے جانہیں سے جنگ آزمائی ہو رہی تھی اور طرفین کے پہلوان آویزش میں مصروف تھے۔

غرض کہ باوجود اس کے فیروز شاہ اتنا ہی سہی و کوشش میں مصروف تھا اور

اگرچہ شاہی لشکر قحط و نیز بائے اسپ کی وجہ سے سید کمزور ہو چکا تھا، لیکن ہر مرتبہ حریف پر شدید تین حملے کرتا تھا اور ان کے اس مردانہ حملے سے باشندگان ٹٹھم اپنی بے پایاں قوت و طاقت کے حصار کے اندر پناہ گزیں ہو جاتے تھے۔
بادشاہ اپنی شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں موجود تھا اور اپنی فوج کی جرأت و انتظام دیکھ کر بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ اپنی فوج باہمت و جفا و جود اس کے کہ بلائے ارضی و سماوی سے کمزور و ضعیف ہو چکی ہے لیکن ہنوز کمزورتہت باندھ کر حریف سے مقابلہ کر رہی ہے

فیروز شاہی لشکر مثل غازیان نامدار کے حریف کے مقابلے میں استادہ تیغ و دست سے کام لے رہا تھا مختصر یہ کہ جانیں سے جاں بازی میں انتہائی کوشش کی لیکن آخر کار اہل سندھ بدحواس و پریشان ہو گئے اور جام اپنی جمعیت کے ہمراہ میدان جنگ سے واپس آیا۔

فیروز شاہ بھی اپنے لشکر کے ہمراہ اپنی قیام گاہ کو واپس آیا اور اعوان و انصار کی ایک مجلس مشاورت مقرر کی اور ان سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔
بادشاہ نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اب اس مقام سے واپس ہو کر گجرات کا رخ کروں اور وہاں فوج و ختم کی تیاری کروں اور اگر حیات باقی رہے تو خدا کی اعانت پر سال آئندہ اس مہم کو سر کرنے پر توجہ کروں۔

پانچواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹٹھم سے واپس ہو کر گجرات آنا

نقل ہے کہ شب کا وقت آیا اور اہل لشکر جنگ و جدال سے کنارہ کش ہو کر اپنی اپنی فروگاہ کو واپس آئے۔

فیروز شاہ نے مقرب اہل دربار کو اپنے حضور میں طلب فرما کر اپنے ارادے کا اظہار کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشیت الہی یہ ہے کہ ملک ٹٹھ
اس مہم میں فتح نہ ہو اور مصائب و آلام و نیز حریف و اعداء ہر دو مخالفین کے لشکر ہاری
فوج پر حملہ آور ہوں۔

پروردگار نے اپنے قوت کاملہ سے آفات ارضی و سماوی کو ہم پر غلبہ عطا فرمایا
جس کی وجہ سے ہمارا لشکر حیدر ضعیف و کمزور ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ قوط و دبا کے پے در پے حملوں نے ہمارے لشکر و حشم کو انتہائی زیادہ
کمزور کر دیا۔ اگرچہ ہاری فوج و لشکر نے ان بلیات و مصائب کا مقابلہ کیا ہے، اور
ہمت و جرأت کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں جنگ آزمائی کی ہے، لیکن کمزور
و بلا رسیدہ لشکر تباہ کے ہمت سے کام لے سکتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر حیات
باقی ہے اور خدا کا کرم میرا مددگار ہے تو سال آئندہ اس ملک پر حملہ کروں۔

فیروز شاہ نے مقرران بارگاہ سے مکرر یہ تقریر فرمائی اور کہا کہ مجزاس کے
دوسرا چارہ کار نہیں ہے کہ میں تا وقتیکہ بار دوم اس ملک میں نہ آؤں، دہلی کا
رخ نہ کروں۔

اہل دربار نے بادشاہ کی یہ تقریر سن کر زمین ادب کو بوسہ دیا اور تمام حاضرین
نے نہایت خلوص و پندیدگی کے ساتھ بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ بادشاہ کی رائے حیدر صائب ہے اس لئے کہ
فرماں روایان جہاں کشاکش کا آئین و قانون حملہ کشی یہی ہے کہ اگر ایک مقام کسی وجہ سے
کسی مہم میں فتح نہیں ہوتا تو چند روز اس ملک سے دست کش ہو جاتے ہیں لیکن اس
مہم کو گوشہ خاطر سے فراموش نہیں کرتے۔

بادشاہ اگر اس وقت اس ملک سے کنارہ کش ہو کر ملک گجرات تشریف
لے جائیں تو نہایت مناسب ہوگا۔

بادشاہ کی اس مصلحت سے غلبہ بھی لشکر کو میسر آجائے گا اور خستہ و ماندہ پیادے
گھوڑوں پر سوار بھی ہو جائیں گے۔

خلقت خدا تازہ دم ہو جائے گی اور ہم بار دوم اس ملک پر حملہ آور
ہو سکیں گے۔

بادشاہ کی روانگی کے بعد اہل ٹٹھہ کے باشندوں نے یہ خیال کیا کہ بادشاہ اپنے ملک کو واپس گیا، مہلکن ہو جائیں گے اور بیحد سی دیکوشش کے ساتھ زراعت میں مصروف ہوں گے جس کی وجہ سے اُن کا تمام غلہ زمین کی نذر ہو جائے گا۔ اور تمام کھیت سرسبز ہو جائیں گے۔

جب ربیع کی فصل قریب ہو اُس وقت بادشاہ مع تمام لشکر و پیلان پُرشکوہ کے اُس فواح کا رخ فرمائے اور اس طرح امید ہے کہ تمام غلہ ہمارے قبضے میں آجائے سچا اور اہل لشکر کو طعنان و فراغت نصیب ہوگی۔

ایسی حالت میں امید ہے کہ سندھ کا ملک جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔ غرض کہ اہل دربار نے فیروز شاہ کو واپسی کی رائے دی اور بادشاہ نے اُن کے معروضے کو پسند کیا۔

فیروز شاہ نے واپسی کا مصمم ارادہ کیا اور حکم دیا کہ کوچ کا دامہ سجایا جائے۔ تاکہ اہل لشکر اپنا سامان درست کریں۔

غرض کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور دما سے کی آواز سن کر اہل لشکر مجید خوش و شاد ہوئے۔

پہر خاص و عام ضعیف و جوان نے سامان درست کیا اور بادشاہ نے اُسی وقت میدان سے کوچ کیا۔

فیروز شاہ نے خانِ اعظم ظفر خاں کو جس کے ماتحت بیشمار بنگالی لشکر تھا، اپنا قائم مقام کر کے ٹٹھہ میں چھوڑا۔

ٹٹھہ کے باشندوں کو بادشاہ کی روانگی سے اطلاع ہوئی اور یہ گروہ شیخ چشم ہو کر فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

بادشاہ نے اول روز دس کوس راہ طے کی اور ٹٹھہ کے باشندوں نے تعاقب کیا۔

چونکہ ظفر خاں موجود تھا اُس نے حریف سے مقابلہ کیا اور اسے ہل بنگالہ و باشندگان ٹٹھہ میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔

غرض کہ خدا کی مشیت کے مطابق میدانِ کارزار گرم راہِ اورخیز لڑائی ہوئی۔

لیکن آخر کار ظفر خاں نے اقبال بادشاہی سے حریف کو شکست دے کر اُن کا تعاقب کیا۔
 ٹھٹھہ کے باشندے ظفر خاں کے خوف سے واپس ہوئے اور اس امیر نے
 چند سندھی افسروں کے سر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔
 واپسی کے وقت تمام اسباب سندھیوں کے ہاتھ آیا اور بادشاہ نے گجرات کا
 رخ کیا۔

چھٹا مقدمہ

بادشاہی لشکر کا کوچی رن میں مبتلائے مصیبت ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہی لشکر کے واپس ہونے کے بعد غلہ اور زیادہ گراں ہوا۔
 غلے کا نرخ روز بروز گراں ہونے لگا اور وہاٹے اسب نے اور زیادہ ترقتی کی۔
 غلے کا نرخ ایک تنگہ یا دو تنگہ فی سیر ہو گیا اور مخلوق گرسنگی و برہنگی کی وجہ سے
 پریشان ہونے لگی۔ مخلوق کو راہ ملے کر نامشکل ہو گیا اور ہر شخص سجدہ مشکل سے سفر کی
 منزل میں ملے کرنے لگا۔

اہل لشکر کا یہ حال تھا کہ اس کو غلہ نصیب نہ ہو تو مار اور مردار جانوروں کا
 گوشت اور خام پیڑ اکھا کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔
 بعض اشخاص کا یہ حال تھا کہ شدت گرسنگی کی وجہ سے خام چرم کو پانی میں جوش
 دے کر کھاتے اور اس سے شکم سیر ہوتے تھے۔

غرض کہ ایسا شدید قحط رونما ہوا کہ اہل لشکر زندگی سے بیزار ہو گئے اور تمام
 سپاہیوں کے گھوڑے ضائع ہو گئے۔ اہل لشکر تو درکنار تمام لوگ و امرا کے جانور بھی
 تلف ہو گئے اور یہ گروہ بھی پا پیادہ راہ ملے کرنے لگا۔

اہل لشکر کے پاس کوئی سواری باقی نہ رہی اور خدا کی مشیت سے تمام فوج
 بے سوار ہو گئی۔

چند سندھی اشخاص اہل لشکر سے چند قدم آگے تھے اور فوج کی راہبری
 کر رہے تھے۔

ان اشخاص نے اس لشکر کو کوئی رن میں پہنچایا جہاں تمام پانی قطعاً شور تھا اس مقام کے پانی کی شوریدگی کا یہ عالم تھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی زبان پر رکھا جاتا تو زبان پاش پاش ہو جاتی۔ اہل لشکر اس مقام پر پہنچ کر ہلکتے حیران ہوئے اور بادشاہ نے چند بخواہ رہبروں کو گرفتار کر کے ان کو ہلاک کیا۔

ان اشخاص کے قتل ہونے سے باقی راہبروں نے اقرار کیا کہ انھوں نے مکاری و غداری سے لشکر کی غلط رہنمائی کی۔

اس گروہ نے اقرار کیا کہ ہم دیدہ و دانستہ شاہی لشکر کو ایسے مقام پر لے آئے جہاں زندہ و سلامت رہنا مشکل ہے۔

ان اشخاص نے بیان کیا کہ ہوا کی طرح اڑنے یا دوڑنے سے بھی اس تعلم سے نجات پانا محال ہے اور اس زمین کو کوئی رن کہتے ہیں چونکہ اس مقام سے دیر قریب ہے اس لئے پانی میں اس قدر شوریدگی پائی جاتی ہے۔ اس مقام میں انسان کے لئے بھر ہلاکت کے اور دوسرا چارہ کار نہیں ہے۔ رہبروں نے بادشاہ سے لیکنگو کی اور ان کا بیان سُن کر تمام فوج نے جان سے ہاتھ دھویا اور ہر شخص کو قطعاً ناامید ہی ہو گئی۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ خود اس کے اور تمام اہل لشکر کے لئے آب شیریں بھیجا جائے اور آب شور سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

اس آب شیریں جو یہ شورش تھی اور تمام خلقت خدا بیدار مند و حیران تھی اور جہاں تک بنگاہ کام کرتی تھی صرف آب شور ہی نظر آتا تھا۔

اہل لشکر نے جی دمنت و دھواری کے ساتھ آب شیریں قدم رکھا اور آب شیریں کی تلاش میں سرگرداں ہوئے۔ یہ آب شور اس وجہ تیز تھا کہ آب شیریں کا ظرف اس شور پانی میں گر جاتا تھا تو اس کی تاثیر سے آب شیریں بھی شور مچاتا تھا اور پھر اس شیریں پانی کو کوئی شخص زبان پر نہ رکھ سکتا تھا۔

غرضکہ اہل لشکر بھی غرابی و مشقت کے ساتھ اس آب شور سے گزرے اور آگے قدم بٹھایا۔ اس پانی کو طے کرنے کے بعد ایک ایسے جنگل میں وارد ہوئے جہاں کوئی پرندہ اٹھا نہ دے سکتا تھا اور نہ کسی جانور کا نام و نشان نظر آتا تھا۔

اس جنگل میں کسی مقام پر گھاس یا درخت نظر نہ آتا تھا ان اشیاء کا ایسا قحط تھا کہ خلال کے لئے تنگہ نصیب نہ ہوتا تھا۔

غرضکہ یہ جنگل ایسا ہولناک تھا کہ نہ اُس میں مور کا گڑ تھا اور نہ کوئی جانور آواز دیتا تھا۔
قحط کی شدت اور ضعف و بیماری کی وجہ سے پیادہ پائی و بیچارگی
مصیبت کے سبب سے تمام لشکر جان سے تنگ آ گیا اور ہر شخص کا یہ حال ہوا کہ
بولرھا باپ خستہ و جاں بلب ہو کر درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا اور غریب پسیر سے
جو اس کی بالیں پر کھڑا رہتا، مشکل سے روتا اور کہتا کہ اے لخت جگر میں تو اس جنگل میں
اپنی جان دیتا ہوں اور عالم آخرت کا سفر کرتا ہوں خدا کرے تو صبح و سالم مکان پہنچے
تاکہ اس پدر غریب کی موت کا حال اعتراف تک پہنچا دے۔

اسی طرح ایک نگین بھائی دوسرے غم زدہ برادر کو اسی طرح خستہ و ماندہ
چھوڑ کر راہ لیتا تھا اور اجاب و دوست کو اپنے کرم فرما اجاب کا مطلق خیال نہ رہا۔
غرضکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لشکریں ہر جہاں جانب سے شور بلند ہوا اور
تمام فرج جان سے بیزار ہو گئی۔
ہر شخص کو اپنی جان کی ٹپری تھی جس کی وجہ سے تقریباً تمام سپاہیوں نے نفیس
دبیش قیمت اسباب جنگل میں چھوڑ دیا۔

حضرت فیروز شاہ ان تمام واقعات کے شاہدے سے بید حیران و پریشان تھا۔
بادشاہ خدا کے کریم کے رحم و کرم پر توکل کر کے آگے قدم بڑھاتا تھا اور ہر لحظہ خدا کی
بارگاہ میں مناجات کرتا۔
لشکر کی شکستہ دلی و پریشانی سے بادشاہ بھی غمگین تھا اور اس رنج و الم میں ناز و نار
روتا تھا۔

غرضکہ اس غم زدہ جماعت پر چار بلاؤں کا نزول تھا، ایک بلائے قحط دوسرے
مصیبت پیادہ پائی، تیسرے بلائے صحرائے جلگہ ازاد اور چوتھے رنج فقرت عزیزان۔
غرضکہ یہ تمام آفات تقدیر الہی کا کرشمہ تھیں جو ان غریبوں پر اس طعنازل ہوئی تھیں۔
ان آفات و مصائب نے یہاں تک طول پکڑا کہ چھ ماہ کا کل بادشاہ بوشکر کے
مالات دہلی میں پہنچ سکے۔ تمام شہر میں یہ شور بلند ہوا کہ فیروز شاہ مع تمام لشکر کے
غائب ہو گیا۔

خان جہاں وزیر جو تدبیر و سیاست میں بینظیر اور دہلی میں سکونت پذیر تھا۔

رہایا کہ سر پر سو بونہ تھا۔ اس امیر کے خوف کی وجہ سے کسی فرد کو زیادہ مخالفت کی جرأت نہ ہوتی تھی، لیکن تمام شہر اٹھ کدہ بن گیا تھا اور ہر مکان میں صف آرم بھی ہوئی تھی۔ شہر کی خلقت بیچہ حیران تھی اس لئے کہ اس مدت میں نہ کوئی نسرمان صادر ہوا اور نہ کسی شخص کا کوئی نامہ و پیغام اہل شہر تک پہنچ سکا۔ تمام خلقت خدا کو قہقین ہو گیا اور ہر شخص نے یہ کہنا شروع کیا کہ بادشاہ مع اپنے چشم و لشکر کے قاضی ہو گیا۔ یہ غرض کہ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ شہر کی حالت بیکار و خراب ہو گئی تو اس امیر نے تمام سلطانی جاہ و چشم کو کوٹشک شاہی سے اپنے مکان میں منتقل کر لیا اور بیداری و ہوشیاری کی شدید تاکید کی تاکہ کسی فرد کو فتنہ و فساد کا خیال نہ آ سکے۔

خان مذکور ہر روز حوالی شہر میں سواری کرتا اور غلات کو اپنے عرب و دواب سے متاثر کرتا تھا۔ خان جہاں نے دیکھا کہ اس شور و شغب میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور کسی طرح یہ غلات کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اس امیر نے فیروز شاہ کی زبان و قلم سے ایک فرمان تحریر کیا جس میں بادشاہ و لشکر کی سلامتی کا حذرہ سنایا اور اس فرمان کو عاتق غلات کو دے کر روپوڑہ کر پھر شخص کو اس کا مضمون سنایا۔ تمام خلقت اس فرمان کو سن کر مطمئن و خوش ہوئی اور ہر شخص نے قسب و معاش کی تہذیب و شریعت کی پیروی کی کہ اگر دیر صاحب نعم و فراست نہ ہوتا تو فرماں بردار کے وقت اس قدر دور و دراز سفر کیوں کر اختیار کرے اور کس طرح ممالک کو فتح کرے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ کو نہ صرف یہ جان پیش آیا اور بادشاہ چچاہ مال کو بھی رن میں گرفتار حدیثیت رہا ایسی حالت میں وزیر کی وراثت ہر گونہ قابل تفریف ہے جس نے بادشاہ کی خدمت و موجودگی میں ایسی غلیم انسان سلطنت کو قہر سوار رکھا۔

اگرچہ خان جہاں باوجود فہم و فراست و تدبیر و سیاست میں مشہور ہونے کے اس درجہ ہر دل عزیز و قابل تعلیم و تکریم تھا کہ ہر شخص اس کا بندہ و احسان ہو کر اس کے حکم پر جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ لیکن اس امیر نے چلن و رینک دل نے ایک لمحہ بھی طمع سلطنت سے اپنے قلب و دماغ کو آلودہ نہ کیا۔

اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو تاریخ عالم میں صرف دو ہی افراد اس پایے کے

گزرے ہیں جنہوں نے اپنے بادشاہ کی عدم موجودگی میں انتظام سلطنت کو برقرار رکھا اور خود کسی خیال خام میں مبتلا نہ ہوئے، ایک خان جہاں وزیر سلطان فیروز، دوسرے ارسطا طالیس وزیر اسکندر یونان۔

جس زمانے میں کہ سکندر نے اول بار مشرق کی مہم کو طے کر کے مغرب کا رخ کیا اور جب تک کہ سلاطین عالم کو حلقہ بگوش نہ کر لیا، اپنی مملکت کو واپس نہ ہوا۔ اس کے علاوہ سکندر ایک سو سال اسی طرح تمام عالم میں گشت نگاہاں باور اس کا عاقل و دانا وزیر ارسطو اپنے مقام پر بیٹھا ہوا سلطنت کا انتظام کرتا رہا۔ سو سال کے بعد سکندر اپنے ملک کو واپس آیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اس کی عدم موجودگی میں ارسطو نے ملک میں دو چند اضافہ کر دیا ہے۔

سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ روانہ ہوا اور بادشاہ انہماکی محنت و مشقت میں گرفتار ہوا۔ چھ ماہ کا لبادشاہ کی خبر نہ معلوم ہوئی اور شاہ و لشکر کے حالات سے اہل دیوبند خبر نہ پونہ بادشاہ نہان جہاں ایسے صاحب فہم و فزست و مدبر وزیر کو بی میں اپنا قائم مقام بنایا تھا جب بادشاہ دھانی سال کے بعد بھوتی و جالنگر کے سفر سے واپس آیا تو بی کو دو چند کاؤ ہو پرایا اور بات نہ کہ وہ حال میں بہتر نہ تھا۔ سبحان اللہ ایسے بادشاہ و لشکر دار و وزیر کیسے کار کی کیا تعریف کر سکتی ہے۔

ساتواں مقدمہ

خلقت کا کونجی رن میں زاری کرنا اور بادشاہ کا افسوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بیدار محنت و مشقت و نیز شدید الم و مصیبت کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا اور اس جالنگر از عہد و ہولناک وادی میں ہزار وقت و خرابی قدم اٹھاتا تھا اور رنج و تکلیف کی شدت اور کرب و بھیجی کی مصیبت نے بادشاہ و لشکر کو بے جان بنا کر زندہ انسانوں کو متحرک مردے بنا کر رکھا تھا۔

غرض کہ سفر کی تکلیف و مصیبت حد سے گزر گئی اور تمام مخلوق کو جان سے ناامید کر ہر گئی۔ بادشاہ رعیت و لشکر کی ناامیدی و پریشانی ملاحظہ کر کے آبدیدہ ہوتا اور افسوس کی

وجہ سے دل ہی دل میں طرح طرح کے یاس انگیز خیالات میں مبتلا ہوتا تھا۔
ہنزہل میں ہزاروں انسان و جانور تلف ہوتے تھے اور اپنی جانیں اُس جنگل میں
گنوا تے تھے۔

بعض معتبراویوں کا بیان ہے کہ ایک روز بادشاہ سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ
ایک باندی پر نظر پڑی۔ بادشاہ نے گھوڑے کی باگ موڑ لی اور بلندی پر چڑھ گیا اور
دیکھا کہ ایک سبز درخت کے سائے میں ایک پیر مرد ضعیف کو روہ حقیر و سال خوردہ و
کمزور بیٹھا ہے۔

سلطان فیروز بالائے کوہ اُس پیر مرد کے پاس گیا اور بادشاہی جامداروں نے
ارادہ کیا کہ اس پیر مرد کو اُس کی جگہ سے ہٹائیں
پیر مرد کا یہ حال تھا کہ انتہائی کمزوری کی وجہ سے کھڑا ہی نہ ہو سکتا تھا۔
بادشاہ نے شاہی ملازمین کو منع کیا کہ پیر مرد سے مزاحمت نہ کریں اور خود درخت
کے سائے میں اُس مرد ضعیف کے سر پر استادہ ہوا۔

پیر مرد نے بادشاہ کی جانب رخ کیا اور کہا کہ اے بادشاہ خدا سے دو کیوں اس قدر
مخلوق کو بے وجہ تلف کر رہا ہے۔ تو نے اس لشکر کو ایک ایسے مقام میں آوارہ دشت غربت
کیا ہے کہ تمام خلقت خدا قطعاً بے دست و پا ہو کر مجبور و لاچار ہو گئی ہے۔
بادشاہ نے سوال کیا کہ آیا تمہارے دل میں کوئی تمنا ہے؟

پیر مرد نے جواب دیا کہ مجھ پر بے شمار فاقے گزر رہے ہیں جس کی وجہ سے میں شدید گرسن ہوں۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ فقیر کو دو تنگے زر عطا کئے جائیں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فقیر بادشاہ کی جانب دیکھ کر مسکرایا اور اپنی کمر سے
ہیسانی کھول کر بادشاہ کو دس تنگے زر دکھائے اور کہا کہ اے بادشاہ میں غذا کا خواہشمند
ہوں نہ کہ زر کا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ آج ہمارے لنگر خانے و بارہی خانے میں کوئی شے خوردنی
موجود نہیں ہے اور شاہزادہ فتح خاں کے لئے صرف ایک سیر کھڑی بیشیر یعنی عام اسٹاک
کے نیچے سے لائی گئی ہے۔

بادشاہ نے یہ کہہ کر آگے روانہ ہوا اور اسی وقت اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر ہم سندھ

خدا کے فضل و کرم سے سر ہو جائے گی تو بادشاہ بار در سفر نہ کرے گا۔
غرض کہ بادشاہ اسی حالت تکلیف و مصیبت میں چند منزل اور آگے بڑھا اور
تمام لشکر کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ فوج کا ہر شخص جان سے بیزار ہو گیا اور پانی کے تحفظ
نے تمام خلقت خدا کو جاں بلب کر دیا
ہر شخص کو زندگی سے ایسی ہو گئی اور یہ یقین کر کے کہ بغیر پانی کے ایک لمحہ بھی
زندگی دشوار ہے۔ ہر شخص اپنی جان سے اٹھ دھو بیٹھا۔
جب یہ عالم ہوا کہ تمام خلائق اس بے آب مقام پر پہنچ کر اپنی زندگی سے ایس
ہو گئی اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ تمام اشخاص کیلئے ارگی اس جنگل میں ہلاک ہو جائیں گے۔
فیروز شاہ کو بھی اپنی زندگی سے ایسی ہو گئی اور ہر لحظہ غم و فکر میں غرق
رہنے لگا۔

بادشاہ ہر وقت دست و پا بند کرتا اور بارگاہ الہی سے رحم و کرم کی التجا کرتا تھا
اور زبان حال سے کہتا کہ اے خدا ادھیکر در ماندگی تیری ذات ہے مجھ کو اور میرے
تمام رفقا کو اس مصیبت و الم سے نجات دے۔ تفاسیر و نیز دیگر معتبر کتب میں مرقوم ہے
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بے آب و گیاہ جنگل میں آوارہ و پنی کی مصیبت سے
سابقہ پڑا تھا اسی طرح فیروز شاہ کو بھی سندھ کی اہم ہم کے اختیار کرنے میں اس
مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور بے آبی کی تکلیف اس درجہ بڑھی کہ بادشاہ کو زندگی سے
ایسی ہو گئی اور اس کے رفقاء نے حیات کے عالم ہی میں اپنے کو مردہ تصور کر لیا۔
مختصر یہ کہ حضرت شاہ کو ایک شب الہام ہوا اور بادشاہ نے محل خلوت
میں سر بسجود ہو کر بارگاہ الہی میں مناجات شروع کی اور آہ و زاری کے ساتھ خدا سے
دعا کرنے لگا کہ پروردگار اس شخص کے قدم کی برکت سے جو اس لشکر میں موجود اور
صاحب ولایت کا ہمسر ہے اپنے باران رحمت سے بندگمان گنہگار کو سیراب فرما
اور اس جاں گداز جنگل سے آزادی و نجات عطا فرما۔
بادشاہ کے دعا کرتے ہی اسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور ہر چار جانب شور
بلند ہوا۔

خدا کے رحم و کرم سے شدید بارش ہونے لگی اور ہر چار طرف پانی کی ندیاں

جاری ہو گئیں۔

تمام لشکر نے خود بھی پانی پیا اور پانی لے کر جمع کر لیا اور ہر شخص نے اپنی اپنی تکلیف سے نجات پا کر خوش و خرم ہوا۔

غرض کہ اُس روز صبح اُسے جاں گداز سے نکلے سکا راستہ بھی معلوم ہو گیا اور بادشاہ کی دعا کی برکت سے ہر شخص کو آوارہ وطنی کی مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔

سبحان اللہ یہ امر محض کرم الہی تھا جو ہر وقت اپنے درمانہ بندوں کی دشگیری فرماتا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں حضرت ذوالنون مصری کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مصر میں امساک باراں ہوا اور اہل شہر حضرت ذوالنون مصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خواجہ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔

جناب مدوح منبر پر تشریف لے سکئے اور دعا کی کہ پروردگار عالم جن شخص کے انوار ریاضت سے یہ شہر روشن و درخشاں ہے اُس کے قدم کی برکت سے باراں رمت نازل فرما۔

حضرت شیخ کے دعا فرماتے ہی نزول باراں ہوا اور تمام شہر سیراب ہو گیا۔ اسی طرح بادشاہ دیں طلب نے مثل مثل کرام کے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور اُسی وقت دھواں و معار بارش ہونے لگی اور تمام خلقت خدا سیراب ہو گئی۔ غرض کہ فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اس جنگل سے نجات پائی اور خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا اور اپنی دینیز تمام لشکر و فوج کی سلامتی سے اہل دہلی کو آگاہ کیا۔

بادشاہ کا فرمان دہلی پہنچا اور خان جہاں بیتا بانہ قاصد کے قریب آیا اور شہر میں ہر مکان میں خوشی کا دور دورہ ہوا۔

اہل شہر نے بل شادی بجائے اور ہر گھر میں دن عید و رات شب برات کا سماں نظر آیا۔

ہر شریف و کم رتبہ غرض کہ ہر خاص و عام عیش و مسرت کا متوالا بنا اور تمام

بلاد و مملکت میں شور و سرسرت بلند ہوا۔

۱۔ اٹھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ مع تمام خلایق و لشکر کے اُس صحرائے صحیح و سالم نجات پا کر سفر کی منزل میں طے کرتا ہوا گجرات پہنچا۔

اُس زمانے میں ملک الشرق نظام الملک امیر حسین بن امیر میران مستوفی الممالک علیہ الرحمۃ گجرات کا حاکم تھا۔

یہ امیر ملک کے انتظام اور انقطاع کی حفاظت میں بے انتہا سعی و کوشش کرتا تھا۔

بادشاہ نے گجرات پہنچ کر نظام الملک پر عتاب کیا اور شدید ترین باز پرس کی۔ فیروز شاہ کے عتاب کا منشا یہ تھا کہ اگر نظام الملک کو بادشاہی لشکر کی کچھ بھی فکر ہوتی تو یہ امیر گجرات سے غلہ روانہ کرتا رہتا اور خلعت خدا اس طرح گر سنے و پریشان و تلف نہ ہوتی۔

بادشاہ نے نظام الملک کو حکومت گجرات سے معزول فرما کر اس کی جائیداد ضبط کی۔ غرض کہ فیروز شاہ نے گجرات میں قیام کر کے لشکر کو تازہ دم

کے اور غیر وجہ ارلشکر کوشش گو نہ رقم عطا فرمائی جس کی وجہ سے یہ گروہ اس قابل ہو گیا کہ گھوڑے خرید کر سواروں میں داخل ہو جائے۔ اس موقع پر عماد الملک نے جو بارگاہ سلطنت کا مستوفی تھا بادشاہ سے عرض کیا کہ غیر وجہ ارگروہ بادشاہ کی شانانہ فائز سے سواروں میں داخل ہو گیا لیکن وجہ ارجاعت یہ ہے کہ مضطر و پریشان ہے اس لئے کہ اُن کے مواضع حوالی دہلی میں واقع ہیں اور اس گروہ کا تنگ دستی سے بُرا حال ہے۔

اس گروہ کے پیشمار افراد اس ملک میں آگئے ہیں ان کی آمدنی اور خواہ دہلی سے

کوئی شخص اُن کو پہنچائے، اس لئے ان غریبوں کا ہر حال ہے اور یہ گروہ اپنی مینوائی کی وجہ سے حد سے زیادہ پریشان ہے۔ فیروز شاہ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ وجہ اگر گروہ پریشانی و تشکدستی کی وجہ سے پیادہ ہو گیا ہے، لیکن ان اشخاص نے اس مہم میں ہماری موافقت کی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اُن کے مواضع بہت دور واقع ہیں جس کی وجہ سے یہ سجد پریشان ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو قدرے قلیل غلہ پیدا ہوتا ہے وہ اُن کے اہل و عیال کے صرف میں آتا ہے اور ان غریبوں کی حالت بد سے بدتر ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ وجہ اگر گروہ کو خزانہ شاہی سے روپیہ قرض دیا جائے اور شاہی حکم کی بنا پر بعض اشخاص کو پانچ سوا اور بعض کو سات سوا اور بعض کو ایک ہزار تک بطور قرض دئے گئے۔ غرض کہ وجہ اگر گروہ بھی بادشاہ کی عنایت و نوازش سے رقم قرض پا کر مطمئن ہوا اور سواروں میں داخل ہو گیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خان جہاں کے نام اس مضمون کا فرمان جاری کیا جائے کہ وجہ اگر گروہ کے مقطعات سے کسی قسم کا قرض نہ کیا جائے اور جب تک کہ شاہی سواری دہلی واپس نہ ہو اُن سے نہ باز پرس کی جائے اور نہ اُن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے تاکہ وجہ اگر گروہوں کے عیال اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ خدا کی توفیق سے تمام مال گجرات کو جو دودھ و درہ محصول تھا، کا رخانہ جات شاہی کی دستی و چشم کی پرورش میں صرف کر دیا۔ اس صرف کا اصل مقصد یہ تھا کہ بادشاہ بار دوم سندھ کا سفر کرے۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے سندھ کے سفر کا ارادہ کیا اور خان جہاں کے نام اس مضمون کا فرمان روانہ کیا کہ مابعد دولت و اقبال اپنے بھائی و برتری لشکر کے ہمراہ سندھ روانہ ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے اس فرمان و نیز توقیعات میں جاں شاد وزیر کو برادر م کے خطاب سے یاد فرمایا اور یہ تحریر فرمایا کہ برادر م خان جہاں کو چاہئے کہ بے انتہا ساز و سامان و بے شمار جاہ و چشم سندھ کی جانب روانہ فرمائیں۔

نواں مقدمہ

خان جہاں کا ساز و سامان سلطان فیروز کی خدمت میں گجرات روانہ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے خدا کی عنایت سے سندھ کا رخ کیا اور خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا۔

بادشاہ نے اس فرمان میں تمام اسباب لشکر کشی طلب کیا اور اس وزیر باتدبیر نے سامان روانہ کرنے میں بیحد سعی و کوشش کی۔

فیروز شاہ نے تمام محال درگاہ کو شدید تاکید کی کہ ہر کارخانے کا مال و اسباب بکثرت موجود رکھیں۔

شاہی حکم کے مطابق ہر کارخانے کے اسباب کی تکمیل کی گئی اور ہر شے ایسی کثرت سے جمع ہو گئی کہ اُس کی تفصیل احاطہ بیان سے باہر ہے اور حد قیاس سے بیرون ہے۔

صرف اسلحہ کی قیمت مبلغ سات لاکھ تنگہ قرار پائی تھی اور اسی پر دوسرے کارخانہ جات کے ساتھ سامان کو قیاس کرنا چاہیے۔

ہر اسباب ایک روز میں مرتب ہو جاتا اور خان جہاں اُس کو دوسرے روز روانہ کر دیتا تھا اور اسی طرح روزانہ اسباب روانہ کیا جاتا تھا۔

غرض کہ اس قدر اسباب بارگاہ شاہی میں جمع ہو گیا کہ بارگاہ اس کو ٹھکانہ دے سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نے بادشاہ کے حضور میں عریضہ روانہ کیا اور اُس میں

لکھا کہ چونکہ حضرت شاہ نے بار اول سندھ کی ہم کو اسی لئے ملتوی فرمایا تھا اور وہاں سے محض اس خیال سے واپس ہوئے تھے کہ لشکر کو راحت و آرام نصیب ہو، اور

اب بار دیگر حملہ فرما رہے ہیں اس لئے امید ہے کہ ملک جلد سے جلد فتح ہو جائیگا۔

دبیر ملک نے بادشاہ کے حضور میں عرضداشت پڑھی اور بادشاہ نے فرمایا

ہمارا وزیر جس قدر صاحب فہم و ذراست ہے اُس کی قدر کچھ ہمیں کو معلوم ہے

غرض کہ فیروز شاہ جو دینداری میں کامل تھا، نیک سماعت میں خدا کی امداد و عنایت سے سندھ روانہ ہوا۔

بادشاہ نے سرپردہ خاص نصب کیا اور تمام عربی و عجمی لشکر و نیز تمام خدم و حشم بید خوشی و مسرت کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ ہوئے۔

اس درمیان میں بہرام خاں داماد حسن خاں کانگو کی عرضداشت بادشاہ کے حضور پیش پہنچی۔

بہرام خاں اُس زمانے میں دولت آباد کا حاکم تھا اور حسن کانگو کے فرزند اور بہرام خاں کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی اور بہرام خاں فیروز شاہی بارگاہ میں پناہ گزین ہوا۔

بہرام خاں نے اس سروشنے میں یہ التجا کی تھی کہ اگر بادشاہ اپنے کرم سے دولت آباد کو اپنے لایس کو یہ ملک خوار نہایت مدد و اعلاص کے ساتھ خدمت کرے گا اور تعالیٰ دولت سے امید ہے کہ حضرت شاہ اپنے قدیم ملک پر تابض ہو جائیں گے۔ فیروز شاہ نے بہرام خاں کو جواب دیا کہ میں راز پنہاں سے تمہیں آگاہ کرتا ہوں، تو کہ معلوم ہو کہ سندھ کی مہم درپیش ہے اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک بار دوم سندھ پر لشکر کشی کر کے اُس ملک کو فتح نہ کر لوں گا اور اہل ملک کو زیر و زیر نہ کروں گا کسی دوسری طرف رخ نہ کروں گا۔

میں نے سندھ کو فتح اور وہاں کی سرکش رعایا کو تنبیہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور جب تک کہ میں اس مہم کو سر نہ کر لوں گا کسی دوسری سمت رخ نہ کروں گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ ٹھٹھہ کو فتح کرنے کے بعد میں دولت آباد ضرور آ جاؤں گا۔ غرض کہ ٹھٹھہ کی مہم بادشاہ کے خیال میں ایسی اہم تھی کہ اُس نے دولت آباد کا خیال ترک کر دیا اور سندھ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ نے پیشہ قرار دے لیا کہ ایک نائب کو گجرات کا حاکم مقرر کرے جس کے لئے خدمت و دیگر سامان انعام موجود رکھے گئے۔ جسے لیکر چو کہ بادشاہ کوئی کام پیشہ خدمت کی خاطر دیکھے نہ کرنا تھا، فیروز شاہ نے قرآن سے فال کشائی اور یہ فسال ایک انسید کے لئے راستہ آئی بلکہ ظفر خاں کے نام تکلی۔

ظفر خاں دفعہ شاہی حضور میں طلب کیا گیا اور اس کو خلعت و حکومت گجرات عطا ہوئی۔

سبحان اللہ ظاہر ہے کہ جس طرح ہر کام میں فیروز شاہ بارگاہ الہی میں التجب کرتا تھا شاید دوسرے سلاطین کو مہینہ نہ ہو۔
بادشاہ کی یہ روش دیگر سلاطین بابرکات و مشائخ طریقت کے اعمال صالحہ کے مطابق کہی جاسکتی ہے جو ہر حال میں خدا کی بارگاہ میں التجا پیش کرتے ہیں۔
غرض کہ بادشاہ ظفر خاں کو اطلاع گجرات عنایت فرما کر اپنے جوار لشکر کے ہمراہ گجرات سے سندھ روانہ ہوا۔

دسوال مقدمہ

فیروز شاہ کا بار دوم ٹھٹھہ روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی طہیت و توفیق سے ٹھٹھہ روانہ ہوا اور بادشاہ نے تمام لشکر و خدمت کو ایدوار فرائض بنایا۔

تمام خلقت خدا بادشاہ کا شکر بجا لائی لیکن چونکہ سفرِ اول میں خلقت نے بیشمار تکالیف برداشت کی تھیں اس لئے اکثر اشخاص بیچارے سامان لے کر اپنے مکانِ رحمانہ ہو گئے۔

بادشاہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور اس نے دریافت کیا کہ ان اشخاص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ راہ کی تمام منزلوں میں چڑکیاں نصب کی جائیں تاکہ مخلوق کو فرار ہونے سے باز رکھیں اور جو شخص راہ فرار اختیار کرے اس سے باز پرس کریں۔

فیروز شاہ نے اہل دربار کو جواب دیا کہ بچاؤ سے لشکر و شہ نے دلِ بادشاہ قدر محنت و مشقت اختیار کی ہے اور غلے کی گرانی کی وجہ سے اپنی تلوار کی سے بیزار

ہو چکے ہیں، اس لئے اس مرتبہ فکر و غم کی وجہ سے واپس ہو رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ قدیم رسم ہے کہ لشکر کشی میں بعض اشخاص خود ملازم ہوتے ہیں اور بعض کا کسی ملازم سے قرابت و محبت کا تعلق ہوتا ہے اور بعض کسی اور مصلحت سے فوج میں داخل ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں اگر جو کیاں نصب کی جائیں گی اور تاکید احکام نافذ ہوں گے تو جو اشخاص کہ ملازم ہیں وہ واپسی سے باز رہیں گے اور جو افراد کہ دراصل ملازم نہیں ہیں وہ بھی شاہی پہرے کے خوف سے واپس نہ ہو سکیں گے اور اس طرح ان غریبوں کے لئے ایک بیجا قید ہو جائے گی اور ان پر ظلم ہو گا جن کی وجہ سے یہ غمناک و پریشان ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ٹھٹھہ کی فتح مقدّر فرمائی ہے تو ان کے علاوہ ہو جانے سے نقصان نہ ہو گا اور اگر خدا کو اس ہم کام سر ہونا منظور نہیں ہے تو ان کی گرفت و قید سے کیا فائدہ ہو گا۔

اس موقع پر بادشاہ دیندار نے فرمایا کہ خانبہاں کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا جائے کہ جو اشخاص یہاں سے فراری ہو کر دہلی پہنچتے ہیں ان کی حقیقت حال کی تفتیش کی جائے۔

ان مجرمین میں جو اشخاص کہ ملازم شاہی اور انھوں نے خزانہ شاہی سے مال حاصل کیا ہے تو ان کو صرف سزائے معنوی دی جائے نہ کہ منراٹے خسروانی۔ واضح ہو کہ امور مملکت و آئین جہانداری میں سزائے خسروانی سے مراد قتل و جلاوطن و دیگر شدید سزائیں مراد ہیں اور معنوی باز پرس سے مراد یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو ذلیل کر کے تیر ملامت کا نشانہ بنایا جائے۔

سبحان اللہ یہ امر قطعاً سنت نبوی کے موافق ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے دور شریف لے گئے بعض یاران رسول کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے مکانوں میں مقیم رہے حضرت نے یاران باقی ماندہ کا دوقین روز انتظار فرمایا اور اس کے بعد روانہ ہوئے۔

راہ میں اہل نجد اس درجہ حائل ہوئے کہ اصحاب پس اور حضرت کے حضور میں نہ حاضر ہو سکے اور ضرورت مکانوں میں مقیم رہے۔

اس ہمہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بجا تکلیف

برداشت کرنی پڑی۔

سرور عالم اس ہم سے واپس تشریف لائے اور یاران باقی ماندہ شرمندہ حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے حقیقت واقعہ دریافت فرمائی اور ان صاحبوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو مال و عیال نے حضرت کی ہمراہی سے باز رکھا۔

پس نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحبوں کا عذر نہ قبول فرمایا اور اُن کی جانب سے روگرداں ہو کر اُن کو سزا کے معنوی سے معتب فرمایا۔

ان صاحبوں کے سروں سے دستار اتار لی گئی اور اُن کو ستون مسجد سے باندھ کر تادیب کی گئی اور جس طرح کہ معلم خرد سال بچوں کو سزا دیتا ہے اس طرح ان کو شدید سزا دی گئی۔

یہ شرمسار گروہ اپنا تمام مال حضرت کے حضور میں لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ چونکہ اس مال کی شامت اعمال سے ہم حضرت کی ہمراہی سے محروم رہے اور حضور ہم سے ناراض ہو گئے اس لئے ہم اس مال کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے یہ مال حاضر ہے حضرت اس کو غریبین تقسیم فرمادیں اور ہم اس دنیاوی مال سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور بعد ادب عرض کرتے ہیں کہ حضرت یہ مال ہم سے قبول فرمائیں اور غریب کو تقسیم فرمادیں اور ہمارا قصور معاف فرما کر ہم سے رہی خوش ہو جائیں۔

باوجودیکہ ان اصحاب نے یہ تقریر کی اور اس طرح منت و زاری کی لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا عذر قبول نہ فرمایا اور یہ اصحاب دل شکستہ دورتر مقام پر بیٹھے۔

ان اصحاب کی ندامت بارگاہ الہی میں قبول ہوئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ اُن کے اموال کو بطور صدقہ قبول کرو تا کہ یہ گروہ گناہ سے طاہر و پاک ہو جائے۔

اس آیت کے نزول کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کا

قصور معاف فرمایا اور اُن کا مال بطور صدقہ درویشوں کو عطا کیا۔
چونکہ اللہ تعالیٰ فیروز شاہ کو تمام افعالِ حسنہ سے آراستہ فرمایا تھا اُس لئے بادشاہ
جس فعل کا ارتکاب کرتا اُس میں خوبی و محاسن موجود ہوتے تھے۔
غرض کہ بادشاہ کا فرمان خانِ جہاں کے پاس پہنچا اور اس صاحبِ تدبیر و سیاست
وزیر نے اس امر کی تلاش جو تجو شروع کی اور جو شخص لشکر سے واپس ہوتا سرکاری پیادے
اُس کو قانونی مجرم کی طرح گرفتار کرتے تھے اور اُس کی حقیقتِ حال سے دیوان کو آگاہ
کرتے تھے۔

اگر یہ شخص لازم سے کاربہر تھا تو اُس کو سزا کے معنوی دی جاتی تھی چنانچہ بعض اہیاں
و اکابر شہر کو بھی اس قسم کی تنبیہ کی گئی۔
یہ امر ایک ایک دور درمیان باز آگشت کر ائے گئے تاکہ غرض سال : جو ان
دو پیران کو دیکھ کر اس امر کا اندازہ لیں کہ اس بادشاہ کا جوش ہے۔
غرض کہ فیروز شاہ نے یہ فیصلہ (افادہ) محض تہہ ایک معنوی کا ملزم قرار دیا اور
اُن کی وجہ معاش و جاگیر و سوا ضلع کو قطعاً کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔
اس کی اصل وجہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ۔ کوزارش محض بادشاہ کے خلق نیک
و بہترین خدمات کا ثمرہ تھی نہ ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ ایسے گہ سگار گروہ کو کوئی
فرمانِ روائے صاحبِ قدرت و اوق بارِ صلوات ملک پر لگا کر کے معاف نہیں کر سکتا۔

گیارہواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹٹھہ پہنچنا اور اُس کے فرائض حاصل ہونا

نقل ہے کہ سلطانِ فیروز شاہ سفر کی منزل میں طے کرنا ہوا ٹٹھہ بار بار تھا اور
سفر کے تمام مراحل آسانی کے ساتھ گزر رہے تھے۔
سفر کے آغاز میں مفسرِ شیعہ الاسلام شیخ عبد العزیز بن عبد الوہاب نے شیخ الاسلام
شیخ بہاء الدین و کراغستانی سے دعا کی تھی۔ یہ بادشاہ سے فرمایا کہ دعا گو حضرت شاہ سے

کچھ کہنا چاہتا ہے۔

فیروز شاہ حضرت شیخ کی جانب متوجہ ہوا اور مدوح نے فرمایا کہ بادشاہ نے بار اہل
ٹٹمہ پر حملہ کیا اور دہلی سے ٹٹمہ روانہ ہوا۔

بادشاہ نے راہ میں ابو دمن پہنچ کر حضرت شیخ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت
کی لیکن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر نہیں
ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس زمانے تک اہل بصیرت نے ان دونوں خانوادوں میں
کسی قسم کی تفریق نہیں پیدا کی ہے۔

اس مرتبہ حضرت شاہ نے ہندو فرامیں کہ ٹٹمہ کے فتح ہونے کے بعد ملتان حاضر
ہو کر مشائخ ملتان کے آستانوں پر حاضری دیں گے۔

فیروز شاہ نے حضرت شیخ کی تقریریں کو فرمایا کہ یہ خطرہ میری نیت میں بار پید ا
ہوا ہے۔

بادشاہ سندھ عہد عقیدت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ
یہ ارادہ ضرور کر دل گاکا اور خدا کی مرضی و مشیت کے مطابق عمل کروں گا۔

مختصر یہ کہ اس مرتبہ طغیان کی کم فتنی اور بادشاہ نے ٹٹمہ میں نزل فرمایا۔
اہل شہر بادشاہ کے ورود سے قطعاً بے غم تھے اور اپنے مواضع و قصبات
و قریات میں زراعت میں مشغول تھے۔ اہل مرتبہ بادشاہ نے نیل مرام ٹٹمہ سے واپس
ہوا اور اہل شہر نے اس امر کو حجت الہی قرار دے کر یہ کہنا شروع کیا تھا کہ سلطان فیروز شاہ
نے ہم پر حملہ کیا لیکن تقدیر الہی نے معاملہ برعکس کر دیا اور فیروز شاہ نے خود ہمارے لئے
جان دی اور ہمارے مقابلے سے فراری ہوا۔

غرض کہ بادشاہ کے ورود کی خبر نزدیک و دور مشہور ہوئی اور اہل سندھ کو معلوم
ہوا کہ شاہ ہند حیران روج کے ہمراہ ان کے مقابلے کو آیا ہے۔

فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے بید مرتے و مستعدی کے ساتھ اس
مرتبہ گجرات سے سفر کیا تھا اور جلد سے جلد کوچ متواتر کرتا ہوا سندھ پہنچا تھا۔

اہل سندھ فیروز شاہ کی آمد اور اس کے دیدے سے بید خوف زدہ ہوئے تھے
اور اب سندھ کی ساحلی آبادی کو خراب اور دریائے سندھ کے پل اور گھاٹ کو سمار

کر کے حصار گلی میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ آبادی میں پہنچا اور معلوم ہوا کہ تمام باشندگان سندھ نے زراعت میں سعی بلوغ کی ہے اور ان کی زراعت کا غلہ بچتہ ہو چکا ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اہل سندھ دریا۔ بے سندھ کے ساحل سے دور ہٹ گئے ہیں اس لئے ہندی لشکر نے دریا کے کنارے جیمے نصب کئے اور خندق و کسٹروہ مرتب و تیار کر کے سجدہ راحت و آرام سے ساحل پر مقیم ہوئے۔

چونکہ غلہ تو ہنوز مراد کو نہ پہنچا تھا اس لئے غلے کا خرچ آٹھ ہادس حیل فی بیج سیر تھا۔ اسی درمیان میں نیا غلہ تیار ہو گیا اور اجناس کا خرچ سجدہ ارزاں ہو گیا۔

غرض کہ خدا کے فضل و کرم سے خلافت لشکر ہر جہاں جانب نہایت اطمینان سے گشت کرتی تھی اور اہل سندھ کے قریات، و قصبات سے غلے کو جمع کرتی تھی۔

دریا بے سندھ کے ساحل پر بے شمار قریے آباد تھے اور بعض قریوں کے باشندے جو دریا کو عبور نہ کر سکتے تھے شاہی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔

یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ درگاہ شاہی کے نقیب و چاروش لشکر میں مشادی کریں کہ چونکہ یہ چند قیدی مسلمان ہیں ان کو غلام و کنیز بنانا اور ان کی گردنوں میں خدمت کا بوجھ ڈالنا زیبا نہیں ہے۔ جو شخص احکام سلطانی کے خلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔

بادشاہ کا حکم تھا کہ جو شخص ان اسیروں کو گرفتار کرے ان کو اپنی حفاظت و نگہبانی میں نہ رکھے۔

غرض کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ اسیر دیوان شاہی میں داخل کئے جائیں اور اس طرح تقریباً چار ہزار سندھی دیوان شاہی میں جمع ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کو عمدہ مقام پر رکھا جائے اور ہر فرد کو تین سیر غلہ روزانہ دیوان وزارت سے عطا کیا جائے۔

اس زمانے میں منگ پانچ تنگہ فی بن اور چار چار تنگہ فی بن تھی اس لئے شاہی حکم کے مطابق ان قیدیوں کو منگہ دی جانے لگی۔

حقیقت ہے کہ جو سلوک ان قیدیوں کے ساتھ اس حلیم و کریم بادشاہ

یعنی سلطان فیروز شاہ نے کیا اس کی نظیر تاریخ میں دستیاب ہونی محال ہے۔

بارھواں مقدمہ

ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریائے سندھ کو عبور کر کے

اہل سندھ سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل پر قیام کیا اور اہل سندھ کا ایک بہت بڑا گروہ گھاٹ کو چھوڑ کر شوخ چٹمی کرتا ہوا۔ فیروز شاہ نے بید غور و فکر کے بعد یہ طے کیا کہ عماد الملک و ظفر خاں کو حکم دیا جائے کہ یہ لشکر اہل سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ کو تباہ و برباد کر دیں۔

اہل سندھ کا ایک گروہ بیدار ہو کر توت و ساز و سامان کے ہمراہ شتر کوں تک راہ میں حاضر تھا۔

یہ گروہ ہوشیار رہی و بیداری میں بیدار ہو کر کوشاں تھا اور اہل ہند دریا کو عبور نہ کر سکتے تھے۔

بید مشورہ و غور کے بعد طے پایا کہ عماد الملک اور ظفر خاں بمقام لشکر کے ہمراہ پیچھے واپس ہوں اور مدنی کارخ کریں اور کشتیاں اپنے برابر واپس لیتے آئیں۔ ساحل دریا کے قریب ایک سو تیس کوس زمین طے کر کے بھڑکے نیچے دریائے سندھ کو عبور کریں اور اسی قدر مسافت زمین طے کر کے ملک سندھ میں داخل ہوں اور حریف سے معرکہ آرائی کریں۔

غرض کہ اس مشورے پر عمل کیا گیا اور عماد الملک اور ظفر خاں نے بے پایاں فوج و لشکر کے ہمراہ ایک سو تیس کوس زمین طے کی اور سندھ میں داخل ہوئے۔ اہل سندھ بھی بے شمار سوار اور پیادوں کے ہمراہ حصار سے باہر نکلے۔ طرفین میں ایسی شدید جنگ ہوئی کہ احاطہ تقریر سے باہر ہے۔

سلطان فیروز شاہ دوسری جانب بقیع تھا اور اگرچہ اس مقام سے ٹھہر کا قطعہ نظر آتا تھا، لیکن چونکہ دریا کا پاٹ بہت بڑا تھا جس کی وجہ سے دوسرا ساحل نظر نہ آتا تھا اس لئے لشکر شاہی کی محرکہ آرائی سے بادشاہ قطعاً بخیر تھا۔ صرف سواروں کے گھوڑے دور سے نظر آتے تھے۔

بر سلطان فیروز شاہ کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوئی تھیں اور بادشاہ ہر لحظہ لطیفہ غیبی کا امیدوار تھا۔

غرض کہ ظلمت شب ہمیلی اور فیروز شاہ نے انہام الہی سے مستفید ہو کر ایک بھی خواہ ملازم کو حکم دیا کہ ایک کشتی پر سوار ہو کر دریا کے سندھ کو عبور کرے۔ بادشاہ نے اس ملازم کو ہدایت کی کہ عماد الملک کو پیغام دے کہ اسے بشیر اب واپس ہو اور بازگاہ شاہی کا رخ کر اس لئے کہ طرفین سے بے گناہ مسلمانوں کا خون بیکار نہ نالغ ہو رہا ہے۔

ان امیروں سے تاکید کر کہ جس راہ سے گئے تھے اسی راہ سے واپس ہوں۔ یہ ملازم حکم شاہی بجالایا اور عماد الملک و ظفر خاں کو بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔ اور یہ امیر واپس ہونے میں طرح کر کہ ایک سو تیس کوسں راہ طے کر کے گھاٹ کے ذریعے سے ٹھہر واپس ہوئے تھے اسی طرح ایک سو تیس کوسں زمین طے کر کے نشیبی راہ سے واپس ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

عماد الملک و ظفر خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیروز شاہ نے ان امیروں سے فرمایا کہ یہ ایک مشیت اہل سندھ مجھ سے قرار ہو کر کہاں جائیں گے اگر یہ افراد سو راج مور میں بھی پناہ لیں گے تو بھی لشکر سلطانی ان کے سر پہنچ جائیگا۔ میرا راہ یہ ہے کہ اس ملک میں ایک بزرگ شہر آباد کروں اور یہاں قیام کر کے مشیت الہی کا مظہر رہوں۔

تیرھواں مقدمہ

عماد الملک کا طلبِ شہم و لشکر کے لئے دہلی وارد ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل چپتر دروز

قیام کیا اور ہر شخص اپنے کاروبار میں مشغول ہوا۔

سلطان فیروز شاہ نے محفل خلوت میں اپنے مشیرانِ بازگاہ سے ارشاد کیا کہ اس جہم کے باب میں مشورہ کرنا چاہیئے۔

بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ عہد الملک دہلی روانہ ہوا اور جس قدر لشکر و فوج دار الملک میں موجود تھے اُس کو اور نیز تمام اطلاع و چگانات کی فوج اپنے ہمسراہ ٹھٹھہ لے آئے۔

بادشاہ نے چن برون کے بعد عہد الملک کو رخصت کر دیا اور اُس سے فرمایا کہ تیرا امیری نصیحت یہ ہے کہ تو خان جہاں پر لشکر جمع کرنے کے لئے حکم نہ کرنا۔ یہ ظاہر ہے کہ خان جہاں ایسا مدتہ و باوقا میر ہے کہ وہ خود میرے فرمان کی تعمیل میں ایک لمحہ خلعت نہ کرے گا۔ تیری خدمت صرف یہی ہے کہ تو اپنے کو اُس تک پہنچا دے۔

میں تجھ کو ایک مصلحت کی بنا پر روانہ کر رہا ہوں ورنہ خان جہاں میرا فرمان پہنچتے ہی خود تمام لشکر و حشم کو اس جانب روانہ کر دیتا۔

مختصر یہ کہ عہد الملک ٹھٹھہ سے دہلی روانہ ہوا اور منزل بمنزل سفر کرتا ہوا دہلی کے نواح میں پہنچا۔ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ عہد الملک آ رہا ہے اور یہ امیر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلا۔

عہد الملک کی نظر خان جہاں پر پڑی اور عہد الملک مرکب سے زمین پر اترا۔ خان جہاں بھی پایادہ ہوا اور چتر کو اپنے سر سے علحدہ کر دیا۔

ہردو امیر یک جا ہوئے اور اول عہد الملک اپنے ہاتھ خان جہاں کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد خان جہاں تواضع تمام اپنے ہاتھ عہد الملک کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد ہردو امیر بغل گیر ہوئے اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ خان جہاں چتر سے در عہد الملک کے برابر چل رہا تھا اور ہردو امیر حرف نہ کیا تا میں مصروف ہوئے۔

خان جہاں عہد الملک کو قصر سلطانی میں لایا اور دونوں امیر یک جا بیٹھے۔ خان جہاں نے زربفت و زردوزی کے کپڑے عہد الملک کے سامنے

پیش کئے۔

عماد الملک واپس ہو کر اپنے مکان روانہ ہوا اور اس کے بعد خان جہاں نے ایک لاکھ تینے عماد الملک کی دعوت کے لئے روانہ کئے۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نے لشکر و فوج کی طلب میں تمام انقطاع و ممالک میں خطوط روانہ کئے چنانچہ بدآؤں و قنوج و سندھ و آدوہ و جون پور و بہار و ترمہٹ و ہویہ و ایرج و چندیری و دھار و میان دوآب و خجند و آب و سامانہ و دیپال پور و ملتان و لاہور و دیگر بلاد ممالک کے لشکر خان جہاں نے تحلیل و تہمت میں جمع کر دئے۔

خان جہاں اس کام کے لئے ہر روز مسند پر بیٹھتا اور خان جہاں و عماد الملک کے درمیان محبت و ارتباط کی گفتگو ہوتی۔

خان جہاں نے لشکر کی فراہمی کے لئے عماد الملک کے بھائی کو روانہ کیا۔ جو اشخاص کہ سلطانی لشکر سے واپس آئے تھے وہ بید نادم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

عماد الملک بھی مع تمام شہم و لشکر کے جلد سے جلد روانہ ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا اور اُس نے خان جہاں کے حالات سے بادشاہ کو اطلاع دی۔

جو اشخاص کہ سلطانی لشکر سے واپس آئے تھے وہ بید نادم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

مختصر یہ کہ ٹھٹھ میں شدید خطر رونما ہوا اور ہر شخص نے مختلف مقامات کی راہ لی۔ جس طرح کہ اول بار فیروز شاہ کے لشکر میں تنگ وستی پیدا ہوئی تھی بعد کو غلے کی وجہ سے حیرانی و پریشانی ہوئی اسی طرح بار دوم اہل سندھ کے لشکر میں پریشانی اور قحط نمودار ہوا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ سرزمین ٹھٹھ سے واپس ہوا اور اہل سندھ نے اپنے قدیم مکان میں آرام لیا اور انھوں نے بے خوف و خطر تمام آمد و رفت غلہ تخم ریزی کے لئے زمین میں بودیا۔

اہل سندھ کا تمام غلہ اس طرح ختم ہو گیا اور نئے غلے کے تیار ہونے کا وقت آگیا۔ اُس زمانے میں جبکہ نیا غلہ تیار ہو رہا تھا بادشاہ گجرات سے ٹھٹھ روانہ ہوا

اور فیروز شاہی لشکر اہل سندھ کے تمام غلے پر قابض ہو گیا۔
اہل لشکر غلے کی فراوانی سے سجدے مطعون ہو گئے اور ٹٹھم میں تھوڑے نو دھار ہوا۔
یہ فطرت ایسا شدید تھا کہ اہل سندھ کی جان کے لالے پڑ گئے چنانچہ ایک سیر
غلے کی قیمت ایک اور دو تنگے ہو گئی۔

عماد الملک نے بادشاہ سے خان جہاں کی سجدہ تعریف کی اور یہ عرض کیا کہ یہ
وزیر تمام تدابیر ملکی میں بہترین صفات کا جامع ہے اور وزیران قدیم سے کسی طرح کی کا
مستحق نہیں ہے۔

فیروز شاہ وزیر کے حالات سن کر اور لشکر کی آمد سے باخبر ہو کر سجدہ خوش ہوا۔
غرض کہ تمام لشکر سلطانی بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا اور ہر شخص کو خلعت
عطا ہوا۔

اس کے علاوہ اہل سندھ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ کا ارادہ ہے کہ
مع تمام فوج و لشکر کے اس ملک میں داخل ہو۔
اہل سندھ بادشاہ کے ارادے سے آگاہ ہوئے اور ان کے قلوب رنج و غم کا
شکار ہوئے۔ ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی۔

شاہی لشکر کو خدا کی رحمت سے اس مرتبہ سجدہ الطمینان و فارغ البالی نصیب ہوئی۔
اس فطرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل سندھ کا ایک گروہ روزانہ کشتی میں سوار ہو کر بادشاہی
لشکر میں آتا تھا اور ٹٹھم کا ملک روز بروز خراب و ویران ہوتا جاتا تھا۔

جام و بانجھ ان واقعات سے سجدہ پریشان ہوئے اور انھوں نے باہم شور
کر کے یہ طے کیا کہ ہم کو فیروز شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا مناسب ہے اور اس طرح
تمام افکار اور اندیشوں سے نجات حاصل کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد جام و بانجھ نے ایک شخص کو حضرت مخدوم جہانگیر الی
سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر ادھر روانہ کیا اور حضرت کو اپنے
حال سے خبر دی۔

اہل سندھ نے حضرت سے التجائی کہ جناب سید آچہ سے یہاں تشریف
لایئیں۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ اور اہل سندھ کے درمیان صلح ہونا

نقل ہے کہ اہل سندھ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو واسطہ بنانا چاہیئے۔

جام و بانجھ نے ایک شخص کو آدھ روانہ کیا اور حضرت کو اپنے احوال سے آگاہ کیا۔

حضرت سید جلال آدھ سے فیروز شاہی لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت کے تشریف لانے سے تمام اہل لشکر حضرت کے قدموں ہوئے اور حضرت سید نے فرمایا کہ بابا اطمینان رکھو انشاء اللہ چند روز میں صلح ہو جائیگی۔

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نشان بارگاہ کے قریب پہنچے اور بادشاہ نے نہایت خلوص سے استقبال کیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے لشکر میں لے آیا۔

فیروز شاہ اور حضرت سید جلال بخاری نے باہم دگر مصالحہ کیا اور حضرت سید نے بادشاہ سے فرمایا کہ ایک صالحہ و عقیفہ عورت ٹٹھ میں موجود تھی اور اس کی دعا کی برکت سے ٹٹھ فتح نہیں ہوتا تھا۔

ہر چند کہ یہ دعا گو خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا لیکن وہ پاک دامن درمیان میں حائل ہو جاتی تھی۔ اب تین روز ہوئے کہ اُس عقیفہ نے جنت کی راہ لی اور اب امید ہے کہ ٹٹھ جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔

اہل سندھ کو بھی معلوم ہوا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ ٹٹھ میں تشریف فرما ہوئے۔ ان اشخاص نے حضرت کے حضور میں متواتر پیغام روانہ کرنا شروع کئے۔

اہل سندھ نے حضرت سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور جناب سید نے بھی ان کے مقصود کے مطابق بادشاہ سے ارشاد فرما کر ان کو مطمئن فرمایا۔

فیروز شاہ نے حضرت سید کی سفارش سے اہل سندھ کو ان کے مطالبات سے دوچند عطا فرمایا۔

مختصر یہ کہ حضرت سید نے جام و بانجھ کے تمام مطالبات بادشاہ سے منظور کرائے اور بانجھ نے جام سے مشورہ کر کے کہا کہ چونکہ فیروز شاہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ سب سے قبل میں نے ملک میں شور و فساد برپا کیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ اول میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور میرے بعد تم بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

جام کو بانجھ کی یہ رائے سید پسند آئی اور اُس نے بانجھ کو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔

مختصر یہ کہ بانجھ دوسرے روز بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پندرہواں مقدمہ

بانجھ کا بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ جس روز بانجھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس روز فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوا تھا۔

عین شکار گاہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بانجھ بارگاہ شاہی میں حاضر ہوتا ہے۔ اُس وقت بادشاہ ایک گڑگ کو گرفتار کر رہا تھا۔

بادشاہ نے اس جانور کے گرفتار کرنے میں سید کو شش کی تعریف کی لیکن بانجھ کی آمد کی خبر سن کر بادشاہ قطعاً استغیر ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ جس شے کے لئے اُس نے بیشمار تکلیف برداشت کی ہو اُس شے کے وسیعاً بہ ہونے سے اُس کو خوشی و مسرت ہوتی ہے لیکن سچائی اللہ اس تاجدار میں ڈال رکھا کہ یہ بادشاہ بانجھ ایسے حریف کی آمد کی خبر سن کر کچھ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

عقلا نے سچ کہا ہے کہ آئین ملک داری میں جو فرست فیروز شاہ کو نصیب تھی، اُس کا خیال کسی قلب میں نہ آیا ہوگا۔ ان عقلا کا یہ قول قطعاً صحیح ہے اور حقیقت یہ بادشاہ تدابیر نگی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔

غرض کہ بانبھہ عین شکار گاہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور اُس وقت فیروز شاہ گرگ کے شکار سے فارغ ہو چکا تھا۔

بادشاہ چتر شاہی و بارگاہ بادشاہی کے زیر سایہ جولان گری کر رہا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک زریں چوب تھی

اسی درمیان میں بانبھہ اپنی گردن میں دستار ڈالے ہوئے اور اپنی تلوار کو گلے سے باندھے ہوئے جید پریشانی کے عالم میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بانبھہ خبروں کی طرح حاضر ہو کر مثل بندگان فرماں بردار کے بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا اور رکاب سعادت کو بوسہ دیا۔

فیروز شاہ بانبھہ نے بادشاہ کی قدمبوسی کی اور رکاب کو بوسہ دیا اور فیروز شاہ دستِ شمس قوت اُس کی پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ بانبھہ تم مجھ سے کیوں خوف زدہ ہوتے ہو میں عام طور پر کسی شخص کو مضرت نہیں پہنچاتا چہ جائیکہ تم قطعاً مطمئن رہو تمھارا ترسہ انشاء اللہ دگر نہ آئے و بالآخر جائے گا۔

فیروز شاہ بادشاہ نے حکم دیا کہ بانبھہ کو ایک اسپ تازی عطا ہو۔ فیروز شاہ بانبھہ سے اس قدر گفتگو کر کے خاموش ہو گیا اور پھر شکار میں مشغول ہوا۔ بادشاہ بانبھہ کے آگے کے بعد ایک پاس شکار میں مصروف رہا۔ اسی روز بانبھہ کے ہمراہ جام بھی آیا اور نہایت تیزی کے ساتھ بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے دوڑا۔

جام نے بھی عقل سے کام لیا اور عین شکار گاہ میں بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔

حاجیان درگاہ و عہدہ داران شاہی تخت شاہی کے قریب قدمبوسی کو لے گئے اور جام دستار باندھے ہوئے مثل امانیان شہور کے حاضر ہوا اس لئے کہ وہاں کوٹھوس بلانا اور تیغ نگار دن میں ناکرنا میرف بار اول ضروری تھا۔

چونکہ بانیہ اس سے قبل مجرمین کی طرح فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو چکا تھا۔ اس لئے اب جام دستار بند ہو کر مثل امان یا ننتہ مجرم کے حاضر ہوا۔ غرض کہ جام نے نہایت عقیدت کے ساتھ شاہی رکاب کو بوسہ دیا، اور بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا اور مسرت کے عالم میں گھوڑے کو کاوا دینے لگا۔ بادشاہ نے جام کی پشت پر دست شفقت پھیرا اور نہایت نرمی سے گتھلو کی۔ جام نے عاجزی کا اظہار کیا اور جو تصور اس سے سرزد ہوئے تھے ایک ایک کر کے بادشاہ کے حضور میں بیان کئے۔ اس موقع پر جام نے یہ مصرع پڑھا کہ: ”شاہ بخشندہ توئی و بندہ شرمندہ منم“

فیروز شاہ نے جام پر بھر نوازش فرمائی اور نہایت شفقت سے احوال دریافت کیا۔

جام کو بھی ایک اسپ تازی عطا ہوا اور بادشاہ نے یہ مصرع پڑھا: ”از من نہ سزد بدی و خود بد نہ کنم“

مختصر یہ کہ بادشاہ شکار گاہ سے واپس ہو کر اپنی فرد گاہ کو واپس آیا اور جام و بانیہ کو خلعت عطا کئے۔ بادشاہ نے جام و بانیہ کو جامہ ہائے زردوزی و علم عطا فرمائے اور ان کے دیگر ہمراہیوں کو ہر شخص کی حیثیت کے مطابق خلعت عطا کر دی۔

غرض کہ فیروز شاہ نے اپنی بنیست کی بنا پر حکم دیا کہ جام و بانیہ کو اطاع دی جائے کہ اپنے خیل خانہ اور تالیمن کے ہمراہ میسرے ہمرکاب دہلی روانہ ہوں۔ جام و بانیہ نے بادشاہ کی مرضی اسی میں پائی اور اپنے خیل خانے گھاٹ سے ہمراہ لائے اور بادشاہ کے ہمراہ کتاب روانہ کیا۔

سولھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

فصل چہاں کہ جام و بانیہ حیدر سی و کوشش کے ساتھ شاہی اطاعت گزار ملتے ہیں

داخل ہو گئے اور ان کا خطرہ قطعاً زائل ہو گیا۔ فیروز شاہ کے لشکر میں عام خوشی پیدا ہو گئی۔
لشکر گاہ کے ہر گرجے میں اہل لشکر اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر
کرنے لگے اور ہر فرد مطمئن ہو گیا۔ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ ٹھٹھہ سے روانہ ہو کر دہلی
واپس آئے۔

بادشاہ نے جام کے فرزند اور تمام جی برادر باہنچہ کو سندھ کی حکومت عطا فرمائی۔
فیروز شاہ نے ان کو خلعت و راتب عطا کئے اور جدید حاکمان ممالک
اُسی وقت چار لاکھ تنگے نقد بطور خدمت عطا کئے اور ہر سال چند لاکھ تنگے نقد اور
اسباب و سامان پیش کرنے کا وعدہ کیا۔

فیروز شاہ جام و باہنچہ اور ان کے خیل خانے کے ہمراہ دہلی واپس ہوا۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ جام و باہنچہ کو دربار خاص کے سامنے قیام کی اجازت
دی جائے اور فراخین، سائید، فراخ، حنا، غاس سے عطا ہو۔

بادشاہ نے ملک سیف الدین جو جو کو حکم دیا کہ جام و باہنچہ کو آئین سلطانی
کے مطابق آداب شاہی سکھائے اور ان کی نگہبانی کرے۔

مختصر یہ کہ جام و باہنچہ اپنے خیل خانے کو شہر شاہی میں لے آئے اور
کشتیوں میں سوار کرایا اور بادشاہ کا میاں بہادر اور دہلی واپس ہوا۔

ملک سیف الدین جو جو شاہی بریدت کے مطابق شیب و روزان کی
نگہبانی و خدمت میں آگیا تھا کہ روز یہ خبر ہوئی کہ باہنچہ کے فرزند رماشیہ اشہین جین
کشتی میں بہہ گئے و غرق ہو گئے۔ باہنچہ یہ خبر سن کر بہت افسانہ و مبالغہ کر کے دربار کی طرف دوڑا۔

ملک سیف الدین جو جو نے خیال کیا کہ شاید باہنچہ فاکر بنا چاہتا ہے اور
اس بہانے سے اپنے ملک کو واپس ہونے کا حاکم مند ہے۔

ملک سیف الدین جو جو کو فکر لاحق ہوئی اور اس امر نے اپنے فسر زد کو
بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ یہ خبر شہر ہوئی کہ باہنچہ اور اس کے
تالینین کی کشتی غرق ہو گئی اور باہنچہ اس خبر کو سن کر اہل دربار کی طرف چلا رہا ہے۔

اس خبر اور باہنچہ کی حرکت سے گمان ہو رہا ہے۔ اگر شاہی حکم ہو تو وہ
باہنچہ کو اپنی جگہ سے حرکت کرنے کا مانع ہو۔

بادشاہ نے قدرے تاخیر فرما کر ارشاد کیا کہ اپنے پدر کو ہدایت کر کہ وہ بھی ہانچہ کے ہمراہ رہے اور اگر دیکھے کہ ہانچہ کشتی میں سوار ہو کر اپنے وطن کو واپس ہو رہا ہے تو اس سے صرف یہ کہہ دے کہ اگر تو مرد ہے اور تہجد میں جبرأت موجود ہے تو قدم آگے بڑھا۔

اپنے پدر کو ہدایت کر وہ صرف یہ تقریر کر کے واپس ہوا اور ہانچہ کا مانع نہ ہوا اس کے بعد میں خود ہانچہ سے باز پرس کر لوں گا۔۔۔

مختصر یہ کہ جب تک ملک سیف الدین کا پسر بادشاہ کا پیغام پر رت تک پہنچائے ہانچہ کو معلوم ہو گیا کہ اس کے زان و فرزند کے عرق آسب ہونے کی خبر قطعاً غلط ہے اور اس کے اہل و عیال و نیز خدام قطعاً زندہ و سالمہ ہیں۔ ہانچہ یہ خبر سن کر لشکر کی طرف واپس ہوا۔

اس واقعے کو معرض تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ایسا مستقل مزاج فرماں روا تھا کہ ملک سیف الدین نے اپنے پسر کے واسطے سے ہانچہ کے متعلق اس درجہ تشویش انگیز خبر بادشاہ تک پہنچائی، لیکن فیروز شاہ کے قلب میں خطرہ نہ پیدا ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ایسا ہی صاحب تجربہ و بچہ کار فرما روا تھا کہ اس نے آئین فراست و جہانداری سے یہ حکم صادر فرمایا ورنہ دوسرے حکمران ایسی دشتناک خبر سن کر اس درجہ تھمل نہ کرتا۔

الغرض سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے متواتر کوچ کرنا ہوا دہلی واپس ہوا۔

خلائق شہر ڈھائی سال کے بعد بید خوشی و مسرت کے عالم میں اپنے مسکن کی طرف روانہ ہوئے۔

بادشاہ نے راہ سے ملتان کا قصد کیا اور اس اسلامی شہر میں پہنچ کر شاخ ملتان کی زیارت کی اور اہل شہر کو اپنے انعام و اکرام سے سرفراز و شاد فرمایا۔

بادشاہ نے دہلی میں فتح نامہ روانہ کیا اور دارالملک میں فتح نامہ پہنچنے کے بعد خلن جہاں وزیر نے جو اس مشورے کا منتظر تھا فرمان شاہی کی طرف دوڑا اور مجمع عام میں

شاہی فرمان کو بآواز بلند پڑھا۔
شہر دہلی میں اکیس روز کامل طبل شادی بجے اور تہنہ آراستہ کئے گئے۔
خان جہاں نے بچہ شان و شوکت کے ساتھ راجہ دیپال پور تک بادشاہ کا
استقبال کیا۔

سترھواں مقدمہ

خان جہاں کا شہر دیپال پور تک بادشاہ کا استقبال کرنا

روایت ہے کہ خان جہاں نے سفر کی تیاری کی اور دیپال پور تک بادشاہ کا
استقبال کیا۔ یہ وزیر بادشاہ کی ملازمت حاصل کر کے بچہ خوش ہوا اور شیمار پیشکش
فیروز شاہ کی خدمت میں گزارنے۔

سلطان فیروز شاہ نے ٹھٹھہ و گجرات کے تمام شہزادوں و مصائب کی تفصیل
خان جہاں سے بیان کی۔ اس موقع پر وزیر باتدبیر اسرار بیان کئے اور ہر شہزادہ و نکالیف
کی جو خلق و لشکر نے برداشت کئے اور قحط و بارانِ رحمت کی بہترین توصیہ فرمائی۔
خاتجہاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ چونکہ خدا کی رحمت اور اس کا فضل و کرم
حضرت کے شامل حال ہے اس لئے تمام تکالیف راحت سے بدل گئیں۔

ٹھٹھہ ایسا دشوار و مخالف ملک جو سلطان منوالدین سام کے عہد حکومت سے
تا انیدم کسی تاجہ اردہلی سے فتح نہ ہوا تھا۔ پروردگار کے فضل و کرم سے حضرت کے
قبضہ تصرف میں آیا۔

جو ملک سلطان علاء الدین خلجی ایسے فرماں رواست جو سلطانین روم و چین کا
ہمسہ تھا فتح نہ ہو سکا اور جس سرزمین کو بادو سالہائے سال کی کوشش کے حضرت
خدا انکھان مغفور سلطان محمد شاہ تغلق کا بھڑا لشکر زیرِ قہقہہ نہ کر سکا وہی مخالف ملک
بغیر تیغ زنی کے پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کے دستِ حق پرست پر
فتح کرایا۔

خداوند عالم اگر غور فرمائیں تو حضرت کا یہ کارنامہ کچھ کم قابل ستائش نہیں ہے۔
مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ اپنے فخر و لشکر کے ہمراہ شہر دیال پور سے روانہ
ہو کر دہلی پہنچا۔

تمام اہل شہر نے عمدہ و نفیس بیوقوف و لطیف ساز و سامان کے ساتھ بادشاہ
کا استقبال کیا۔

دہلی میں جتنے تیار کئے گئے اور شہر میں آرائش و عام خوشی منائی گئی اور تمام جانب
سے خلق تماشے کے لئے شہر میں جمع ہوئی۔

قبول کے سائے میں بیشمار نعمتیں انبار کر دی گئیں اور طعام و شراب و قبول
و میوہ و تر و خشک بکثرت ہتیا کئے گئے۔

ہر تماشائی خوان نعمت سے مستفید ہوا اور کسی شخص کو نمانت نہ تھی کہ ان اشیاء
سے مستفید نہ ہو۔

غرض کہ تمام عالم میں خوشی و اطمینان کا دور دورہ ہوا اور ہر مکان میں جشن کی مجلس
منعقد ہوئی۔

ظاہر ہے کہ غلاتی شہر شدید محنت و مشقت کے بعد اپنے مکان پہنچے تھے اور
اپنے احباب و اعترہ سے ملاقات کی تھی اس لئے ہر گھر میں دن عید رات شب برات کا
سایا نظر آتا تھا۔

جو اشخاص کہ کوئچی رن کے مصائب کو برداشت کر کے زندہ و خدہ دست
اپنے مکان پہنچے تھے ان کے گھر میں غلغلہ شادی بلند تھا اور جن غمراہ نے کہ اس
صحرائے جاں ستاں میں دنیا کو خیر باد کہا تھا ان کے مکانات میں شور و مہم برپا تھا۔
غرض کہ بعض مکانات میں سرود اور بعض میں گریہ و زاری کی مختلف صدائیں
بلند تھیں۔

فیروز شاہ نے یہ واقعات سنے اور آبدیدہ ہو کر خان جہاں سے فرمایا کہ جو شخص
کوئچی رن میں جاں بحق ہوئے ہیں اور ان کا مال و اسباب برباد ہوا ہے ان کے گھروں میں
صف ماتم بھیجی ہوئی ہے۔ اگر ٹھٹھ کا سفر نہ کیا جاسا تو مخلوق کو یہ روزیہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔
بادشاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ توئی اشخاص کی خواہ و رد و زینہ ان کے دربار پر

بحال رکھا جائے۔ ان ورثہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

بادشاہ نے بارودم کو کہہ ان کے حالات میرے رویہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جن اشخاص نے ہماری مخالفت کی ہے اور گجرات میں رقم لے کر دہلی فرار ہوئے ہیں اور ہم کو اس مصیبت کے عالم میں چھوڑ دیا ہے ان کا روزیہ اور مواضع بھی ان پر بحال رکھے جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ سے کسی شخص کو کسی قسم کا بھی سچ و تزار پہنچے۔ غرض کہ جام و بانجھ اپنے تمام خیل خانے کے ہمراہ شاہی رعب و داب سے متاثر دہلی میں وارد ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے متعلقین کو سرائے ملکہ کے متصل قیام کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ یہ اشخاص اطمینان کے ساتھ یہاں رہ سکیں۔

غرض کہ جام و بانجھ کے خیل خانے کو جائے قیام عطا ہوئی اور یہ گروہ جس محلے میں آباد ہوا وہ حصہ سرائے ملکہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

فیروز شاہ نے مبلغ دو لاکھ تنگہ بانجھ کے لئے اور اسی قدر رقم جام کے واسطے نقد خزانے سے بطور انعام خزانہ شاہی سے مقرر کی۔

علاوہ اس سالیانہ کے ہر روز اس قدر انعام از قسم پارچہ و دیگر اشیاء ان کو عطا ہونے لگیں کہ انہوں نے ٹھٹھہ کو قطعاً گوشہ دل سے فراموش کر دیا۔

در بار عام میں فیروز شاہ تخت شاہی پر جلوس کرتا اور جام و بانجھ جام خانہ میں جہاں سے فروز دست راست کی طرف جگہ پاتے تھے۔

مورخ عقیف انشاء اللہ ان کی درباری نشست کا حال بیان باریابی کے مقدمے میں تفصیل سے بیان کرے گا۔

اس کے علاوہ مولائے تمام خاندان و لوگ کے مراتب دربار کو شاہی حکم کے مطابق ان کے لئے تجویز کئے گئے تھے، نہایت شریح و مبسط کے ساتھ بدیہ ناظرین کرے گا۔

غرض کہ اس واقعے کو چند سال گزر گئے اور برادر بانجھ کئی تماچی نے بغاوت کی۔

فیروز شاہ نے جام کو اس کے مقابلے میں روانہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جام نے ٹھٹھہ پہنچ کر تماچی کو ملک سے باہر کر دیا۔

بانبھ دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ کے خدام میں داخل زندگی بسر کرتا رہا۔
اس درمیان میں سلطان تغلق شاہ حکمران ہوا اور بانبھ کو چتر سفید عطا کر کے
ٹھٹھہ روانہ کیا، لیکن بانبھ نے راہ میں وفات پائی۔

اٹھارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس آکر طاس گھڑیاں وضع کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت و نیز فہم و فراست سے
دہلی میں ایک نادر روزگار شے وضع فرمائی۔

ایک شے جس کو نادر روزگار کہہ سکتے ہیں، طاس گھڑیاں کی ایجاد ہے۔
یہ ایک ایسی یادگار ہے جو کسی فرماں روا کے صاحب اقتدار کو نصیب
نہ ہوئی، اس لئے کہ جس بادشاہ نے کوئی شے دنیا میں وضع کی، وہ امتداد زمانہ کی
وجہ سے جلد سے جلد معدوم ہو گئی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک تک چھ سلاطین الواعظ نے دنیا میں چھ یادگاریں چھوڑیں۔
کیو مرث نے کلاہ، حمشیر نے تیغ فرید دل، نے سریر، کیخسرو نے جام گیتی نما،
اسکندر نے آئینہ، حضرت سلیمان نے ہزارہی یادگار چھوڑی۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے بھی طاس گھڑیاں کو وضع کر کے خراسان سے بنگالہ
تک تمام ممالک میں اپنی یادگار چھوڑی۔

یہ چھ یادگاریں جو مذکورہ بالا چھ شہر یا ران ناموں نے دنیا میں چھوڑیں، ان میں سے
ہر یادگار سے صرف ایک ہی نفع مقصود تھا اور بیشتر وہ دنیاوی نفع تھا۔

فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت سے طاس گھڑیاں وضع کرنے میں جید
سمی و کوشش کی اور اگرچہ اس ایجاد سے بھی بظاہر دنیاوی نفع خیال کیا جاتا ہے
لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں آخرت کے فوائد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ

یہ مورخ حالات سلاطین یعنی شمس سراج عقیف مختصر آفات منافع بیان کرتا ہے۔
نفع اول یہ ہے کہ گھڑیال کے بجانے سے اُس کی آوازیں ازل عالم کے گوش تک
پہنچتی ہے اور انسان روز و شب کے گزرنے سے آگاہ ہوتا ہے۔

اہل غفلت کو اپنی عمر عزیز کے گزرنے کا علم ہوتا ہے اور حیات ناپائیدار کے
بیکار ضائع ہونے پر افسوس کرتے ہیں۔ دوسری نفع یہ ہے کہ جب ہوتا ریک
ہوتی ہے اور افق آسمان پر غبار آجاتا ہے تو غریب نمازی ظہر و عصر کا صبح وقت معلوم
نہیں کر سکتے اور اپنے قرائن و قیاس سے ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز
مغرب کے وقت ادا کرتے ہیں۔

اس عہد میں علماء و مشائخ کے گروہ میں بید اختلاف ہے اور ہر فرد نے اپنے
اجتہاد کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کی وجہ سے مختلف اقوال منقول ہیں۔

جبکہ اس قسم کے اوقات کا فرض نمازیوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو گھڑیال کی
آواز سنتے ہی ہر شخص آگاہ ہو جاتا ہے کہ اُس قدر دن گزر گیا اور کتنا باقی ہے اور اس طرح
نماز ظہر و عصر کے اوقات میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب صاحبان تہجد نماز کے لئے تیار ہوتے ہیں اور شب کا
پتہ نہیں چلتا تو اُس کو ادا کے نماز میں تردد ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ ہمارے سردار و قاسم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد
فرض تھی اور حضور کی سنت کے لئے سنت ہے۔

اگر کوئی ایماندار مسلم تہجد کا پابند ہوتا ہے جس کا وقت نصف شب
گزرنے کے بعد سے نماز کے آغاز تک ہے اور اُس کو اوقات شب کا علم نہیں ہوتا تو
اُس کو ادا کے صلوات میں تردد و شبہ ہوتا ہے، لیکن گھڑیال کی آواز سنتے ہی اس قسم کے
تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

چوتھی نفع یہ ہے کہ ہر مصلی کے لئے سایہ اس کی شناخت بید
ضروری ہے اور اس مسئلے میں علماء کے درمیان بید اختلاف ہے بلکہ بعض علماء
کا قول ہے کہ کامل دانشمند وہ شخص ہے جو چودہ علوم کا ماہر ہو اور ان چار دہ علوم
میں ایک علم بخیر بھی ہے جس کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذموم قرار دے کر

اس کی تعلیم۔ یہی امت کو منع فرمایا ہے جس بنا پر علمائے بھی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے۔
 سنا یہ اصلی ہر ماہ شمسی میں گھنٹہ بڑھتا رہتا ہے اس لئے کہ ایک زمانے میں
 دن بڑھتا ہے اور رات بھٹتی اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ رات بڑی ہو جاتی ہے
 اور دن چھوٹا۔

سال میں ایک قدم سے لے کر ساڑھے دس قدم تک شب و روز سائے
 میں تفاوت ہوتا رہتا ہے اور یہ فرق سوا عالم ربانی کے دوسرے شخص نہیں جانتا۔
 طاس گھڑیاں کے وضع کرنے سے پاس اور گھڑی کی معرفت کے لئے جدید
 لیکن قوانین بنائے جاتے ہیں اور جب پاس مرتب ہو جاتا ہے تو بار ایک میں حکم
 کے قول کے مطابق آخری طاس پر بچھ جاتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر
 پاس اُس روز پائی جاتی ہیں تو اُسی مقدار میں پاس گزرنے کے بعد روزانہ گھنٹہ
 بجاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آفتاب اس ہینہ میں کس برج میں ہے اور سنا یہ اصلی اس
 ہینہ میں ظلال برج سے متعلق ہے اور اس قدر قدم کا تفاوت ہے
 ایسی حالت میں علوم نجوم کی حاجت نہیں ہوتی اور انسان اس ممنوع علم کی
 تحصیل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

پانچواں نفع یہ ہے کہ جب روزہ دار ماہ مبارک رمضان میں روزہ
 رکھتے ہیں اور خدا کی قدرت سے نماز شام کے وقت ہوتا ایک ہوتی ہے اور
 اہل صوم یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز مغرب کا وقت آ گیا۔
 اہل صوم اپنے اس خیال پر روزہ افطار کر دیتے ہیں لیکن جب ہوا صاف
 ہو جاتی ہے اور آفتاب نمودار ہو جاتا ہے تو غریب روزہ داروں کو معلوم ہوتا ہے
 کہ اُن کا روزہ ٹوٹ گیا۔

علمائے شریعت و مشائخ طہارت میں اس مسئلے میں حید اختلاف ہے
 ہر شخص نے اپنے اجتہاد کے مطابق حکم دیا ہے جس کی وجہ سے غریب روزہ دار
 قیل و قال میں گرفتار ہیں لیکن طاس گھڑیاں وضع کرنے کے بعد علمائے اختلاف
 اور روزہ داروں کا اضطراب قطعاً رفع ہو گیا اور اہل صوم گھڑیاں کی آواز سن کر
 روزہ افطار کرتے ہیں۔

چھٹی منفعیت یہ ہے کہ جب روزہ دار سحری کے لئے اٹھتے ہیں اور سحر کھانے کے بعد جب ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سپید صبح نمودار ہو گیا ہے تو ان کو اپنے صوم میں شبہ واقع ہوتا ہے، لیکن جب طاس گھڑیال کی آواز ان کے کانوں تک پہنچتی ہے تو ان کو یقینہ شب کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور اگر شب باقی ہے تو سحر کرنے میں ورنہ بغیر سحری کے روزے کی نیت کر لیتے ہیں۔

ساتواں نفع یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ ارادہ کرتا ہے کہ ثلث شب گزرنے کے بعد نماز عشاء ادا کرے جو مستحب طریقہ ہے۔ تو اگر یہ شخص بیدار ہو اور اس کے خیال میں شب باقی نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس شخص کو ترید ہوتا ہے، لیکن طاس گھڑیال کی آواز سن کر یہ تردد و رفع ہو جاتا ہے۔

غرض کہ دفع طاس کے یہ سات نفع معرض تحریر میں لائے گئے۔ اگر اس کا خیر کے تمام فوائد سے بحث کی جائے تو یہ بیان حیدر طویل ہو جائے گا۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا چھ یادگاروں سے صرف دنیاوی فائدہ مقصود تھا لیکن طاس گھڑیال کے وضع کرنے سے دنیاوی نفع کے علاوہ دینی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ غرض کہ سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ کی ہم سے واپس ہو کر دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے ملک کے انتظام کی طرف توجہ فرمائی۔

بادشاہ نے چند روز بارگاہ شاہی کے نجومیوں سے طاس گھڑیال کی بابت گفتگو کی اور یہ نادر روزگار شے وجود میں آئی۔

بے شمار داشت گمہ یال کا تماشا دیکھنے کے لیے فیروز آباد میں جمع ہوئی اور اس عجوبہ روزگار سے کو دیکھ کر شہر میں محو حیرت ہوا۔

جو ان وضعیہ مردہ عورت غرض ہر سن و سال کے تماشائی اس نادر روزگار ایجاد کو دیکھنے شہر میں جمع ہوئے۔

طاس گھڑیال کو شک فیروز آباد کے اوپر نصب کیا گیا اور اس کی عظمت و بزرگی اس حد کو پہنچ گئی کہ خلقت خدا اس کا تماشا دیکھنے جمع ہوئی اور یہ عجوبہ شے علامات شاہی و سکھ حکمرانی میں داخل ہو گئی۔ یہ سکھ اس لازمہ عظمت سے مراد ہے جس کا اطلاق صرف بادشاہوں پر کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ یہ دستور قرار پایا کہ سلاطین روزگار کے دربار کے دربار

ہمیشہ گھڑیاں بجا کرے۔

چوتھی قسم

فیروز شاہ کا جنگ و جدال کی ہمت سے
کنارہ کش ہونا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا

اٹھارہ مقدمات۔

مقدمہ اول

بادشاہ کا ہمت جنگ سے کنارہ کش ہونا

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے جبر پوریدہ خدا فرما کر، تمام اہل میں
قیام اختیار کیا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس درمیان میں ملابار سے قاصد
حاضر ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد کی۔ اس قاصدوں نے فیروز شاہ
سے عرض کیا کہ ملک ملابار میں حسن کا گنگوہی خنجر ہے اور ہم بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد دینی
کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

واضع ہو کہ خدا ایگان مغفور سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد فیروز شاہ
تحت نشیں ہوا اور فرامین شاہی ملابار روانہ کئے گئے۔

اہل ملابار نے فرامین شاہی پر توجہ نہ کی اور بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کر کے
بلا اتفاق حسن کا گنگوہی کو ملابار کا حکمران تسلیم کیا اور فیروز شاہ اور اس کے انتظام کو نظر انداز کیا۔
حسن کا گنگوہی ملابار میں حکمران تھا تمام افعال جمیع کا عطا کرتا تھا۔ کرتا تھا۔ چنانچہ
معتبر اشخاص نے مورخ عقینف سے بیان کیا ہے کہ حسن کا گنگوہی بار بار ملابار میں جو راست کا

لباس پہنتا اور ہاتھ اور گردن میں عورات کی طرح زیب و زینت کر کے امروان ملک سے فعل قبیح کرتا۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس فعل شنیع سے معذور رکھے۔ مختصر یہ کہ حسن کا نگہ نے لہار میں یہ حرکات اختیار کئے اور اہل ملک اُس سے قطعاً بیزار ہو گئے۔

پکن (دیکھیں) منفہ حوالی لہار کا باشندہ تھا، یہ شخص حیران شکر اور فیضان جنگی کے ہمراہ لہار میں داخل ہوا اور اُس نے حسن کا نگہ کو زندہ گرفتار کر لیا۔

اس شخص نے حسن کا نگہ کو گرفتار کر کے تمام شہر کو جو مسلمانوں کا مسکن تھا، خراب و دیران کیا بلکہ مسلمان عورات ہندوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔

الغرض اہل لہار نے تمام واقعات فیروز شاہ سے بیان کئے اور بادشاہ نے جواب دیا کہ ابتدا میں تم نے میرے مقابلے میں بناوت کی۔

جب عند ایگان منفہ سلطان خد تعلق نے دنات پائی تو میں نے فرمان اطاعت تمہارے نام صادر کیا، لیکن تم نے میری اطاعت قبول نہ کر کے دولت آباد کی راہ لی، اور حسن کا نگہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔

حسن کا نگہ سے افعال بیع صادر ہوئے اور اس طرح خد کا قہر تم پر نازل ہوا اور اہل کفر نے غلبہ پا کر تم کو زیر و زبر کر دیا۔

اب تم مضطرب ہو کر میری بارگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہو گئے ہو اور صورت حال یہ ہے کہ میں اور میرا تمام لشکر متواتر سفر کی وجہ سے بوجہ خستہ و ماندہ ہے۔

چند روز میرا لشکر شہر میں قیام کر کے آرام کرے گا اور اس کے بعد اگر حیات باقی اور خدا کا فضل و کرم شامل حال ہے تو اس نواح کا رخ کیا جائے گا۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ صاحب فہم و فراست تھا کہ اُس نے یہ معلوم کر کے کہ لشکر کشاہی خستہ و ماندہ ہے اور چند مہم سر چکا ہے، لہار کا سفر گوارا نہ کیا۔

غرض کہ فیروز شاہ نے قاصدوں کو مہذرت کے ساتھ واپس کر دیا اور خود بدولت ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ نے بھی خواہ وزیر سے

خلعت میں مہارت ملک کی بابت مشورہ کیا اور خان جہاں کو اپنے راز دل سے آگاہ کر کے فرمایا کہ میں اس فکریں گرفتار ہوں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ دولت آباد کا سفر کروں۔

بادشاہ نے خان جہاں سے دولت آباد کے سفر کا ذکر کیا اور کہا کہ اگرچہ مسیحی دلی خواہش یہی ہے کہ میں سفر کروں لیکن خلعت و لشکر کے ضعف کی وجہ سے مجھے کوپس پیش ہے۔ حکمران طبقہ لشکر کشی کرنے اور ممالک کو فتح کرنے کا بیحد عرصہ ہوتا ہے اور اس امر میں انتہائی کوشش بھی کرتا ہے۔ لیکن قدیم زمانہ اب گزر گیا اور اب جدید زمانے نے نیا دور پیش کیا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر روز دو سو سال میں کوتاہ ہے۔ اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ ملک و فرمانروائی سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک شے یہ ہے کہ رعایا کی پرورش اور ملک کا انتظام کیا جائے اور اہل اسلام اہل سنت کے ساتھ ہمہ دلی برتی جائے اور دشمنوں کو مطمئن اور مایوں کو امان عطا کیا جائے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ کفار و مشرکوں کو تباہ و برباد کیا جائے اور ممالک کے فتح کرنے میں حد سے زیادہ کوشش کی جائے۔ خدا کا لشکر ہے کہ حضرت کے عہد حکومت میں رعایا کی پرورش، ملک کا انتظام، علاقوں کی محافظت و نیز تمام امور ایسے اعلیٰ و عمدہ طور پر انجام پائے ہیں کہ اس کی نظیر کسی سابق فرمانروا کے کارناموں میں نظر نہیں آتی۔

اس کے علاوہ خدا کے فضل و کرم سے دشمنان اسلام کی تباہی و بربادی بھی ایسے اس عہد مبارک میں ہوئی ہے کہ اب شاہی لشکر اس قدر تازہ دم و قوی ہے کہ خود بادشاہ کو کسی ملک پر لشکر کشی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب کبھی کہ دشمنان اسلام کسی مقام پر فتنہ و فساد برپا کریں تو حضرت کے جاں نثار و قابل اعتماد بندہ درگاہ کو اس فساد کے مٹانے کے لئے نامزد فرمادیتا کہ دیگر فتنہ انگیز افراد اس سے عبرت حاصل کریں۔

دہلی کے جوار میں اکثر ممالک ایسے ہیں جہاں اہل اسلام باد و حکمران میں اظہار ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے میں ایک فائدہ ہے اور دس نقصان۔ دس نقصانات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) فوج کا جو قدم کہ مسلمانوں کی طرف بڑھتا ہے اور اہل اسلام کی ایذا رسانی کی

جو کوشش کہ لشکر کے سپاہی کرتے ہیں اس کا تمام گناہ خود فرمانروا کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

(۲) بیت المال مسلمانوں کو قوت پہنچانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے نہ اس لئے کہ اس کے صرف سے اہل اسلام کو تباہ و برباد کیا جائے۔

تیسرے یہ کہ کئی ہزار مسلمان نیک کردار بلا کسی سبب کے محنت و مشقت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ انسان کی عزیز عمر اور اس کا قیمتی وقت بیکار گزرتا ہے اور ہر دم و قدم پر اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ اگر ملک فتح ہو جاتا ہے تو ہزار عورت اس طرح طرح ذلیل و رسوا ہوتی ہیں۔

چھٹے یہ کہ غیر مشروع و خراب مال بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔

ساتویں یہ کہ دیگر سلاطین کو اہل اسلام سے جنگ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔

آٹھویں یہ کہ اس قسم کے افعال خوش خصال مسلمانوں کے درمیان پسندیدہ نہیں خیال کئے جاتے۔

نویں یہ کہ محض ایک فضول امر کے لئے کئی ہزار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کل قیامت کے روز ہر شخص کا جدا گانہ جواب دینا ہو گا۔

دسویں یہ کہ میدان حشر میں شفیع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہایت ویشیائی حاصل ہوگی۔

اس موقع پر وزیر بندہ کور نے عرض کیا کہ بندہ درگاہ کے خیال ناقص میں جو آیا عرض کر دیا۔

فدوی نے مختصر طور پر یہ دس گناہ حضور سے عرض کئے۔ ان کے علاوہ اگر اہل اسلام کی دیگر کمزوریوں اور نقصانات سے بحث کی جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

ایک فائدہ جو فدوی نے عرض کیا وہ یہ ہے کہ تمام عالم میں جیسے ضرور مشہور ہو جائے گی کہ فلاں بادشاہ نے اہل اسلام کو جبر و قہر سے اپنا فرمایا بردار بن لیا

اور چند مسلمانوں کو جو اس ملک میں قیام تھے زیر و زبر کر دیا۔
ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہر و غلبہ سے عند اللہ کسی قسم کا اجر و فائدہ نہیں ہے اور
نقصان بیشمار ہے اور ہزاروں افراد دشمن ہو جاتے ہیں۔
صاحبان فہم و فراست صرف دنیاوی شہرت کی خاطر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں
مردود و عاصی نہیں شمار کر سکتا۔

خان جہاں نے یہ واقعہ فیروز شاہ سے بیان کیا اور وزیر کی تقریر حضرت شاہ کو
بیدار پندائی۔

فیروز شاہ اپنے ارادے پر پید پشیمان ہوا اور پشیمان ہو کر کہا کہ تمہاری تقریر
قواعد جہاں بانی و اساس سلطانی پر مبنی ہے۔
بادشاہ نے اس واقعہ کے بعد قطعاً فرمایا کہ اہل اسلام پر شکر کشی نہ کرے گا۔
جس قدر افراد کہ بارگاہ شاہی میں حاضر تھے انہوں نے زمین بوس ہو کر بادشاہ کو دعا دی۔
اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ ظاہر ہے کہ جو شخص مسلمان ہو گا اس کو غم اعمال
کیونکر نہ ہو گا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ دنیاؤں میں بیچ ہے اگر انسان دنیا سے بائیس اٹھا تو
سبحان اللہ اس کے تمام افعال و کردار اس کے خیالات و آثار نحوہ پند یہ خیال
کئے جائیں گے۔

سبحان اللہ ایسے دیندار بادشاہ اور ایسے نادر و نادر گار وزیر کی تعریف کی جائے۔
مختصر کہ فیروز شاہ نے جو مقرب درگاہ الہی تھا، چالیس سال حکمرانی کی اور اہل اسلام
کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا غلاموں کو جمع کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے بنہ کان و گاہ کے جمع کرنے میں جید کوشش کیا۔

بادشاہ نے اس معاملے میں اس قدر سعی و کوشش کی کہ ہر جاگیردار و عامل کے نام ایک فرمان اس مضمون کا جاری فرمایا کہ اس نظام پر جہاں کہ آئین شاہی کے مطابق غارتگری کی جائے وہاں اسیروں کا انتخاب کیا جائے اور جو افراد کہ بارگاہ شاہی میں خدمت کرنے کے قابل ہوں ان کے حضور میں روانہ فرمایا جائے۔ ناظروں کو معلوم ہے کہ جس امر میں شاہان اولو العزم کوشش فرماتے ہیں وہ کس درجہ کامیاب و بار آور ہوتا ہے غرض کہ ہر جاگیردار جو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا اپنی حیثیت کے مطابق حیدہ و خوبصورت غلام بادشاہ کے حضور میں پیش کرنا تھا۔

جاگیرداران فتوح، خوبصورت غلاموں کو پاکیزہ لباس و کپاہ پہنا کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے تھے۔ یہ غلام علاوہ اس کے عمدہ موزے پہنے ہوئے ستار اور کمر خدمت باندھے جھنڈے میں پیش ہوتے تھے۔ یہ عام قاعدہ تھا کہ جاگیردار ہر سال فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس بیان تازہ و تری و بے شمار فیضانِ تنومند اور انواع و اقسام کے پارچہ جاست اور زرد و قمر کے فروغ و اور ہتھیار و شتر و خچر وغیرہ ہر شے کثرت سے اپنے ہموار لاتے اور بعض ہتھیار اور بعض بیابان اور بعض تیل اور بعض دس اقسام کے نادر اشیاء بادشاہ کے لاشعریں پیش کرتے تھے۔

ان اشیاء کے علاوہ جاگیردار غلام بھی لاتے اور فیروز شاہ نے حکم دیا تھا کہ صاحبانِ مقلعہ جس قدر بہتکان خدمت پیش کریں ان کی قیمت ادا کی جائے اور اس کو معاوضے میں یہ رقم محصول میں جبری دی جائے۔ بلکہ بے قیاس خدمت کا قاعدہ خود سلطان فیروز شاہ نے وضع کیا تھا اسلحا طین قدیم کے زمانے میں یہ دستور تھا۔

ہر جاگیردار قدیم زمانے میں اپنی جاگیر سے حاضر ہوا اور جو کچھ اس کی قدرت ہوتی وہ لے کر بادشاہ کے حضور میں آتا لیکن یہ رقم محصول میں وضع نہ ہوتی تھی۔

فیروز شاہ کا دور حکومت آیا اور بادشاہ نے فرمایا کہ اب مالی مقلعہ کے اخراجات پیشا میں اس گروہ کو رقم خدمتی عادت کر دینا بہتر ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر صاحبِ مقلعہ جو اپنی جاگیر سے حاضر ہو اور اپنے خدمتگاہ کے اخراجات و ترانہ کے لیے ہر سال ہر جاگیردار کی قیمت محال شاہی میں جبری کر دی جائے تاکہ جاگیردار کی خدمت کا قاعدہ قائم رہے اور ہر جاگیردار اپنی مقلعہ کے قابل اشیاء

حضور میں پیش کر سکے۔ غرض کہ چالیس سال کا یہ قاعدہ جاری رہا۔
منصوبہ کہ فیروز شاہ ہر اس امیر پر جو بندگان خدمتی زیادہ پیش کرتا، سجدہ نوازش
فرماتا اور جو جاگیر دار کہ ان بندگان پیشگی تعداد میں کمی کرتا، اس پر اسی لحاظ سے عنایت
مبذول فرماتا۔

اس طور پر تمام مالی مقاطعات کو طرہ بیکار بادشاہ کو بندگان خدمتی فراہم کرنے کا
بجود شوق ہے۔ تمام جاگیر داروں نے اس کام کو تمام امور خدمت پر مقدم خیال کیا
اور چند سال میں بادشاہ نیک خصال کی سعی و کوشش سے اس قدر بندگان خدمتی
جمع ہو گئے کہ ان کا اندازہ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بندگان خدمت بکثرت جمع ہو گئے ہیں اور اس نے بعض کو
شہرستان اور بعض کو دیال پور اور بعض کو سالانہ اور بعض کو گجرات وغیرہ ہر حصہ ملک
میں سکونت کا حکم دیا۔

بادشاہ نے ان بندگان خدمت کی پرورش کے لئے دغائف مقرر کئے
اور بعض افراد کے لئے اسی حصہ ملک میں جاگیر مقرر کر دی۔

دوسرے افراد جو شہر میں مقیم تھے ان کی آمد و نحوہ مقرر کی اور ہر شخص کا
مشاہرہ معین کر دیا۔

بادشاہ نے بعض افراد کو سوا اور بعض کو پچاس اور بعض کو پچیس اور بعض کو بیس
اور بعض کو بیس "تھکے" ماہوار عطا فرمائے اور کسی شخص کو تنخواہ دس "تھکے" سے کم نہ تھی۔
ان بندگان بادشاہی کو چھ یا چار یا تین ماہ کے بعد رقم نقد خزانہ سرکار سے
عطا ہوتی تھی۔

ان بندگان شاہی میں بعض نے حفظ کلام اللہ اور بعض نے دیگر علوم دینیہ کی
تحصیل شروع کر دی اور بعض ہندوستان سے ہجرت کر کے شاہی حکم کے مطابق
کوعبہ اللہ چلے گئے اور بعض اشخاص حرفت و صنعت کے کارناموں میں تعلیم کے لئے
مقرر کئے گئے اور اس طرح تقریباً ہزار ہندوستان (ادشاہی مختلف صنعت و حرفت
میں لگادئے گئے۔

ان کے علاوہ چالیس ہزار ہندوستان شاہی روزانہ نوبت سواری و خانہ میں حاضر

رہتے تھے اور اس طرح تلہ ایک لاکھ اسی ہزار بندگان فیروز شاہی شہر و اقطاعات میں جمع ہو گئے۔
فیروز شاہ ان بندگان دولت کی راحت و آرام و ہر شے کا خاص انتظام کرتا تھا
چنانچہ ان کی بیج و دنیا و اس قدر مضبوط ہو گئی کہ حد بیان سے باہر ہے۔
بادشاہ اس گروہ کی پرورش و پرداخت کو اپنے اوپر واجب خیال کرتا تھا
اور شاہی توجہ سے اس سلسلے کو ایسا مستحکم کیا کہ بندگان بادشاہی کے معاملات
سلطنت کے کاروبار سے قطعاً علیحدہ ہو گئے۔

ان بندگان بادشاہی کے عرصہ دار و مجموعہ دار و خزانہ دار و دیوان و چاؤش
و غوری و نائب چاؤش و غری علیحدہ مقرر کئے گئے۔

غرض کہ دیوان بندگان دیوان وزارت سے یکلی جدا قرار پائے۔
جب کبھی بادشاہ سواری کرتا تو بندگان تیر انداز صف بستہ بادشاہ کے
آگے آگے چلتے تھے۔ ان کے علاوہ بندگان متبع دار و بندگان اور د اور بعض
بندگان ہزارہ اسپان تازی و ترکی پر سوار اور بندگان ماسطہ گاؤ میش پر سوار بادشاہ کے
عقب میں چلتے تھے۔

غرض کہ اس طرح ہزار بندگان بادشاہی جمع ہو گئے اور اس حد تک تربیت پہنچی کہ تمام
انوار خانہ خاص میں ان کا تقرب ہو گیا۔ چنانچہ آبدار و شہر ابدار و جامدار و مطہج و عطہ دار
و طشت دار و چتر دار و شمع دار و پردہ دار و جامدار و سلاحدار و شکوہ دار و یوزبان و سیہ گوش دار
کابل۔ ان و ستر بند و خاصہ دار و دار و دار و سنگتراش و خاصہ دار و سقہ و غیرہ و دیگر اہل نملہ کل
درون و نکل خانہ و غیرہ میں ہی بندگان بادشاہی مقرر کر دئے گئے۔

اس کے علاوہ تربیت پاس و ترنگ و چوکی سفری و حضری میں بھی انہی کا تقرب ہو گیا۔
بندگان قرآن خوانان کتاب خانہ و علم خانہ و گھر لیلی خانہ میں متعین کئے گئے۔
دو دین و نیز دیوان عرض و دیوان وزارت میں بھی ان کا تقرب ہوا اور بعض
بندگان بادشاہی مہرستان و دیگر دار و شہرستان مقرر کئے گئے۔

غرض کہ کوئی مقام بندگان فیروز شاہی سے سالی نہ رہا اور حقیقت یہ ہے کہ دہلی میں کسی فرمانروا
نے اس قدر بندگان دولت جمع کئے کہ ترقی نہ پائی تھی۔

سلطان علاء الدین محمود نے تقریباً چالیس ہزار پروردگان نعمت جمع کئے تھے اور اس

گروہ میں بشیر و مبشر بھی تھے، لیکن علانی دور کے بعد خدا کی حکمت سے کسی بادشاہ کو بندگان شاہی جمع کرنے کی طرف توجہ نہ ہوئی۔

سبحان اللہ چونکہ روز ازل خداوند تعالیٰ نے یہ مقدر فرما دیا تھا کہ چند سال یعنی سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد گروہ اہل اسلام میں جنگ و جدال کا بازار گرم ہوا اور یہ امر انہی بندگان شاہی کے واسطے ظہور پذیر ہوا اس لئے پروردگار عالم نے فیروز شاہ کو بندگان شاہی کے جمع کرنے پر متوجہ کیا۔

بادشاہ نے پچاس سال کا کل بندگان دولت کو جمع کیا اور چونکہ پروردگار عالم کی مشیت و تقدیر کا ظہور ضروری و ناگزیر ہے۔ فیروز شاہ نے بندگان بادشاہی کا جمع کرنا بھی اپنے فرائض سلطنت میں خیال کیا اور اس امر میں دل و جان سے سعی و کوشش کی یہاں تک کہ اہل مقطع بندگان بادشاہ کے حضور پیش کش کرتے اور فیروز شاہ اُن کو بعض امرا و لوگ کیسے سپرد کر دیا تاکہ اُن کو تعلیم دی جائے۔

امرا ان بندگان شاہی کو اپنے فرزند کی طرح پالتے اور اُن کے خور و نوش و لباس وغیرہ کا کافی انتظام کرتے اور بچہ ہمدردی کے ساتھ اُن کو تعلیم دلاتے اور ہنر سکھاتے تھے۔

امرا نے دربار بندگان بادشاہی کی پرورش و پرورش کرتے اور ان کو علم و ادب میں طاق کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے اور بادشاہ ان امر پر بعد سے زیادہ نوازش فرماتا۔ یہ امر اس حد کو پہنچ گیا کہ بادشاہ کی سعی و کوشش انتہائی نے بیشتر بندگان شاہی کو جمع کر دیا اور آخر کار اس گروہ نے جگر گوشگان بادشاہ کے سر تسلیم کر کے دربار کے سامنے آویزاں کئے، جیسا کہ سلطان محمد فیروز شاہ کے مقدمہ ذکر میں معروض تحریر میں آئے گا۔

تیسرا مقدمہ

خلیفہ کا خلعت، ہندوستان آنا

نقل ہے کہ جس طرح حضرت خلیفہ بغداد نے سلطان مرحوم محمد تغلق کے لئے حجامہ روانہ فرمایا تھا اسی طرح سلطان فیروز شاہ کے لئے بھی خلعت حکومت روانہ کیا، لیکن فرق یہ ہے کہ

حضرت خلیفہ نے خود سلطان عمر کے معروضے پر خلعت روانہ فرمایا تھا اور سلطان فیروز کو بلا کسی تحریک کے اس اعزاز دینی سے سرفراز فرمایا جس کا مورخ عنیف سلطان محمد تغلق کے ذکر میں ہدیہ ناظرین کر چکا ہے۔ بلکہ حضرت خلیفہ نے فیروز شاہ کے لئے علاوہ خلعت کے چند مراتب عتوت مریدی روانہ فرمائے۔

خلیفہ کی بارگاہ سے ہر بار تین خلعت آتے تھے، ایک سلطان فیروز شاہ کے لئے اور ایک شاہنشاہ فتح خاں اور ایک خانجہاں کے لئے۔

مختصر یہ کہ خلیفہ کی بارگاہ سے خلعت آتا اور بادشاہ اس کا استقبالیہ کیا کرتا تھا اور خلعت کو دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر انگوٹھوں سے لٹکاتا اور سر پر رکھتا۔

اس تعلیم کے بعد بادشاہ منظر عام پر کبہ و مہبہ کے رویہ و خلیفہ زما فی ابن عمر ابن رحمان و امام دارث ملک اماماں ابو القمح ابی بکر بن ابی الرح سیلانی خلد اللہ ملکہ کا خلعت زیب بدن کرتا۔ منشور حکومت جس میں فیروز شاہ کو حکمرانی کرنے کی قطعی اجازت دی گئی تھی اور جس میں خلیفہ نے بادشاہ کو سید السلاطین کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا، پیش ہوا اور بادشاہ نے جیو تعمیل کے ساتھ آگے بڑھ کر قدم اٹھایا اور فرمان کو آنکھوں سے لٹکا کر تادیب اپنے سر پر رکھا اور بعد کو یہ آواز بلند پڑھا۔ بادشاہ تہہ کی طرف دایس ہوا اور حجاب بارگاہ نے صدا بلند کی اور فیروز شاہ نے خلیفہ کے قاصدوں سے معانقہ و مصافحہ کیا اور ہر شخص کے ساتھ تعلیم و تکریم سے پیش آیا۔

بادشاہ نے ہر فرد کی پرسش احوال کی اور اس کے بعد شاہنشاہ فتح خاں کو خلعت خلافت پہنا کر خان جہاں کو بھی اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ نے جامہ ہر گروہ میں سے ہر فرد کو اس کی حیثیت کے مطابق خلعت عطا فرمائے اور اس کے بعد تمام خاندان و ملک کو بھی جامہ دار خانہ خاص سے جامہ ملے خلعت عنایت کئے۔

اس روز بادشاہ نے تمام غلامان کے رویہ و جشن عام کر کے ہر شخص کو نوازش شامانہ سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ خلعت خلافت کو بھی تعلیم و تکریم سے پہنچا اور ان جامے کو تبرکاً جامہ دار خانہ میں رکھوا دیا تھا۔ بادشاہ نے ان نشان ملے مراتب کو بھی قطعاً خاص میں محفوظ کرادیا۔

چونکہ سلطان فیروز شاہ نے جو بیٹی خود ستائی سے قطع نظر کر کے محض خدا پر بھروسہ کیا اور اپنے دل میں اس امر کا یقین کر کے کہ میری حیثیت یہ نہیں ہے کہ میں خود اپنے لئے جائز خلافت کی درخواست کروں قطعاً خاموش رہا۔ اس لئے خداوند کریم نے محض اپنے لطف و کرم سے اس کو اس عزت سے سرفراز فرمایا۔

سبحان اللہ جس زمانے میں کہ ہمارے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خواب میں وحی سے سرفراز فرمایا۔

ہر بار ملک مقرب خواب میں حضرت سے عرض کرتا کہ تم خدا کے رسول بنو اور ہر مرتبہ حضرت کو اس منصبِ عظیم کی بشارت دیتا تھا۔

اس موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے چھ ماہ خواب میں منصب نبوت کی بشارت سنی، لیکن اس پر کبھی اپنے کو اس منصب کا اہل نہ خیال کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے میں علما کو اختلاف ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ خواب نبوت کا چھیا الیسواں جزو ہے اس لئے کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد چھ ماہ کامل خواب میں بشارت وحی ہوئی رہی اور اس لئے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خواب نبوت کا چھیا الیسواں جزو ہے۔

اس زمانے کے بعد حضرت پر بیداری میں وحی آنے لگی، جیسا کہ اس کا تمام فقہ تفاسیر میں مرقوم ہے اور تمام کتابوں میں منقول ہے۔

چونکہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نبی سے کنارہ کشی فرمائی، اس لئے خدا نے برتر نے حضرت کو اپنے انعامات و کرم سے سرفراز و مالا مال فرمایا اور حضرت کو خاتم الانبیاء قرار دے کر اپنا مقرب ترین بندہ بنا دیا۔

اسی طرح چونکہ سلطان فیروز شاہ نے جو ہر طرح کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی فطرت میں انبیاء و اولیاء کے خصائص و دویات فرمائے تھے غایت بزرگی کی وجہ سے خود نبی سے قطع نظر کی اور غلیفہ کی بارگاہ میں اپنے لئے خود جائز حکومت کی درخواست نہ کی، اس لئے خدا نے برتر نے اس کو حیب سے جا مسم عطا فرما کر بادشاہ کو ختم سلاطین قرار دیا۔

چوتھا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا محل بارجا میں جلوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے تین محل بارجا مقرر کئے تھے۔ ایک محل محلین کے نام سے مشہور تھا جس کو محل ڈاک بھی کہتے تھے جس کے معنی محل انگور کے ہیں۔ محل دوم محل چھوچو ہیں اور محل سوم محل بارعام کے ناموں سے موسوم تھے۔ محل سوم محل میاں گئی بھی مشہور تھا۔

محل بارجا محلین وہ قصر شاہی تھا جہاں کہ تمام خاندان و ملوک و امرا و معارف اور بعض اہل قلم اپنے مراتب کے موافق بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔

محل چھوچو میں ان خاص خواص کے لئے مخصوص تھا۔ اور محل سوم یعنی قصر میاں گئی خاص دعام ہر شخص کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

موسم خ عصف محل محلین کے حالات مقتدے میں ہدیہ ناظرین کر چکا ہے اور محل محلین کے جملہ احوال حشرانے شب برات و عیدین و نوروز و ایام مسیز بانی و ملاقات قاصدان اطراف کے ذکر میں معرض بیان میں آچکا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ شہر دہلی سے منتقل ہو کر فیروز آباد میں مقیم تھا، بادشاہ جب کبھی محل بارجا میں جلوس کرنے کا ارادہ کرتا تو دو یا تین روز کے بعد عبادات و قرأت قرآن سے فارغ ہو کر چند سورے کلام اللہ کے تلاوت فرماتا۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ خوش اوقات فرمانروا تھا۔ بادشاہ چھ سورے روزانہ تلاوت فرماتا اور جمعے کے روز سورہ کہف اور شب جمعہ کے سورہ طہ تلاوت فرماتا۔

فیروز شاہ روزانہ چند پارے کلام اللہ کے پڑھتا اور معمولی اور ادب و وظائف میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہوتا تھا۔

بادشاہ کا عقیدہ اس قدر پختہ تھا کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں کہ اسم اعظم اُس کی

زبان پر آتا تو غایت ذوق و شوق میں اُس جگہ کو بوسہ دیتا اور آنکھوں سے ملتا تھا اور یہ طریقہ گریا اپنے لئے واجب خیال کرتا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کی عبادت کے بعد ملازمین بادشاہی تخت کو آراستہ کرتے اور اول بادشاہ خود شریف لاتا اور تخت سلطنت پر بیکوس کرتا۔

بادشاہ کے بعد سرپرہ داران خاص و عہدہ دار حاضر ہوتے اور بادشاہ کے حضور میں آداب و محرمی بجالاتے اور آگے بڑھ کر عرض کرتے کہ حاضرین بارگاہ کے سلام و مجرب کی بابت کیا ارشاد ہے۔ بادشاہ حکم دیتا کہ مخلوق کو سلام کے لئے حاضر کرو اور سرپرہ داران خاص اول حجاب کو حاضر بارگاہ ہونے کی اجازت عطا کرتے اور اس کے بعد بندگان مقصد دار زیریں و فہرئی سپرہاتھ میں لئے ہوئے حاضر ہوتے۔

ان کے بعد دیوان رسالت کی نوبت آتی اور دیوان قضا کے کارکن دیوان رسالت کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ان تمام جماعتوں کے بعد دیوان عامی وزارت حاضر ہوتے اور اپنے محل مقررہ پر جانب راست موزب کھڑے ہوتے۔

دیوان وزارت کے بعد دیوان عرض کی نوبت آتی اور کو تو الان ملک دیوان عرض کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور دیوان عرض جانب چپ استاد ہوتے۔

تمام شاہزادگان و نیز عمدہ اعیان ملک بادشاہ کے عقب میں جگہ پاتے البتہ بیض جاگیر دار و کارکنان سلطنت کو بھی یا تیب چپ تنیام کرنے کی اجازت مرحمت ہوتی تھی اور ہر شخص اپنے مرتبے کے مطابق درگاہ میں استاد رہتا تھا۔

تمام حاضران بارگاہ میں کوئی شخص بھی بغیر کلاہ ہر اول کے حاضر نہیں ہو سکتا تھا لیکن چند تیغدار جن کو بارگاہ شاہی سے جامہ زرد و زمی و بند سفید و کمر تریں و کلاہ بارہکی بطور خلعت عطا ہوتی تھی وہ البتہ اپنے خاص لباس میں بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کا کیا عمدہ طریقہ حکومت تھا کہ تمام امراء اعیان ملک و نیز تمام اہل قلم و مدد و مسرت کے ساتھ جامہ زینہ پہنتے اور کسی فرد کو بھی اس قسم کا لباس زیب بدن کرنے میں تامل نہ ہوتا تھا۔ مختصر یہ کہ دربار بارگاہ پر یا اس کے نشیب میں کسی شخص کو بھی بغیر موزہ و موزے بند استعمال کئے ہوئے بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بارجا کے وقت بادشاہ شکروں کے اڑانے اور گھوڑوں کو چکر دلوانے میں بھی مشغول ہوتا۔

جو افراد کہ تخت شاہی کے متصل استادہ ہوتے اُن کی ترتیب حسب ذیل ہوتی تھی۔
خان جہاں وزیر جانب راست تخت شاہی سے قریب جگہ پاتا تھا۔

امیر عظم امیر احمد اقبال خان جہاں سے بالاتر، لیکن بقدر ایک زانو کے خان جہاں کے عقب میں بیٹھتا تھا۔

اس مرتبہ نشست سے مراد یہ تھی کہ امیر احمد اقبال کا مرتبہ نہ خان جہاں سے تر ہے اور نہ فرور۔

اس کے علاوہ ملک نظام الملک امیر حسین امیر میران جنائب وزیر ممالک تھا،
خان جہاں سے فرور بیٹھتا تھا۔ غرض کہ تخت شاہی سے متصل ہی تینوں امیر جگہ پاتے تھے۔

جانب چپ خان جہاں کے عقب میں ایک جامہ دو تہہ کر کے بچھایا جاتا تھا اور
اس جامے کے صدر میں قاضی صدر جہاں بیٹھتے تھے اور اُن کے متصل بائیں نشست کی
اجازت عطا ہوتی تھی۔

بائیں سے متصل منگل خاں اعلیٰ جگہ پاتا تھا۔

جانب چپ تخت شاہی سے متصل جگہ خالی رہتی تھی۔

ایک جامہ غلہ دو تہہ کر کے بازو کے چپ کی جانب قدرے فاصلے سے بچھایا جاتا تھا۔
اور اس جامہ غلہ کے صدر میں جانب چپ ظفر خاں کو جائے نشست عطا ہوتی تھی۔

ظفر خاں کے متصل احمد خاں اور نیز موصاحب دیو چتر اور اُس کے متصل اعظم خاں
خبر رساں جگہ پاتے تھے۔ اور ان کے عقب میں رائے مدار دیو (رائے بلار) و رائے سمیر
ورادت روہرن زمین پر نشست کرتے تھے۔ اس زمانے میں مورخ عقیق شاہی حکم کے
مطابق محل سلام میں حاضر ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہوتا اور اُس کے ہمراہ دیوان وزارت
کے تمام اصحاب حاضر ہوتے تھے۔ خان جہاں اور اس کے رفقاء محل حجاب سے سلام
کرتے تھے اور طرف راست کے تمام امرا اپنے مقامات پر استادہ ہو جاتے تھے۔

دستور مشہور کے برادر زادہ و برادران احتجاج دیوان سے بالاتر جگہ پاتے تھے۔

اور ان میں اور حجاب دیوان میں صرف دو اشخاص کا قاصد ہوتا تھا۔
غرض کہ دستور ان سلطنت آگے بڑھتے اور بار دوم سربراہ میں ہوتے تھے۔
بادشاہ خود اپنے بیٹے سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا اور دستور ان ملک بار سوم سربراہ میں
ہو کر اپنے مقام پر بیٹھ جاتے تھے۔

ملک الشرق نظام الملک نائب وزیر اس زمانے میں وزیر کے برابر بیٹھتا تھا۔
سلاطین قدیم کے عہد میں نائب وزیر کو تخت شاہی کے روبرو بیٹھنے کی اجازت تھی
لیکن جب سلطان فیروز کے عہد حکومت میں ملک نظام الملک کو نیابت کا عہدہ عطا ہوا
تو چونکہ یہ امیر بادشاہ کا خاص مشیر تھا اور نیز یہ کہ بادشاہ کی ہمیشہ اس کے حوالہ عقد میں تھی، اور
نظام الملک تمام غیروں سے آراستہ تھا، بادشاہ نے حکم دیا کہ نائب وزیر وزیر سے فروتر
تخت شاہی کے روبرو نشست اختیار کرے، مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہو کر
اپنے محل و مقام پر بیٹھتا اور بادشاہ اس کی جانب روئے سخن بھیج کر اس سے کلمہ و کلام میں
مشغول ہوتا تھا۔

بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ وزیر کی موجودگی میں کسی شخص غیر سے گفتگو نہ کرتا تھا۔
اگر بادشاہ کسی شخص غیر کو اپنے حضور میں طلب کرنا چاہتا تو بھی خان جہاں کی طرف
اشارہ کرتا۔

خان جہاں اس شخص کو طلب کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا۔
اگر بادشاہ کسی شخص پر غضب و غم نہ کرتا تو بھی خان جہاں کی طرف رخ کرتا تھا۔
غرض کہ سلطان فیروز شاہ ہر معاملے میں خان جہاں سے گفتگو کرتا تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ جو آئین کلام کہ دیگر سلاطین عالم نے سیاست و تدبیر سے وضع
کئے تھے، فیروز شاہ الہام الہی سے مستفید ہو کر ان پر عمل کرتا تھا۔

قابوس حکیم نے قابوس نامے میں تحریر کیا ہے کہ سلاطین عالم کا فریضہ ہے کہ وزیر کی
موجودگی میں شخص غیر سے کلمہ و کلام نہ کرے، اس لئے کہ اگر وزیر کی موجودگی میں بادشاہ کسی
امیر کو مخاطب کی عزت سے سرفراز فرمائے گا تو اس کے وزیر پر ملک کو نقصان پہنچ جائیگا۔
اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وزیر کو تمام طلب سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے اور خواہ
بادشاہ کا پسرو یا برادر ہر کن شاہی بھی وزیر کے محاسبے میں گرفتار ہوتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر تمام اصحاب سلطنت وزیر کے دشمن ہوتے ہیں، اگر بادشاہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے کلمہ و کلام کرے گا تو عمدہ ارکان دربار کو یہ گمان ہوگا کہ شاہ بادشاہ وزیر سے ناراض ہے اور اس وجہ سے دوسرے شخص سے مخاطب کر رہا ہے۔ اس گمان کی بنا پر وزیر کی عظمت قلوب میں کم ہو جائے گی اور نیز وزیر بھی بد دل ہو کر یہ گمان کرے گا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور صادر ہوا ہے جس کی وجہ سے بادشاہ مجھ سے ناراض ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وزیر اپنے فرائض بحسابہ کو بخوبی انجام نہ دے سکے گا اور جب حال کے محاسبے میں فرق آئے گا تو مال خزانہ شاہی میں نہ داخل ہو سکے گا اور مال دولت کی کمی سے بنیاد سلطنت کمزور ہوگی اور ملک میں خلل پیدا ہو جائے گا، اس لئے کہ بادشاہی کی بنیاد و نظام حکومت مال و دولت پر مبنی ہے۔

دستور، اوزار میں مرقوم ہے کہ جو مال و دولت کہ عمال شاہی تعزین میں دفن کر دیتے ہیں، وزیر اپنی فہم و فراست و نیز تدبیر و سیاست سے ان عمال کی چشم طبع کو گور کر کے رقم تعزین سے نکال لیتا ہے۔

شاہان عالم و ترا و دستور ان ہوشمند کی قدر و قیمت جانتے ہیں جو محتاج بیان نہیں ہے۔ چونکہ سلطان فیروز شاہ صاحب تجربہ فرماں روا تھا اور ملک میں تمام ادیب و بلغا میں ممتاز تھا، اس لئے بادشاہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے قطعاً کلام نہ کرنا اور کسی شخص کو قہر موسی کے لئے تخت کے دربار و طلب کرتا تو بادشاہ اپنے توبہ نصیریت سے اس شخص کے آبا و اجداد کے احوال سے اس کو فوراً پہچان لیتا، یہ شخص خدا کا فضل تھا جو اس فرماں روا کے شامل حال رہا، ورنہ ظاہر ہے کہ انسان ضعیف البینان کو فطرۃً اس قسم کا ادراک کہاں میسر ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہزار ہا انسان کی جو قہر موسی کے لئے حاضر ہوا، آبائی شرافت کو محض ان کے بشریت سے دریافت کر لینا اور پھر ان سے انہی کی حیثیت کے مطابق گفتگو کرنا اور ان حاضریں کو مسترت و خوشی کا تھا، اپنے سے رخصت کر دینا اور ان حاضریں کا دعا کرتے ہوئے واپس جانا ایک ایسا امر ہے جس کو کتاب سے قطعاً روکار نہیں ہے۔

بادشاہ کی یہ شان و فراست محض اس کی خوبی بصیرت و عطیۃ الہی ہے جس میں اس کی کوشش کو دخل نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ قرآنِ رومائی کے چند اہم ترین نکتے اس مقدمے کے آخر میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ایک بہتر تکمیل یار جاں نشست اختیار کرتا اور اس کے بعد دوسرے محل میں چلا جاتا اور غمانان درگاہ و ملک بارگاہ اپنے سکین کو واپس جلتے۔

خان جہاں آئین قدیم کے مطابق مستر و زارت پر بطور کرتا اور خاں کے احوال کا محاسبہ پیش ہوتا تھا اور شرفیاس اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہوتا تھا۔

اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کے دربار کی نشست کا یہ قاعدہ تھا کہ تحت حکومت کی جانب راست خان جہاں اور امیر احمد اقبال و نظام الملک کو جگہ دی جاتی تھی اور جانب چپ تخت سے متصل یا وجود قربت و عہدہ کے کسی شخص کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی حالانکہ سلاطین قدیم کا دستور تھا کہ ان کا دست چپ بھی امرا سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ایسی حالت میں بادشاہ کے اس فعل کو کسی مصلحت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مورخ عقیق جس زمانے میں سلام کے لئے حاضر ہوتا تھا اس عہد میں دست چپ امرا کے وجود سے خالی تھا اور مورخ نے اپنے والد ماجد سے اس کا سبب دریافت کیا۔

میرے والد نے فرمایا کہ دست چپ زمانہ قدیم سے سرشار کے لئے مخصوص ہے۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے آغاز حکومت میں سرشار کا عہدہ اپنے غلام ایشیرا کو عطا کر کے اس کو عہدہ الملک کے خطاب سے سرفراز فرمایا لیکن اس شخص کی نشست جانب چپ متصل تخت نہ تھی۔

فیروز شاہ کے اوائل عہد میں خان جہاں اگرچہ وزیر تھا لیکن جانب چپ بیٹھا تھا اور دست راست کی طرف خان اعظم تانا درخاں کو جگہ عنایت ہو جاتی تھی۔

چند سال کے بعد خان اعظم نے وفات پائی اور خان جہاں کو حکم ہوا کہ اپنے مقرر کردہ مقام پر نشست اختیار کرے اور اگر اس طرح جانب چپ خالی رہ گیا۔

اس درمیان میں خان اعظم ظفر خاں نکال سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا جیسا کہ مورخ قسم دوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔ اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ظفر خاں کو مسند عطا کی جائے اور یہ امیر جانب چپ نشست اختیار کرے۔

چند سال کے بعد طغراں نے بھی وفات پائی اور اُس کا فرزند دریا خاں اپنے پدر کا جانشین ہوا اور اس شخص کی نشوونما کی بابت بادشاہ سے عرض کیا گیا۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ جانب چپ صدر میں اپنے مرحوم پدر کی جگہ نشست اختیار کرے۔ اس طرح اگر کوئی اعتراض کرے کہ محل بار جاصحن گلین میں سید در کانی بولانا جلال الدین رحیمی و شیخ الاسلام کی جگہ کہاں تھی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سید در کانی جانب راست صدر جہاں سے فروتر جگہ پاتے اور مولانا جلال الدین رحیمی سید در کانی کے متصل قیام فرماتے تھے۔

شیخ الاسلام ہمیشہ ایک بہرہ روز گزرنے کے بعد بادشاہ کی ملاقات کو آتے اور اُس وقت بادشاہ محلِ صمیم میں قالین کے اوپر بیٹھتا تھا۔

شیخ الاسلام بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے اور فیروز شاہ اُن کا استقبال کرتا اور اپنے ہاتھ شیخ کے قدموں تک لے جاتا۔

حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دیتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے اور اس کے بعد بادشاہ و شیخ ہر دو اصحاب ایک ہی جگہ بیٹھتے تھے اور اس مجلس میں شخص غیر کو گنجائش نہ تھی۔

بادشاہ جناب شیخ سے کلمہ و کلام کرتا اور طعام و شربت و میوہ و خنبول وغیرہ کا دور ہوتا تھا اور اس کے بعد شیخ الاسلام بادشاہ سے رخصت ہو کر شریف لے جاتے اور بادشاہ چند قدم اُن کا استقبال کرتا۔

رخصت ہونے کے وقت بھی حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دے کر اُس کو اپنے سینے سے لگاتے۔

اگر حضرت شیخ بادشاہ سے کسی ضرورت کے متعلق کچھ فرمانا ہوتا تو وہ زبانی نہ ارشاد کرتے، بلکہ ایک کاغذ پر لکھ کر اپنی دستاویز میں لپیٹتے، اور اُس کو چھوڑ جاتے تھے۔

بادشاہ حضرت شیخ کو رخصت کر کے واپس آتا اور قالین پر حضرت کی دستار و کاغذ کو پاتا اور اس خط کو اَدل سے آخر تک پڑھتا۔

بادشاہ حضرت شیخ کے نامے کا جواب حضرت کے حسبِ خواہش اُسی وقت لکھ کر اپنے حضور میں آکر کوہِ شیبہ کے کسی معتد امیر کے سپرد کرتا اور اُس کو حکم دیتا کہ یہ خط جلد سے جلد شیخ الاسلام تک پہنچا دے، بلکہ حضرت شیخ سے پیشتر اُن کی خانقاہ تک پہنچ جاتا۔

اُس وقت قاضی بغدادی و ملک مبارک کبیر وغیرہ محل چھبہ میں بادشاہ کے پس پشت
استادہ رہتے تھے۔

پانچواں مقدمہ

اُس عہد کے ملک و امرا کی مسرت و فراغ البالی

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں تمام خانان و درگاہ و ملک کرام تمام
عمال شاہی و فریہ ترکش بند غرض کہ تمام خاص و عام احرار و غلام تمام اشخاص خوش و خرم تھے
اور تمام خلایق کو ہر وقت تازہ مسرت و بے اندازہ نشاط حاصل ہوتی تھی۔
اُس عہد کی تاثیر و نیز سلطان فیروز شاہ کے قدم کی برکت نے تمام ملک کو مبارک
و میمن بنا رکھا تھا۔

جب کبھی کہ فیروز شاہ ملک کے کسی جانب سفر کرتا تو اُس فوج کے ملک کو
اس درجہ خوشی و مسرت ہوتی گویا یہ گروہ اُس فوج کی حکمرانی کو جا رہا ہے۔
بادشاہ نے خدا کے برتر کی توفیق سے ہر امیر کو بجا انعامات و اعطاعات و برکات
و قصبات و قریات و باغات وغیرہ مدد معاش میں عطا فرمائے تھے۔
ان امرا کو بادشاہ کے ان عطیات میں بجا برکت حاصل ہوئی اور کم کوئی ایسا امیر
ہوگا کہ اُس کے پاس خراش خانہ نہ ہو۔

ہر امیر کے گوشے خانے میں فرش کا عمدہ ذخیرہ تھا اور ہر شخص کے ہمراہ
صاحب جلال و خوش آواز کینڑوں کا ایک گروہ رفع ملال کے لئے ہر شخص کے ہمراہ رہتا تھا۔
جس مقام پر کہ امرا مقام کرتے ہر منزل میں بے شمار اطمینان بخش ساز و سامان و فراہمائی
و ارزاں غلہ میسر آتا تھا۔

کسی فرد کو بھی نہ بادشاہ کے مظالم کا خوف تھا اور نہ کسی شخص غیر غائب و حاضر سے
کسی طرح کا خطرہ تھا۔

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اگر بادشاہ کسی وجہ سے شہر سے غائب ہوتا تو خلائق

بادشاہ کی غیر حاضری سے بچہ پریشان ہوتی اور چند ہی روز میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جاتی تھی۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں چونکہ بادشاہ مقبول بادشاہ تھا ہر صیغہ و ہر شبیہ میں بے انتہا مسرت و فارغ البالی تھی۔

مخلوق خدا اس درجہ مرض الحمال تھی کہ ہر شے سے سرور کی آواز بلند تھی اور جو امر کا صاحب اقتدار تھے وہ ان نعمت تیار کر کے مخلوق کو تقسیم کرتے تھے۔

بادشاہ کے لشکر کی خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ کسی فرد بشر کو لشکر سے واپس جانے کا خیال بھی نہ آتا تھا اس لئے کہ ہر اہل لشکر کے مکان میں اس قدر آسودگی تھی کہ کسی سپاہی کے دل میں

اپنے اہل و عیال کی طرف سے کوئی خطو نہ گزرتا تھا۔

بادشاہی لشکر میں ہر فرد کو اس قدر آرام و فراغت حاصل ہوتی تھی کہ معمولی ہم میں بھی بے شمار اشخاص بادشاہ کے ہمراہ ہو جاتے تھے اور اس درجہ خوش و مطمئن رہتے

کہ واپسی کا خیال بھی نہ کرتے تھے۔

شہر کے اہل بازار بے شمار مال و اسباب اپنے ہمراہ لے کر بچہ مسرت و خوشی کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ ہو جاتے تھے بلکہ یہ رسم قدیم سے چلی آتی تھی کہ اہل خدمت میں وہی لوگ

لشکر بادشاہی میں داخل ہو کر روانہ ہوتے تھے جن کو رئیس شہر اجازت دیتا تھا۔

چونکہ لشکر شاہی میں بے انتہا سفر و آرام حاصل ہوتا تھا اس لئے بعض گروہ اہل بازار کا اس معاملے میں رئیس شہر کی سنت و ساجت کرتے تھے اور اس کے عوض قدرے رقم بھی

رئیس کو نہ کر سکتے تھے۔

سبحان اللہ اس بادشاہ کا دور حکومت کس قدر بابرکت تھا جو مسخرہ مضامین میں نہیں آ سکتا ہے۔

جب بادشاہ خدا کی مدد و عنایت سے شکار سے واپس ہوتا تھا ہر صیغہ و ہر شبیہ میں تمام خاندان و ملک و ملک مسرت و خوشی کے عالم میں اپنے شہزادوں کو واپس جاتے۔

بادشاہ خدا کی عنایت و ہر بانی سے کو شک و سخطی میں جو دریاے جہنم کے ساحل پر واقع تھا مقام کرتا، فیروز شاہ کے فرود سے چند روز قبل خان جہاں کے حکم کے مطابق تمام شہر فیروز آباد میں قلعہ کرانی جاتی تھی اور در و دیور پر طرح طرح کے نقش و نگار

بنائے جاتے تھے اور نذر کے لئے بیمار اسباب مہیا کیا جاتا تھا۔

شہر کے ہر چار جانب یہ قی لگائی جاتی تھی اور ہر چاروں طرف کے فاصلے پر ایک ڈھول دو شہنا اور ایک بیرون رکھے جاتے تھے۔

نقربا بارہ ہزار یہ قی شہر کے ہر چار جانب سے جمع ہوتی تھیں اور یہ تمام نشانات بادشاہ کے دربار کے روبرو لکھائے جاتے تھے۔

بادشاہ دینا کے چھٹا کے کنارے قیام فرماتا اور یہ حکم دیتا تھا کہ خاتون و ملوک میں کسی فرد بشر کو نہ ہاتھ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اس حکم سے یہ مقصد تھا کہ تمام امرا بادشاہ کے ہر کلاب شہر میں داخل ہوں تاکہ رونق و چشم میں معتد بہ اضافہ ہو جائے۔ غرض کہ آفتاب کے طلوع ہونے اور نماز فجر کے ادا کرنے کے بعد خان جہاں مع تمام لشکر و اعیان شہر کے دریا کو عبور کرتا اور تمام بیرونوں و چشم کے ہمراہ بادشاہ کی قدوسی کا شرف حاصل کرتا تھا۔

اس کے بعد فیروز شاہ خدا کو انعمائیت و ہدایت سے بھرپور دعا کرتا اور سب سے پہلے شہر میں داخل ہوتا تھا۔ تمام عہدہ داران شہر کے تحائف و رقوم نذر بادشاہ کے ملا خطے میں پیش کرتے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول خان اعظم بھائیوں خان جہاں کے اور بعد اس کے ملک الشرق ملک نظام الملک نائب وزیر کے تحائف پیش کرتے اور اس کے بعد دیگر خواتین و امراء و علماء و سادات و اعیان شہر و دیگر باشندگان ملک کے تحائف بادشاہ کے ملا خطے میں پیش کئے جاتے تھے۔

جو اشخاص کہ دیگر شہروں کے بھی کسی خاص وجہ سے خان جہاں کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ان کی ندیں بھی بادشاہ کے ملا خطے میں گزرتی تھیں۔ غرض کہ تمام خلائق اعلیٰ و ادنیٰ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے۔

بادشاہ کے ہم ہمراہی داخل لشکر و دیہات و قریات کے باشندے تھے نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ اپنے مکانات کو جاتے اور اپنے اعزہ و احباب سے ملاقات کرتے، خوش ہوتے اور سفر کے تمام واقعات بیان کرتے تھے۔ سب جان اللہ اس بادشاہ فرشتہ خصال کے عہد میں خلعت خدا اس درجہ ناز و جمال و عذرہ الحال تھی کہ اور

ہر شے اس قدر کثرت و ارزانی کے ساتھ دستیاب ہوتی تھی کہ حد بیان سے باہر ہے، اور یہ تمام برکات بادشاہ کے قدموں کی برکت سے تھی۔

عہد فیروز شاہی کے برکات اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ مساکین بھی اپنی خیر خواہی کے واسطے اس کے زمانے میں بیاہ دیتے تھے۔

سچان اللہ اس بادشاہ دیندار کے عہد مبارک کا کیا کہتا کہ اُس کے عصر میں زندہ برابر بھی نا عوشی کا ظہور نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام برکات خود بادشاہ کے قدموں کا طفیل تھے، اور نہ اُس کے انتقال کے بعد تمام شہر زیرِ وزیر ہو گیا، اور جو اشخاص کہ اب زندہ ہیں وہ اُس مبارک و بارکات عہد کو یاد کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مبارک عہد اپنے برکات کی وجہ سے کبھی گزشتہ دل سے فراموش نہ ہو گا۔

چھٹا مقدمہ

عہد فیروز شاہی کی فراغت و ارزانی کا بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے بارکات عہد میں فارغ البالی حد کمال کو پہنچ گئی تھی، یہ ارزانی صرف شہر تک محدود تھی، بلکہ تمام ممالک محروسہ میں ایک حال تھا۔ بادشاہ کے چالیس سالہ دور حکومت میں خط و نام و نشان تک سنائی نہ دیا اور فیروز شاہی عہد کے برکات کے مقابلے میں تمام اہل شہر علانی برکات کو قطعاً بھول گئے۔

عہد علانی کے برکات تاریخ میں بے نظیر تھے، لیکن فیروز شاہی عہد کی فراغت نے اُن کو بھی گوشہ دل سے فراموش کر دیا۔

سلطان علاء الدین نے ارزانی کے لئے جس قدر مبالغہ کوشش کی، اُس کے حالات کتب تواریخ میں مفصل مذکور ہیں۔ علاء الدین نے سودا گروں کو رقم عطا کی اور پیشمار زر و دولت اُن کے سامنے پیش کیا، اُن کے وظائف مقرر کئے اور اُن کو ہر قسم کے رحم و کرم شاہی سے سرفراز کیا، اُس وقت اس درجہ ارزانی پیدا ہوئی، لیکن عہد فیروز شاہی میں

بہتر کسی بھی دیکھنے کے غلہ و دیگر اجناس میں ارزانی پیدا ہوئی۔
 فیروز شاہی عہد کے یہ برکات محض عطائے ربانی تھے جو اس بادشاہ کے
 حسن عقیدہ کے نتائج ہیں۔

اُس عہد میں غلے کی ارزانی کا یہ عالم تھا کہ شہر دہلی میں کھجوریں آٹھ پینس فی من اور چنا
 اور جو چار جیتل فی من کے نرخ سے فروخت ہوتے تھے۔

اسی طرح شہر میں شکر بھی ایک جیتل فی من کے حساب سے فروخت کی جاتی تھی۔
 غرض کہ اس بادشاہ کی پاک عقیدت کی برکت سے ہر قسم کا غلہ ارزاں تھا، اور
 اسی طرح کپڑوں میں خواہ پیدہ رنگ ہو یا زمینہ، جید ارزانی پیدا ہو گئی۔

اُس زمانے میں بادشاہ نے حکم دیا کہ شیرینی کا قادیہ نرخ بھی گھٹایا جائے
 اور جب تمام اشیاء ارزاں ہو گئی ہیں تو شیرینی کے نرخ میں کمی نہ کی جائے۔

مختصر یہ کہ عہد فیروز شاہی میں جو چالیس سال کا دور حکومت ہے، خدا کے
 فضل و کرم سے تمام چیزیں جید ارزاں ہو گئی تھیں۔

اگر کسی وجہ سے ملک میں گرانی پیدا ہوتی تو البتہ غلہ فی من ایک تنگ فروخت
 ہوتا تھا اور یہ گرانی بھی چند روز تک محدود رہتی اور اس کے بعد بدستوری سابق ارزانی
 ہو جاتی تھی۔

خلعت خدانے چالیس سال کا مل قحط کا نام تک نہ سنا۔
 غرض کہ عہد فیروز شاہی کی بہترین نعمت ہر شے کی جید ارزانی تھی جس کی نظیر
 مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

اس بادشاہ کے عہد میں ارزانی کی طرح آبادی میں بھی جید ترقی ہوئی، چنانچہ
 میان دو آب میں کوہ سکھ دہ آبہ و کھرد سے لے کر کول تک ایک گاؤں بھی خراب و ویران
 نہ تھا اور اس حصہ ملک یعنی میان دو آب میں پچاس پر گئے معمور تھے۔

غیر دو آب میں بھی آبادی کا تقریباً یہی حال تھا، چنانچہ ہر حصہ ملک میں ایک کوس
 کے درمیان چار گاؤں آباد تھے اور ہر موضع کے باشندے یہی اطمینان و فراغت
 کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

اس بادشاہ کے عہد یا برکت میں ملک میں جید آسائش و آسودگی تھی۔

فیروز شاہ کو باغات کے نصیب کرنے کا بھی بید شوق تھا اور ہر باغ کا صحن بید خرمی و لطافت سے آراستہ کیا جاتا تھا، چنانچہ شہر دہلی کے جواریں ایک ہزار دو سو باغ سرسبز و شاداب وجود تھے۔ جو باغات کہ اوقات دینہ دیگر اشخاص کی ملکیت میں داخل تھے، بادشاہ نے ان کو بحال رکھا۔

بادشاہ کو ان باغات نصیب کرنے کا اس درجہ شوق تھا کہ اس نے سلطان علاء الدین بکاردہلی کی باغ نصیب کئے اور پندرہ سالورہ میں اسی پتی باغ، اور چتور میں چوالیس پتی باغ نصیب کئے گئے اور ہر باغ میں ہر قسم کے انگور، سپید سیاہ، خرمائی و چیتوری و افغانی و سپری و آلو و غایہ غلامان سات قسم کے پیدا ہوتے تھے۔ ان انگوروں کا نرخ یہ تھا کہ ایک جیل کو ایک سیر فروخت ہوتا تھا۔

اسی طرح ہر باغ میں مختلف میوہ جات بھی پیدا ہوتے تھے اور ہر فیروز شاہی میں علاوہ مختلف املاک باغبانان کے ایک لاکھ اسی ہزار تنگے دیوانی کو محصول ملتا تھا۔ اس زمانے میں میان دو آب کا محصول اسی لاکھ تنگے تھا۔ بادشاہ میں پناہ کی انتہائی سعی و کوشش سے چھ کروڑ چالیس لاکھ تنگے جو اردہلی کا محصول حاصل ہوتا تھا۔

اگرچہ فیروز شاہ نے اپنے تدبیر و سیاست سے مملکت دارالملک کو مختصر کر دیا تھا تاہم اس حصہ ملک کا محصول اس قدر تھا کہ بادشاہ نے اس قسم کو امرائے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔ بادشاہ نے غلامان ملک کو ان کی خالی اور امرا و ملک کو ان کی جاہ و حشمت اور اعیانہ نگار کو ان کی آرام و راحت کے مطابق رقوم عطا فرمائی تھیں۔

فیروز شاہ نے اہل اشکر و دیگر حشم کو ہر صلیح ان کی ضروریات کے مطابق عنایت کی تھیں اور غریب و محتاج کو قدر رقم خزانہ سرکار سے عطا ہوتی تھی، اسی طرح دیگر ضروریات زندگی قیاس کرنا چاہیے۔

جو مکہ و ہمدانوں کا اطلاق ان کے اقطاعات کے تعلق ہوتا اس لئے ہر اقطاع سے ان کو وجہ یا نصف کامل طور پر حاصل ہوتا تھا۔

اس زمانے میں بے شمار اشخاص اپنے احباب کے اقطاع جانیں کی ضمانتی سے خرید کرتے تھے اسی طرح شہر میں ایک ٹلٹ اُن کو دیا جاتا تھا۔

اصل مالکوں کو نصف سلم وصول ہوتا تھا اور خریداران اقطاع کو بھی کامل نفع اسی طور پر حاصل ہوتا تھا۔ اس طرح بے شمار افراد اس عہد میں دولت مند ہو گئے اور ان کا بازار گرم ہوا۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ نے تمام بلاد و ممالک کا محصول تمام خلقت تقسیم کر دیا تھا، چنانچہ خان جہاں وزیر کو علاوہ سپاہ و احباب و اولاد کی خواہ کے تیرہ لاکھ تنگے سالانہ عطا ہوتے تھے، جس کے معاوضے میں ان کو قطعے پر گئے عطا ہوئے تھے۔

اسی طرح بادشاہ نے ہر امیر کو اُس کی حیثیت کے موافق عطیات و شایانہ سے سرفراز فرمایا تھا اور بعض امرا کو آٹھ اور بعض کو چھ اور بعض کو چار لاکھ تنگے سالانہ عطا ہوتے تھے۔

غرض کہ سلطان فیروز شاہ نے اس طریقے پر عمل کیا اور تمام خانان و لوگ فیروز شاہی بیعدولت مند ہو گئے۔ امرانے بے شمار مال و زر و جوہر و الماس جمع کر لئے۔

ملک شاپین شمن نے جو بارگاہ شاہی میں نائب امیر خاص تھا، وفات پائی اور اُس کے مترکات کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر اسباب و نفائس و بے شمار جوہرات کے مبلغ پچاس لاکھ تنگے نقد اس کے خزانہ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ عمارتوں کا بیشتر سلطانی کے مال و اسباب و مترکات کا حال ناظرین کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس کے مال و دولت کا مفصل حال اس کتاب کے قسم پنجم میں معرض بیان میں آئے گا۔

اس کے علاوہ چونکہ فیروز شاہ نے رعایا کے ساتھ ایسا شفقت و برتاؤ کیا اور اپنے جود و احسان سے اُن کو زیر بار منت کیا، اس لئے تمام مخلوق بادشاہ کی جان نثار ہو گئی اور ہر خاص و عام بادشاہ کا کلمہ پڑھنے لگا۔

ساتواں مقدمہ

فیروز شاہی شمس و شکر کا تفصیلی بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں علاوہ بندگان بادشاہی کے اسی ہزار سوار

ملازم تھے اور یہ تمام جوار و نامدار سوار و پہلوان سال تمام تک بادشاہ کے ملاخطے میں پیش ہو جاتے تھے یہ البتہ ہوتا تھا کہ زیادہ تر اسب کم قیمت کی کیفیت دیوان عرض میں پیش کی جاتی تھی اور اُس کی بابت اصلاح کی ہدایت بھی ہوتی تھی۔

اکثر اوقات اس قسم کے اخبار بادشاہ تک پہنچتے تھے، لیکن فیروز شاہ ان شکایات پر توجہ نہ کرتا تھا۔

جب سال تمام ہو جاتا تھا اور اکثر سواروں کے گھوڑے بیکار رہ جاتے تھے اُس وقت دیوان عرض کے عمال بادشاہ سے عرض کرتے تھے کہ باوجود یکہ سال ختم ہو گیا ہے، لیکن اس قدر گھوڑے بیکار و معطل باقی ہیں۔

اس موقع پر بادشاہ ارشاد فرماتا تھا کہ جمعے کے روز النگ نشست اختیار کروں اور جمعات کے معاوضے تمام سال النگ نشست اختیار کروں۔

یہ مدت بھی تمام ہو جاتی اور اُس پر بھی بعض جانور بیکار باقی رہ جاتے اور جب یہ کیفیت بادشاہ سے عرض کی جاتی کہ جمعے کے معاوضے میں بھی یہ سوار النگ ہی رہے اور باوجود اس کے بھی گھوڑے اسی حالت پر ہیں تو بادشاہ یہ حکم عطا فرماتا کہ سواروں کو دو ماہ کی ہہلت دی جائے۔

یہ زمانہ بھی تمام ہو جاتا اور عمال بادشاہ سے عرض کرتے کہ دو ماہ کی ہہلت مزید بھی ختم ہو گئی اور سواروں کے گھوڑے دیوان عرض میں ملاخطے کے لئے نہیں پیش ہوئے۔

اس زمانے میں ملک رصنی جو اہل دل امیر تھا، نائب عارض ممالک تنفعا اور شہم و لشکر کی بخوبی نگہداشت کرتا تھا۔

یہ امیر بادشاہ سے عرض کرتا کہ جن سواروں نے اپنے گھوڑے دیوان عرض میں نہیں پیش کئے ہیں ان میں سے اکثر افراد ایسے ہیں جنہوں نے اپنے احباب کو اطلاعات لانے کے لئے اقطاع میں روانہ کیا ہے، اس لئے صاحبان خیل جب اس مصلحت سے فارغ ہوں گے اُس وقت جانوروں کو شہر میں واپس لائیں گے۔

یہ افراد اس انتظار میں تھے کہ سال تمام ہو گیا اور یہ افراد دشواری و مشکل میں گرفتار ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ اس گروہ میں اکثر وہی اشخاص ہیں جن کے جانور مقلعہ جات کو

روانہ کر دیئے گئے ہیں۔

بادشاہ یہ تقریب تکرید خوش ہوتا اور فرماتا کہ اگر کوئی شخص اپنے سرگروہ کی مصلحت کی بنا پر کام کرے اور اُس کی عدم موجودگی میں سالِ تمام ہو جائے اور وہ بھی عرض میں نہ حاضر ہو اور اُس کا گھوڑا پیش نہ ہو سکے تو ایسا شخص مجبور ہے اگر ہم ایسے افراد کو رد کر دیں گے تو ان کی حالت زار ہو جائے گی اور ان کے گھروں میں ماتم برپا ہو جائے گا۔

اس موقع پر بادشاہ یہ حکم دیتا کہ ان سواروں کے سرگروہ پر تاکید کی جائے کہ جو سوار کسی مصلحت کی وجہ سے مقطع جات کو روانہ ہوا ہے وہ شخص دیوانِ مقطع میں عرض کی رسم ادا کر دے اور گھوڑا یا تو سپرد کرے اور یا اس مقام پر چھوڑ دے تاکہ جن غریبوں کے گھوڑا سے موجود نہیں ہیں اُن کو کسی قسم کا تعلق نہ باقی رہے۔

سبحان اللہ فیروز شاہ اپنی رعایا پر کس درجہ شفیق و مہربان تھا کہ مادرِ پدر بھی اپنے فرزندوں پر ایسے شفیق نہ ہوں گے۔

چونکہ بادشاہ کی مہربانی کا یہ عالم تھا اس لئے اس مدتِ چہل سالیں کوئی فریبی دیوانِ عرض میں ایسا نہ رہا جس کا گھوڑا مقابلے کے لئے پیش نہ ہوا ہو۔

فیروز شاہ کے عہدِ حکومت میں ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ سالِ تمام ہو گیا اور ایک ملازم درگاہ سے دیوانِ عرض میں جانور نہ پیش کیا۔

اتفاق سے یہ شخص اُس روز محل کے اندر خدمتِ نوبتی پر مامور تھا۔
یہ شخص نہایت لول و نمکین بنا تھا اور آہ سر و مہر کر اپنے ایک دوست سے اپنے غم کی داستان بیان کر رہا تھا۔

بادشاہ نے بھی اس شخص کی گفتگو سنی اور اُس کو اپنے حضور میں طلب کر کے اُس سے حقیقت حال کو دریافت کیا ان اشخاص نے اصل حقیقت کو بادشاہ سے مخفی رکھنا چاہا لیکن فیروز شاہ نے بے محذور اصرار کیا اور فرمایا کہ تم ہر دو اشخاص میں کیا گفتگو ہو رہی تھی۔

جس ملازم کا جانور کہ پیش نہ ہوا تھا اُس نے اپنا حال بادشاہ سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے جانور دیوانِ عرض میں پیش نہیں کیا اور اس میں جو اخراجات درکار ہیں ان پر میں فساد نہیں ہوں۔

بادشاہ نے دریافت فرمایا کہ اس رسم کو ادا کر لئے میں کس قدر رقم کی ضرورت ہے

اور اُس نے جواب دیا کہ ایک سنگہ زردور کار ہے۔

بادشاہ نے ملک خلیفہ دار کو حکم دیا کہ اس شخص کو ایک اشرفی عطا کرے
سوار اشرفی لے کر دیوان عرض میں حاضر ہوا اور عمال سررشتہ کو رتم دے کر قافوں
گرفت سے نجات حاصل کی یہ ملازم واپس آیا اور بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تیری تمنا
پوری ہو گئی اور اُس شخص نے عرض کیا کہ خداوند عالم کی عنایت و مہربانی سے میں کامیاب ہو گیا
اور بادشاہ نے اُس وقت فرمایا کہ الحمد للہ۔

اس حکایات کے معرض تحریر میں لانے سے غرض یہ ہے کہ فیروز شاہ معاملات ملکی میں
خدمت شریف کے مطابق رعایا پر شفقت و نوازش کے ساتھ حکومت کرتا تھا۔

اٹھواں مقدمہ

پسر عداد الملک کا اپنے احباب پر کی کیفیت بادشاہ سے عرض کرنی اور اس کا جواب

باصواب پانا۔

نقل ہے کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے بوڑھے ماتحتوں کے حال
سے بادشاہ کو آگاہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لشکر میں جو اشخاص کہ ضعیف ملک اسحاق نے بادشاہ
سے عرض کیا کہ بوڑھے سوار ملازمت میں آہیں سکتے ان کے بجائے جوانوں کو مقرر کیا جائے۔

اس زمانے میں عداد الملک پر ضعیف ہو چکا اور اس کے بجائے اُس کا پسر ملک اسحاق
دیوان عرض کے فرائض انجام دیتا تھا۔

فیروز شاہ نے ملک اسحاق سے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا وہ اجباً درست و صحیح ہے اور مناسب
یہی ہے کہ جو شاہی ملازم بوڑھے ہو گئے ہیں اُن کو خدمت کیا جائے اور ان کے بجائے ان کے فرزند
و اعزہ یا کوئی شخص غیر نوکر رکھا جائے۔

اس میں تو شبہ نہیں کہ ضرورت میں ان پر ان کہن سال کو ذلت نصیب ہوگی لیکن تیرا پسر
بشیر ابھی اب ضعیف اور بوڑھا ہو چکا ہے سب سے پیشتر اپنے کہن سال باپ کو اس کے عہدے
سے برطرف کر اُس کے بعد میں دیگر ضعیف و کہن سال اشخاص کو برطرف کر دیں گے۔

بادشاہ کے اس جواب سے ملک اسحق خاموش ہو گیا۔

فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اس موقع پر بھی اپنی نیک فطرت کا ثبوت دیا اور فرمایا کہ اگرچہ ملازمین کہن سال کو جواب عاجز اور لاچار ہو گئے ہیں برطرف کر دوں گا اور ان کے بجائے اُن کے اعزہ یا اعتبار کو مقرر کروں گا تو یہ پیران مسکین تباہ و برباد ہو جائیں گے اور پیرانہ سالی میں ان کو مسجد و قنصلہ پیش آئے گی اس لئے ان پیران کہن سال کی ملازمت میں کسی قسم کا تغیر نہ کیا جائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر کہ ان برطرف سواروں کے بجائے اُن کے فرزند مقرر کئے جائیں یہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ اس زمانے میں فرزند اکثر و بیشتر ناخلف ہوتے ہیں اول تو نصف پیری کی وجہ سے ان کہن سال ملازمین کے قلوب افسردہ ہو رہے ہیں اس پر اگر ان کو ملازمت سے برطرف بھی کیا جائے گا اور ان کے بجائے ان کے ناخلف فرزند مقرر کئے جائیں گے تو وہ ان غریبوں کو اور زیادہ ذلیل و خوار کریں گے اور اُن کے فرزند ناخلف اُن کی اطاعت نہ کریں گے تو ان غریبوں کے قلوب اور زیادہ شکستہ ہوں گے تو جا اور میرا فرمان لوگوں تک پہنچا دے کہ جو سوار پیر و معمر ہو گئے ہیں ان کے بجائے ان کے فرزند سواری کریں اور جن اشخاص کے فرزند نہ ہوں اُن کے بجائے اُن کے داماد بطور وکیل خدمات کو انجام دیں تاکہ تمام پیران کہن سال اپنے مکان میں مطمئن بنیں اور جوان باقوت ہر کام رہیں۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اے اسحاق اس طرح کا معروضہ نہ پیش کر اس لئے کہ پروردگار عالم جو رب العالمین ہے پیری کی وجہ سے اپنے بندوں کو رزق سے محروم نہیں کرتا یہ جو مخلوق و بندہ ہوں کس طرح کہن سال اشخاص کو اُن کے رزق سے محروم کروں۔

مختصر یہ کہ بادشاہ دیندار کی ذات سے جو ملک صفات تھا امور ملکی میں جو فصل بھی صادر ہوتا تھا اُس کی نوعیت یہی ہوتی تھی اور بادشاہ کا ہر فعل اور اُس کا ہر قول اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ تاریخ میں بطور یادگار درج کئے جائیں۔

ہر چند یہ مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے ذاتی خصائل و عادات کے تذکرہ کو لول نہ دے لیکن اس بادشاہ کے افعال اس قدر پسندیدہ ہیں کہ اُن کا ذکر خیر تمام نہیں ہوتا۔

مختصر یہ کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کی تقریر سنی اور فیروز شاہ کے فرمان سے تمام عمل و حکم بات کو اطاعت دی۔

نوال مقدمہ

فیروز شاہ کا سنگین مناروں کا تعمیر کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے دہلی کے نواح شاہانہ سیر و تفریح شروع کی اور جوار کے دشمن و مخالفین کو پامال کرنا شروع کیا۔ بادشاہ کے عہد سے پیشتر دہلی میں دو سنگین منار تھے ایک منار ساورہ و خضر آباد کے نواح کے موضع نیرہ میں دامن کوہ میں واقع تھا اور دوسرا منارہ قصبہ میرٹھ میں واقع تھا۔

یہ دونوں منارے پندرہویں صدی کے عہد حکومت سے انہی مقامات پر واقع تھے اور دہلی کے کسی فرمانروا کو یہ سعادت میسر نہ ہوئی کہ ان مناروں کو شہر دہلی میں منتقل کرے۔

فیروز شاہ نے جو توفیق یافتہ بھی تھا اس امر میں حید کو شمش کی اور دونوں منارے دہلی میں نصب کئے۔ ایک منارہ کو شک فیروز آباد کے اندر جو مسجد کے متصل نصب کیا گیا اور منارہ اُس کے نام سے موسوم ہوا۔ دوسرا منارہ کو شک حصار میں لایا گیا۔

مختصر یہ کہ معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے یہ روایت کی کہ یہ منارہ بحیم نے تیار کئے تھے جو حید و از قامت تھا اور نیز یہ کہ زور و قوت میں بھی اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ یہ راجہ تمام پہلوانان عالم سے زور و کشتی کرتا تھا اہل ہند کی کتابوں میں مرقوم ہے بحیم مذکور روزانہ تیرہ من طعام کھاتا تھا اور اپنے زمانے کا ایسا پر زور پہلوان تھا کہ کوئی مرد اس سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور اس درجہ دلاور تھا کہ اگر باغی کو نیزہ میں لے کر پھینکتا تو جالور مشرق سے مغرب میں جا کر گرنا تھا۔

اسی زمانے میں منام ہندوستان میں غیر مسلم آباد تھے اور باہم و گر خجگ و جدال میں مشغول رہتے تھے بحیم کے پانچ بھائی تھے اور یہ شخص اپنے تمام بھائیوں میں چھوٹا تھا اور اکثر اوقات اپنے بھائیوں کے مویشی چراتا تھا اور یہ دو منارے اُس کی چوب دست تھے جن کو ہاتھ میں لیکر بکریوں کو چراتا تھا۔

اسی زمانے میں خدا کی قدرت سے موسیٰوں کا قدیمی اُسی زمانے کے بنی آدم کے قد و قامت کے مناسب و موزوں ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ یہ اشخاص بیشتر اوقات وہلی میں سکونت رکھتے تھے۔
بھیم نے اس عالم سے رحلت کی اور یہ و منارے اپنی یادگار ان دو مقامات پر چڑھے۔
اسی زمانے کے ہندوؤں نے باہم اتفاق کیا اور ان مناروں کی ان مقامات پر انہماکی
حفاظت کی۔

کہتے ہیں کہ اُسی زمانے میں آدمیوں کا قد بھی بچہ دراز ہوتا تھا چنانچہ قدیم عہد کے
انسانوں کی درازی قد کے واقعات تمام معتبر اخبار و سیر میں مرقوم ہیں۔

مختصر یہ کہ پروردگار عالم نے یہ عنایت ہمارے پیغمبر و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائی
کہ آپ کی امت کو کوتاہ قد پیدا فرمایا پروردگار عالم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سات عنایات
فرمائیں اور آپ کو سات بشارتیں دیں۔

ان بشارت میں ایک یہ ہے کہ اے محمد کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تمہاری امت کو
خاتم الامم کیوں قرار دیا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ تیری امت کے افراد زیادہ زمانے تک قبر
میں نہ رہیں۔

دوسرے یہ کہ میں نے تمہاری امت کو زیادہ قوت نہیں دی ہے اور یہ اس لئے کہ یہ اپنی
قوت پر غرہ نہ کریں اور میری نافرمانی نہ کر سکیں۔

(۳۱) تمہاری امت کے قد کو ناہ خلق کئے تاکہ جاہ و طعام کے زیادہ محتاج نہ ہوں اور
ضروریات زندگی حاصل کرنے میں مجھ سے دور نہ ہو جائیں۔

پروردگار تو نے اپنے لطف و کرم سے ہم کو مسلمان پیدا فرمایا ہے تو مسلمانوں ہی کے
درمیان ہمارا حشر کر۔

مختصر یہ کہ بھیم نے یہ و منارے سنگین اس نے اپنی دست کا ہر وقت سے تیار کئے۔
فیروز شاہ نے ان مقامات کی سیر کی اور ہر و منارے عجائبات کو ملاحظہ کر کے ان کو
شہر دہلی میں منتقل کیا اور جدید سعی و مشقت کے ساتھ شہر میں لاکر فیروز آباد اور کوٹک حصار میں
نصب کیا۔

ان مناروں کے زمین سے کھودنے کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ فیروز شاہ نے ساہورہ اور

خضر آباد کا سفر کیا اور ایک شکار کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔
 بادشاہ خضر آباد میں جو دہلی سے نوکوس کے خاصہ پر آباد ہے پہنچا اور کوہ بابہ کی جانب
 صوبہ فیرہ میں ایک منارہ سنگین ملاحظہ کیا۔
 بادشاہ کے دل میں آیا کہ اگر یہ منارہ عجیب دہلی میں لایا جائے تو یقیناً ایک عجیب و غریب
 یادگار دنیا میں باقی رہ جائے گی۔

بادشاہ نے چند غور و فکر کے بعد ان مناروں کو بیچ بیسے نیچے نکالنے کا ارادہ کیا اور جس قدر
 قریات و قصبات کہ اس مشہور منارہ کے جوار میں واقع تھے اور دو آب و غیر دو آب کے تمام
 مقامات کے باشندوں کو جمع کیا۔

فیروز شاہ نے احرار و غلام و نیز سوار و پیادے بے شمار فراہم کئے اور طے طرح کے اسباب
 و مختلف اقسام کے آلات جمع کئے گئے۔

بادشاہ نے درخت سینبل کی چھال کے رے تیار کرائے اور اس درخت کے تختے تیار
 کئے گئے اور یہ تمام رے اور تختے منارہ کے نیچے گاہ پر باندھے گئے۔
 یہ احتیاط اس لئے کی گئی کہ چونکہ منارہ بیشتر کا ہے ایسا نہ ہو کہ خم ہونے سے ٹوٹ جائے
 اور زمین پر گر پڑے۔

مختصر یہ کہ منارہ پہنچ تک کھودا گیا اور منارہ خم کھا کر تختوں اور رسوں پر اٹھایا۔

چنانچہ چند روز کے بعد منارہ زمین پر گرا اور خدا کے فضل و کرم سے یہ ہم طے ہوئی۔
 منارہ کی بیچ پر غور کیا گیا اور معلوم ہوا کہ یہ عجیب و غریب شے ایک ایک سنگ بزرگ
 چہار گوشہ پر قائم ہے اور یہ منارہ بجائے ایک ستون کے زمین کے اندر سے بلند اور اسی سنگ پر
 واقع ہے۔

سنگ چہار گوشہ بھی زمین سے نکالا گیا اور منارہ کو نے کی چھال اور نیزہ سے سر سے
 پاؤں تک لپیٹ دی گئی تاکہ اس کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔

اس کے بعد بیالیس پیوں کی ایک گاڑی بنائی گئی اور گاڑی کے ہر پہیہ میں رسیاں لپیٹی
 گئیں اور ہزار ہا انسان اس ستون کے اٹھانے میں لگائے گئے۔

آخر کار یہ مشقت و محنت کے بعد ستون گاڑی پر رکھا گیا اور گاڑی کے ہر پایہ پر دس من
 کی ایک رسی باندھی گئی اور ہر رسی کو پھینچنے کے لئے دو سو فز دور مقرر کئے گئے۔

اس کے بعد گاڑی چلی اور بچہ شفقت و محنت کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارہ لائی گئی۔
بادشاہ نے دریائے جمنا میں تمام کشتیاں جمع کیں۔

واقعہ جو کہ اسی زمانے میں دریائے جمنا میں بزرگ و وسیع بھروں کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم
تھا اور بعض کشتیاں اتنی بڑی تھیں کہ اُس میں سات ہزار و پانچ ہزار من غلہ بھرا جاسکتا تھا۔
جموٹی سے جموٹی کشتی سبھی اتنی وسعت رکھتی تھیں کہ اُس میں دو ہزار من غلہ آسانی کے
ساتھ آجاتا تھا الغرض یہ کشتیاں جمع کی گئیں اور منارہ بچہ محنت و محنت کے ساتھ کشتیوں پر
رکھا گیا اور دریائی راہ طے کر کے یہ عجیب و غریب ستون کو شک فیروز آباد میں لایا گیا۔

اس زمانہ میں خاکسار مولف کا سن بارہ سال کا تھا۔

غرض کہ منارہ دربار فیروز آباد کے اندر لایا گیا اور جمعہ مسجد کے متصل ایک عمارت کی تعمیر
کا آغاز ہوا اس عمارت کو پہلو بہت کارگروں سے سنگ کھریل اور چونہ سے تیار کیا۔

عمارت کی جہر پوشش پر بادشاہ کی محنت و تدابیر سے منارہ کو اوپر چڑھاتے تھے اور
اُس کے بعد دوسرے پوشش کی ابتدا کرتے تھے۔

غرض کہ اس طرح منارہ مذکورہ پوشش پر بلند ہوتا گیا اور اب وقت آیا کہ منارہ راست
کیا جائے۔

اس مقصد کے لئے دس من کی متعدد دریاں تیار کی گئیں اور عمارت یعنی چوتراہ کی ہر
پوشش پر لکڑی کے چرخ باندھے گئے۔

اس کا ایک سر منارہ کے سرے پر باندھا گیا اور دوسرا چرخ سے باندھا گیا۔
ہزار ہا آدمی چرخ پر زور کرتے اور اُس کو چلاتے تھے اور مزدوروں کی بے انتہا
کوشش و قوت سے منارہ نصف گز بلند ہونے لگا۔

منارہ کے نصف گز بلند ہونے کے بعد ستون کے گرد چوب بزرگ سینبل کے تختے
بجائے بکلیہ کے رکھے گئے تاکہ منارہ چوتراہ پر نہ گر سکے۔

غرض اس طرح چند روز کوشش کی گئی اور بادشاہ کی نیت صادق اور خدا کے فضل و کرم
سے منارہ راست و ہموار ہو گیا۔

منارہ کے گرد سرے پاؤں تک بے شمار تختے لکڑیوں کے بندھے تھے تاکہ منارہ
ان تختوں پر قائم رہے اور کسی مقام سے خم نہ ہو۔

غرضکہ بادشاہ نے اپنی حکمت و تدبیر سے ایسا سنگین و بلند منارہ تیر کی طرح راست و ہموار بلند و بالا کر دیا جس کو دیکھکر انسان کی عقل قاصر ہو جاتی ہے۔

یہ منارہ ایسا راست و ہموار بلند ہوا کہ کسی مقام پر ذرہ برابر بھی خم نہ آیا۔ سنگ چہار گوشہ منارہ کو ہموار کرتے وقت زمین میں گارہ یا گیا اور منارہ اسی پتھر پر قائم کیا گیا۔

غرضکہ منارہ چند روز میں استادہ ہو گیا اور اُسی کے سرے پر سنگ سیاہ و سپید لگائے گئے اور سنگ سیاہ کے اوپر ایک قبہ مسی جس پر سولے کا طبع کیا گیا تھا بطور کلس کے نصب کیا گیا۔

منارہ مذکور تیس گز بلند تھا آٹھ گز چوڑا کے اندر ہے اور چوبیس گز بلند و بالا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس منارہ کو اُسی کے اصل مقام پر کس شخص نے کس تدبیر سے نصب کیا تھا۔

منارہ کے پاس چند سطریں ہندی میں چاندی سے کندہ کی گئی ہیں۔ فیروز شاہ نے بے شمار ہندو افراد کو جمع کیا تاکہ ان سطور کا مطلب مل ہو اور یہ پڑھی جائیں لیکن کوئی شخص اُس کے سمجھنے میں کامیاب نہ ہوا۔

ایک روایت یہ ہے کہ بعض اہل ہندو نے اُن سطور کو پڑھ لیا اور منارہ پر یہ مرقوم تھا کہ اس منارہ کو کوئی مسلم و غیر مسلم فرمانروا مدت دراز تک اس کے مقام سے قتل نہ کر سکے گا لیکن آخر زمانہ میں ایک مشہور فرمانروا فیروز شاہ نام پیدا ہوا جو اس منارہ کو اس مقام سے علحدہ کرے گا۔

غرضکہ یہ امر پادشاہ کی خوش عقیدگی کا ثمرہ تھا کہ تو فریق الہی سے وہ ہر ایسی آرزو و خواہش میں کامیاب ہوتا تھا۔

منارہ دوم کا جو کوشک نگار میں نصب کیا گیا اذنانہ یہ ہے کہ یہ منارہ میان و دو آب حوالی قصبہ میرٹھ میں واقع تھا۔ منارہ کو کوشک نگار زمین اس سے قدرے خرد ہے۔

فیروز شاہ نے اس منارہ کو بھی اسی حکمت عملی سے و نیز مختلف حکمتوں اور مشقت سے زمین سے نکال کر کوشک نگار میں نصب کیا۔

غرضکہ بادشاہ نے منارہ دوم کو کوشک نگار میں نصب کیا اور اس روز فیروز شاہ

نے خاص وعام کے لئے جشن مسرت مقرر کیا۔

شہر کا ہر باشندہ عیش و عشرت کا ستوا لاسٹھا اور ہر فرد غم و آلام سے آزاد ہوا۔
کوشک نگار میں شہرت کے لئے خم رکھے گئے اور ہر آئینہ دار کو عام اجازت تھی کہ برقعہ
خواہش جو شہرت پیے اور کسی شخص کو مخالفت کا خوف خطرہ بھی نہ تھا۔

غرضکہ منارہ قائم ہوا اور کوشک تیار کیا گیا اور بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر
آباد کیا۔

تمام خانان اور امراء فیروز شاہی نے اس شہر میں اپنے لئے عمارت تعمیر کرائیں۔
حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ان مناروں کو اس طرح نصب کرنا بادشاہ کا قابل
یادگار کا نامہ ہے جو کسی گوشہ دل سے فراموش نہیں ہو سکتا۔

پہلے یہ کہ ہر والد الغرم فرماؤا نے اپنی یادگار زمانہ میں چھوڑی ہے اور اسی طرح اپنی جانماری
و فراست و سیاست کا ثبوت دیا ہے چنانچہ سلطان حسن الدین التمش نے جامع مسجد دہلی کے
گرد و ایک منارہ بزرگ تعمیر کیا جس کا تفصیلی حال خود ناظرین کو بخوبی معلوم ہے۔

غرضکہ اس طرح ہر بزرگ و باقی فرماؤا نے بے شمار یادگاریں و شالیں چھوڑی ہیں جن
سے اُس کا نام نیک باقیام قیامت روشن و باقی رہے گا مگر یہ دو منارے عجیب جو فیروز شاہ نے
نصب کئے ایسی یادگاریں جن کا مثل تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

جس زمانے میں کہ امیر تیمور ہندوستان نشتر لیف لائے اور غلاتیق شہر بادشاہ کی
قد مہوسی سے مشرف ہوئی تا میر نہ کو نے چند روز شہر میں قیام فرمایا اور ہر تاجدار کی یادگار کو
ملاحظہ کیا۔

صاحبقران نے ان مناروں کو بھی ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ خدا نے تعالیٰ کی مشیت و حکمت
سے ہر تاجدار نے اس دنیا میں اپنی یادگار چھوڑی ہے لیکن ہر فرماؤا کی یادگار مدتِ ادا زمانہ سے
ناپید و ضائع ہو گئی ہے اور آج اس کا نام بھی کوئی شخص زبان پر نہیں لاتا لیکن یہ منارے سنگین جو
فیروز شاہ نے اپنی یادگار چھوڑے ہیں یہ باقیام قیامت باقی رہیں گے۔

امیر تیمور نے فرمایا کہ میں نے مختلف ممالک کی سیر کی ہے اور ہر شہر میں مختلف یادگاریں تمام
سلاطین روزگار کی دیکھی ہیں لیکن اس طرح کی کوئی شے میری نظر سے نہیں گزری۔
غرضکہ بادشاہ نے ان مناروں کے تمام تفصیلی حالات و اپنے عہد کے مشہور واقعات

دیگر فقرہ سے ان مناروں پر کندہ کرائے۔
جبکہ مختلف دور زمانے کے آئیں گے اور ہر قرن میں انسان ان مناروں کو دیکھے گا تو ہر شخص
یہی کہے گا کہ یہ کام انسانی طاقت سے باہر ہے۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کے شکار کے حالات

نقل ہے کہ فیروز شاہ ملکی معاملات میں اسرار سلطنت کو فوجی کے ساتھ مل کرتا تھا۔
بادشاہ نے ملکی مصالح کی وجہ سے سیر و سفر سے کنارہ کشی کر لی لیکن بعد کو خیال کیا کہ
سلاطین روزگار کے سیر و سفر میں غلطی کو آرام و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔
بادشاہ نے خیال کیا کہ سلاطین کو نیز کسی مصلحت ملکی کے جو سلطنت کا اصل رکن ہے سفر کرنا
مناسب نہیں ہے۔

چونکہ فیروز شاہ نے مفسد ان گیز پاکی طرف سفر کرنا ترک کر دیا تھا اس لئے شکار کا
ایک مشغلہ اختیار فرمایا جس کے ضمن میں بادشاہ مفسدوں اور حریفوں کی تنبیہ و تادیب کر دیتا تھا
فیروز شاہ کو شکار کا شوق ایام طفلی سے تھا اور بادشاہ کے عہد میں یہ مشغلہ بھی ملکی مہمات میں سے
ایک اہم مشغلہ قرار پایا۔

سلطان محمد تغلق نے بارہا فرمایا کہ ملک نائب امیر حاجب یعنی فیروز شاہ بچہ عاقل
و دانا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کو شکار کا بچہ شوق ہے اور اسی مشغلہ میں بچہ سستی و کوشش
کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان محمد تغلق نے بارہا فیروز شاہ کو نصیحت کیا اور کہا کہ شکار پر بند سے
گریز کر کے کھشک ملک کو شکار کرے۔

مختصر یہ کہ سلطان محمد نے فیروز شاہ کو بچہ نصیحت کی لیکن مرحوم سلطان کو معلوم نہ تھا
کہ فیروز شاہ ختم الملوک ہے اور اس کے شکار سے بھی بیشمار مسلمانوں کو نفع پہنچے گا۔

بادشاہ جب شکار کے لئے سفر کرتا اور شکار گاہ میں صید افگنی میں مشغول ہوتا تو اس وقت

بہد خوش و بشارت ہوتا اور جو شخص بھی اس وقت اپنی خواہش و آرزو کو پیش کرتا بادشاہ فوراً اس کی حاجت روائی فرما دیتا تھا یہ کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں مختلف قسم کے شکار کھیلے اور اس معاملہ میں حد سے زیادہ کوشش کی اور ہر قسم کے درندے جانور فراہم کئے۔ بادشاہ نے چھتے اس قدر جمع کئے جن کا شمار نہیں ہو سکتا تھا اور اس طرح بیشمار کتے فراہم کئے۔ بادشاہ نے اپنے عہد حکومت میں بیشمار شیر شکار کئے اور باز و جوی و ترمقی و شاہین شیر و فہر پرند اس قدر جمع کئے کہ انسان اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

تمام شکاری درندہ پرند بندگان بادشاہی کے سپرد تھے اور ہر جانور پر دو اور تین نذرندگان شاہی مقرر تھے اور تمام نگہبان جانور و اسب سوار بادشاہ کے ہمراہ چلتے تھے بادشاہ شکار کا اس درجہ شائق تھا کہ اپنی تالیس نشان جو مراتب شکار تھے بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے اور ایک فراسش خانہ ایک دہلیز ایک بارگاہ ایک خواب گاہ اور ایک گنبد ضیہ جو خاص فیروز شاہ کی یادگار تھا ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

فیروز شاہ شکار کے لئے روانہ ہوتا اور بادشاہ کے ہمراہ فوج بھی ہوتی تھی اور نیز تمام خانان و لوگ و شاہزادگان اس فوج کے برابر چلتے تھے۔

اس کے علاوہ پرٹاؤں کے دو نیزے جو خاص سلطان تغلق کی یکبارہ تھے فوج خاصہ شاہی کے مہینہ و میسرہ میں ہمراہ ہوتے اور نیز مہینہ کے ساتھ میں محافظان درندہ اور میسرہ میں نگہبان پرند فراہم ہو کر راہ لے کرتے تھے۔

فیروز شاہ کے اصطل میں گھوڑوں کا ذخیرہ بھی بہت کافی تھا۔ تمام بادشاہی جانور پانچ پائیگاہوں میں باندھے جاتے تھے جن کو بیچ محل کہتے تھے انشا اللہ تعالیٰ ہر پائیگاہ کا متصل حال بادشاہی کارخانہ جات کے بیان میں ہی ذکر ناظرین ہوگا۔ منجملہ ان پانچ پائیگاہوں کے ایک پائیگاہ شکرہ خانہ میں اور ایک ہزار دو سو گھوڑے شکرہ کے ہمراہ ہوتے تھے اس زمانے میں ملک پلان ایشیہ کا تھا اور ملک خضر کو نیابت کی خدمت سپرد تھی۔ بازیدگان و فوجداران شکرہ غایہ علمدہ چلتے تھے۔

شکرہ خانہ کا ہر کارکن امراء کے کبار میں داخل تھا اور شکرہ کے کپڑوں میں ہر امیر بہت سخی و کوشش کرتا تھا۔

چونکہ فیروز شاہ کو اس مشغلہ میں بھی اہمک تھا اسی لئے ہر امیر اپنے فرائض کو سیدہ سستی

و مشقت سے انجام دینا تھا۔ اور اس امر میں کوشاں رہتا تھا کہ بغیر عمر بھی اسی شغل میں گزر جائے
اس امر میں شکار کے وقت صاف شکار درست کرنے میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور
حقیقت یہ ہے کہ عجیب کو کم اور غیب اسرار تھا۔
فیروز شاہی شکار گاہ میں ایسی صف بندی ہوتی تھی کہ سلاطین قدیم میں بہت کم کسی نے
ایسی کی ہوگی۔

اگر کسی صاحب جاہ بادشاہ کو صف بندی شکار کا خیال بھی ہوتا تھا تو ایک ہی وقت یہ
انتظام ہوتا تھا اور اس کے بعد صف بندی توڑ دی جاتی تھی لیکن سلطان فیروز شاہ سات
سات اور آٹھ آٹھ روز اس قسم کی صف بندی کو قائم رکھتا تھا اور ہر روز اسی صف بندی میں
صيد افکنی ہوتی تھی۔

مختصر یہ کہ چونکہ بادشاہ نے اسی شغل شکار میں انواع و اقسام کے طریق صف بندی سے
کام لیا اس لئے یہ مورخ عقیف ہر صف بندی کا حال جداگانہ معروض تحریر میں لاتا ہے تاکہ
صاحبان بصیرت کو نصیحت آمیز سبق حاصل ہو جائے۔
افسانہ پرہ گور خروہ واضح ہو کہ گور خروہ جگل میں زندگی بسر کرتا ہے اور ہندوستان میں ایسا
مقام ویالپور اور سرتی کے درمیان واقع ہے۔

یہ سرزمین قطعاً آب ہے اور ہر جانب چند کوس تک خرابی خرابی ہے۔
اس زمین کا یہ حال ہے کہ سو گز گودنے کے بعد پانی برآمد ہوتا ہے اور اگر کوئی مسافر راہ
بھول کر اس جنگل میں آوارہ ہو جاتا ہے تو بے آبی کی وجہ سے سید مضطر و پریشان ہو کر جان کھوتا ہے
اسی لئے کہ پانی صرف دوسرے ہی ذیل پر دستیاب ہو سکتا ہے۔
گور خروہ کی خصلت یہ ہے کہ بے آب مقام پر رہتا اور ایک ایسی سرزمین میں سکونت اختیار
کرتا ہے جہاں اسی کوس تک پانی دستیاب نہ ہو اور یہ فاصلہ قطعاً خراب ہو۔

اس جانور کا خاصہ ہے کہ جب تشنہ ہوتا ہے تو اسی کوس زمین طے کر کے پانی کے پاس
آتا ہے اور پانی پنی کر پھر اپنے مسکن کو واپس آتا ہے۔
گور خروہ کا شکار صرف موسم گرما میں کر سکتے ہیں۔

اس جانور کی فطرت یہ ہے کہ گرمی کے زمانے میں ایک مقام پر ٹل کر رہتے ہیں۔
یہ جانور گرمی میں ٹل کر رہتے ہیں لیکن موسم سرما و زمانہ خشکالی میں ایک دوسرے کے علاوہ متفرق ہو جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ گورخا شکار کرے اور شکر گاہ کو سرستی اور بہر میں چھوڑ کر خود بدولت و سعادت گورخ کے شکار کے لئے روانہ ہوا۔

فیروز شاہ شکر گاہ سے سوار ہوا اور ارشاد ہوا کہ جن سواروں کے گھوڑے تروتازہ و قوی ہیں وہ ہمراہ رہیں اور ضعیف جانوروں کے سوار ہنگامہ میں مقیم رہیں۔

اس کے علاوہ بادشاہ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو بادشاہ کے ہمراہ رہے کاتین شہنشاہ روز کا ذخیرہ آب اپنے اور اپنے مہکم کے لئے مہیا و تیار رکھے۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق خانان و لوگ نے اونٹوں پر اور بعض افراد کے کہاروں اور گھوڑوں کی پشت پر پانی کا ذخیرہ ہمراہ لیا۔

فیروز شاہ عصر کے وقت شکر گاہ کو روانہ ہوا اور تمام شب تیزی کے ساتھ سفر کرنا ہوا اور دن کو ظہر کے وقت گورخ کے نقش کے قریب پہنچا۔

بادشاہ نے اس مقام پر پندرہ کوس کے گورخ شکار کی صفیں درست کیں اور اس کے بعد آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر حلقہ شکار کو چار کوس کے درمیان محدود کر دیا اور اس طرح بے شمار گورخ صفوں کے اندر آ گئے۔

بادشاہ نے شب کو اسی مقام پر منزل کی اور روز دوم بارگ شکار کو روانہ ہوا اور اس صبح سے شام تک صید لگتی کر کے مغرب کے وقت فرد گاہ کو واپس آیا۔

غرض کہ فیروز شاہ نے شب بھر اسی طریق پر بسر کی اور روز دوم و سوم دو گھنٹہ شکار کر کے شکر گاہ کو واپس آیا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ستر کوس کا سفر کر کے گورخا شکار کیا اور اس کے بعد شکر گاہ کو واپس آیا۔

ہرنی و گورنیل گائے کے شکار کا بیان

اس قسم کے جانور عالی برائن اور انوالہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ جانور زیادہ تر اُس مقام پر ہوتے ہیں جہاں جنگل بھی ہو اور گھاس اور پانی بھی پایا جاتا ہو اور اس قسم کا جنگل دہلی میں نہیں پایا جاتا۔

اسیام کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ رحمت پرور فرمانروا تھا اور اس بادشاہ نے ملک کی معموری اور رحمت کی مہارتہ حالی میں جید سعی و کوشش کی۔

بادشاہ نے پائے تخت کے قرب جوار کو اس درجہ آباد و معمور کیا کہ دہلی کے نواح میں اس قسم کے جنگلوں کا نام و نشان نہ رہا اور صرف حوالی بدائون میں ایک جنگل محض شکار کے لئے باقی رہ گیا بلکہ اخلال یہ تھا کہ بادشاہ کی انتہائی توجہ و کوشش کی وجہ سے یہ مقام بھی آباد و معمور ہو جائے گا۔

محقق سر یہ کہ بادشاہ ہر سال فیروز آباد سے سیر و شکار کے لئے روانہ ہوتا۔ فیروز شاہ اسی بدائون کے جنگل میں جو شکار کے لئے مخصوص کر دیا تھا آتا اور بے شمار جانوروں کا شکار کرتا تھا۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مورخ عقیف ہر وقت بادشاہ کے ہمراہ رہتا تھا۔ فیروز شاہ جلد سے جلد صحرا میں پہنچتا اور ارادہ کرتا کہ شکار کی صف بندی کرے تو ایک روز قبل تمام ششم و شکر کو حکم صادر ہوتا تھا اور تمام لشکر اسی شب کو طیل میں مقیم ہوتا اور رات کو دہل پاس میں بجائی جاتی تھی۔

بادشاہ اسی روز قیام گاہ سے کوچ کرتا اور تمام سوار دیبا دے احرار و غلام بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے اور نیزائیگاہ بھی بادشاہ کے ساتھ ہوتی۔

فیروز شاہ اُس روز ایک بلند مقام پر استادہ ہوتا تھا اور اسی بلندی کے نیچے سواران لشکر صف بندی کے لئے روانہ کئے جاتے تھے۔

بادشاہی حکم کے مطابق دو نشانہ شکار مہیا کئے جاتے تھے ایک نشان جانب راست اور دوسرا جانب چپ رہتا تھا دست راست کی جانب ملک نائب بار بک سواروں کو صف بندی کے لئے روانہ کرتا تھا اور دوسری طرف ملک عماد الملک یہ خدمت بجالاتا تھا۔ ان امر کے عقب میں نشان شکار ہوتے تھے اور ہر سوار دم ریز روانہ ہوتا تھا اور ہر خیل علیحدہ علیحدہ نظر سے گزرتا تھا ہر گروہ کے افراد صف بندی کے لئے تیار ہوتے اور سب سے پیشتر اسی گروہ کے نیزہ باز روانہ کئے جاتے تھے اور ان کے عقب میں سواران خیل دار چلتے تھے۔

بعض شخص خاص نے از روئے حد و انسان کی فطرت کا خاصہ ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ عرض لشکر کا اس سے بہتر موقع دوسرا نہیں ہے اس لئے کہ ہر خیلدار کے سوار اس وقت دم ریز گھوڑا دوڑاتے ہیں۔

بادشاہ کو ان اشخاص کی گفتگو بھی نہ معلوم ہوئی اور ان سے یہ کلام سکرینہ پھیر لیا۔ جب تمام سوار میدان کو روانہ کر دئے جاتے تھے اور ہر دو نشان دس کو س کے فاصلے پر نکل جاتے تھے تو بندہ گاہ خاص کو صف بندی کا حکم دیا جاتا تھا۔

بندہ گاہ خاص میں بھی ہر سوار پر ایک بیرق قومی ہوتی تھی اور یہ گردہ بھی شکار کا رخ کرتا تھا۔ امر کے بعد پانچ گاہ شکرہ خانہ کے اسپ روانہ کئے جاتے تھے اور کار خانہ جاست نشان کے عامل و کارکن بھی شکار گاہ کا رخ کرتے تھے۔

آخر میں فیضان شکاری روانہ ہونے تھے لیکن اگر صف بندی کا دور بڑا ہوتا تھا تو سواران پانچ گاہ ہاتھیوں سے پیشتر روانہ کئے جاتے تھے اور ان کے بعد ہاتھیوں کی باری رہتی تھی۔

مختصر یہ کہ ہر دو نشان اپنی اپنی جگہ پر بیجا ہوتے تھے اور اس مقام پر اس قدر آگ جلائی جاتی تھی کہ دھواں بلند ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ صف بندی مکمل ہوئی۔ اس وقت بادشاہ حکم دیتا تھا کہ سواران مذکور آہستہ آہستہ حلقہ صف بندی میں داخل ہوئی اور بار دیگر بادشاہی فرمان کہنیتا تھا کہ اس قدر احتیاط کی جائے کہ جانور ان شکار حلقے کے باہر نہ نکل سکیں۔

سوار حلقہ شکار میں داخل ہوتے تھے اور بادشاہ کا فرمان صادر ہوتا تھا کہ سوار آہستہ آہستہ میل مال کرتے ہوئے حلقہ شکار میں داخل ہوں اور بار دیگر یہ تاکید ہوتی تھی کہ جانور حلقے کے باہر نہ رہیں صید لگنی کا دور چھوٹا ہوتا تھا اور پہرہ کے سوار ایک یا دو صف میں منقسم ہو جاتے تھے اور دو صفوں سے تین صفوں میں تقسیم ہو جاتے تھے۔

یہ قرب طرفین کے سواروں کا اس دور بڑھ جاتا تھا کہ حلقہ شکار میں مقابلہ کے سوار ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

شب تمام ہونے کے بعد روز روشن ہوتا اور بادشاہ حکم دیتا تھا کہ ہر شخص حلقے کے اندر جس مقام پر پہنچ چکا ہے وہیں قیام کرے لیکن شکار گاہ میں کسی جگہ کا یقین نہ ہوتا تھا اور جو شخص کہ جس مقام پر پہنچ جاتا تھا وہیں قیام اختیار کرتا تھا۔

اسی طرح خیلداروں کے خیمے ایک دوسرے سے متصل پرپاکے جاتے تھے اور یہ اتصال ایسا مکمل ہوتا تھا کہ صف بندی کے دور کی طرح خیموں کا ایک دائرہ بن جاتا تھا اس لئے کہ

ہر خیل دار کا خیر اپنے دوسرے ہم مرتبہ فرد سے قطعاً متصل نصب کیا جاتا تھا اور اسی طرح صف بندی کا دور جو چار یا پانچ کوس ہوتا تھا اس کے گرد ایک دائرہ خیموں کا بھی بن جاتا تھا۔ خیموں کے دور کے مقابل لنگھوے باندھے جاتے تھے اور اس طرح صف بندی کے دور کے گرد ایک دو لنگھووں کا بھی ہوتا تھا۔

سراچ کے عقب میں خیلداروں کے قیام گاہ کا انتظام کیا جاتا تھا اور اسی طرح اہل بازار بھی اپنے خیل کے متصل قیام کرتے تھے۔

غرض کہ جب صف بندی کا دور مکمل ہو جاتا تھا تو صف بندی کے حلقے اندر جانوروں کی تحقیق کی جاتی تھی اگر شیر یا ہریا گرگ وغیرہ جانور حلقے کے اندر ہوئے تو بادشاہ میشران جانوران ہودی کا شکار کرتا اور اس کے بعد دوسرے جانوروں پر توجہ کرتا تھا۔ صف بندی کے زمانے میں دہلیز نہ ہوتی تھی بلکہ بارگاہ خواب گاہ و گنبد بربا کیا جاتا تھا۔

فیروز شاہ ہر خیلدار کو حکم دیتا کہ اپنے ماتحت افراد سے اپنے حلقے میں ہوشیار رہے اور ان افراد کو سرانے میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس حکم کی بنا پر تمام خیلدار اپنی اپنی چوکی میں ترکش باندھے ہوئے ہوشیار و بیدار رہتے تھے اور اسی طرح صف بندی کا ایک دور ترکش کا ہونا تھا۔

جب صف بندی کا دور اسی طرح مستحکم ہو جاتا تھا اور ہر جنس قسم کے شکار صف بندی کے حلقے میں نظر بند ہو جاتے تھے تو بادشاہ ہر روز شکار کے لئے سوار ہوتا تھا اور تقریباً پانچ سو یا چھ سو سوار شاہزادوں اور خاندان و لوک کے گردہ میں سے بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

بادشاہ صف بندی کے حلقے میں داخل ہو کر شکار کرتا اور اپنے شکار کے عقب میں تیر پھینکتا اپنے انگ کے مقابل میں جو خیلدار شکار مارتا وہ جانور بطور انعام اُس امیر کو عطا ہوتا تھا۔ فیروز شاہ اس طریقہ سے سات یا آٹھ روز شکار کھیلتا اور خود شکار کے عقب میں گھوڑا دوڑاتا بادشاہ جب ارادہ کرتا کہ صف بندی توڑ دی جاوے اور باقی ماندہ شکار کو گرفتار کر لیں تو شاہی حکم کے موافق ایک آتشیں تیر صف بندی میں پھینکا جاتا تھا اور دہل اور شہنائی بجائی جاتی تھی۔ اس آواز کو سن کر تمام خلائی حلقے کے اندر آ جاتے اور صف بندی کے اندر جو باقی ماندہ شکار ہوتا اُس کو لوٹ لیتے تھے۔

کبار اور کوئی جو سلطانی لشکر میں لازم تھے شکار کپڑے کے لئے دوڑتے اور ہر شخص کوئی نہ کوئی جانور گرفتار کر کے لے آتا تھا۔

پہرہ یعنی صف بندی کے زمانے میں اس قدر شکاری گوشت فراہم ہو جاتا تھا کہ کثرت کی وجہ سے خراب و گندہ بو پھیل جاتی تھی۔

نبض اشخاص شکاری گوشت میں زیرہ ملا کر شہر دہلی تک لاتے تھے۔ اگر بادشاہ جنگلی سمیٹوں کا شکار کرتا اور یہ جانور بہت ہوتے تو شاہی حکم کے مطابق ان کے لئے بھی شکاری صف بندی کی جاتی تھی لیکن ان جانوروں کے لئے ایک ہی وقت اس قسم کی صف بندی ہوتی تھی اور جب بادشاہ شکار سے فارغ ہو جاتا تو اسی وقت صف بندی توڑ دی جاتی تھی اس لئے کہ جنگلی سمیٹے اپنی بے انتہا قوت و طاقت کی وجہ سے ملحقہ صف بندی کے اندر زیادہ قیام نہ کر سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ہر سال سواری کرتا اور ہر سواری میں اسی قسم کی تین چار صف بندیاں کرتا تھا اور اس کے بعد اپنے جنگاہ کے ہمراہ دہلی کو واپس آ جاتا تھا۔ یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ اس قسم کی شاہانہ غریمت اور تاریخ میں اُس کا اندراج عقلمندوں کے لئے باعث مسرت ہے۔

شیر دہا ہی کے شکار کا افسانہ۔ فیروز شاہ کبھی کبھی ہر قسم کے جانوروں کا شکار کرتا تھا اور ہمیشہ سجد سخی و کوشش کے ساتھ شکار کے لئے سواری کرتا تھا اور ہر وقت شکروں کے اڑانے اور جانوروں کے شکار کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

فیروز شاہ اپنے قصر عزت میں قیام کرتا اور بادشاہ کے حضور میں شکرہ کو باؤلی دیتے تھے اور اگر سوار راہ میں ہوتا تو شکرہ بھی جانوروں پر اڑایا جاتا تھا۔

اگر بادشاہ کے سامنے کوئی چہار پایہ جانور آ جاتا تو اُس جانور پر چیتے اور سیہ گوش چھوڑے جاتے تھے حالت یہ تھی کہ بارہ ہزار بندہ کان باہلی بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ باہلی اس گروہ کو کہتے ہیں جو ہرن کے گرفتار کرنے کے دام جانوروں پر بار کر کے بار برداری کے جانوروں کے ہمراہ چلتے تھے۔

جب ہرن کسی مقام پر ٹھہر جاتے تھے تو دام دار افراد جال کو زمین پر بچھا کر جانوروں کو پکڑ لیتے بعض ہندگان باہلی زنگاؤں میں پر سوار ہوتے تھے اور پہلوانان زور آور بہادران نامدار کے

اتہنی دوفلاد کے پرکان ہاتھ میں لے کر چلتے تھے۔
جب کبھی کہ شیر کسی جنگل میں حصاری ہو جاتا تھا تو باہلی گروہ تمام وکمال زنگاؤں میں کھنچا کرتے تھے اور خود ان کی پیٹھ پر سوار ہو کر ملتے تھے۔
زنگاؤں میں شیر کو دیکھ کر اپنے شاخ باہم دیگر متصل کرتے تھے اور تمام جانور شیر پر نزعہ کر دیتے تھے۔

بندکان باہلی جانوروں کی پشت پر شیر کو نیزہ سے زخمی کر کے اُن کا شکار کرتے تھے۔
کبھی کبھی بادشاہ کے حکم سے بڑے بڑے جال شیر پڑا لے جاتے تھے اور دام کے چاروں طرف ہاتھی کھڑے کئے جاتے تھے۔

ہاتھی تل ہالی کرتے ہوئے دام پر ملتے تھے اور شیر کو دام کے نیچے گرفتار کر لیتے تھے۔
کبھی ایسا ہوتا کہ فیروز شاہ کے حکم سے ہاتھی شیر پر چھوڑے جاتے تھے اور شیر ہاتھیوں پر حملہ کرتا تھا اور بادشاہ خود شیر کو تیرے سے ہلاک کر دیتا تھا۔

اسی جانور کے شکار کا شغل اس حد کو پہنچ گیا کہ چند جانور بادشاہ کے دربار کے روبرو باندھے جاتے تھے جن میں سے نصف جانور، بار کے جانب راست اور نصف جانب چپ رکھے جاتے تھے۔

اسی طرح اگر تلی اور دھندی میں مچھلیاں پائی جاتیں تو بادشاہ حکم دیتا کہ وہ دام ہائے بزرگ جو مادہ فیل پر بار کئے گئے ہیں تلی اور دھندی میں سمجھائے جائیں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی جاتی اور تمام مچھلیاں پکڑ لی جاتی تھیں۔
اس میں شبہ نہیں کہ سلطان فیروز شاہ نے اس معاملہ شکار میں اس درجہ کوشش کی کہ اس کی نظیر شاہانِ ماضی کے حالات میں نہیں ملتی۔

اسی طرح بادشاہ نے دو اتہنی دیگ تیار کرائی تھیں اور یہ ظروف اس درجہ بڑے تھے کہ ہر دیگ میں سو جانوروں کا گوشت پک سکتا تھا۔

ان دیگوں کے لئے دو چلے دس پایہ کے تیار کئے گئے تھے اور دیگدوبہ و دیگدوبہ کو ایک سو تیس کبار بادشاہ کے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے۔

جب کسی منزل میں بادشاہ کا قیام ہوتا اور شکاری جانوروں کا گوشت بیکار ہو جاتا تو یہ گوشت دیگدوبہ میں پکایا جاتا اور خلق اللہ کو تقسیم کیا جاتا تھا۔

غرضکہ بادشاہ دین پناہ نے اپنے عہد حکومت میں ہر شے نادر و نگار ایجاد کی اور اپنا نام بیک یادگار چھوڑا بہ خلاف دیگر شاہان گزشتہ کہ ان کے کارنامے اُسنی کے ساتھ ختم ہو گئے اور نام و نشان باقی نہ رہا جن کی شرح و تفصیل عقلا کے لیے عبرت انگیز سبق ہے

گیارہواں مقدمہ

اُن مختلف عمارات کے بیان میں جو فیروز شاہ نے تعمیر کیں

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے عمارات کی تعمیر میں خاص طور پر کوشش کی اور جان و دل سے اس امر کو انجام دینے میں مصروف ہوا۔

دہلی کے کسی سلاطین و بادشاہ نے جو تخت حکومت پر نہ تھکا ہوا کہ صاحبِ مہم اس درجہ عمارات کی تعمیر میں اس قدر عہد و جہد نہ کی ہوگی جو فیروز شاہ سے ظاہر ہوئی۔

کسی بادشاہ نے ممالک و بلاد فتح کرنے کے باوجود بھی اس امر میں اس قدر سعی و کوشش نہیں کی۔ غرضکہ بادشاہ کا یہ شوق بھی اپنی آپ ہی نظیر و مثال ہے۔

فیروز شاہ کو تعمیر سے اس قدر اہماک تھا کہ اُس نے شہر و حصار و کوشک و بند و بندر و مسجد و مقبرہ غرضکہ ہر قسم کی مینار عمارات تعمیر کرائیں چنانچہ شہر حصار فیروزہ و فتح آباد کے حالات سے مورخ ناظرین کو مطلع کر چکا ہے۔

اسی طرح بادشاہ نے شہر فیروز آباد و فیروز آباد ہارنی کہیرہ و دقلق پور کا سند و تعلق پور ملک کوت و شہر جونپور و غیرہ آباد و مہمور کئے۔

بادشاہ نے ہر مقام و ہر شہر میں آرام و آسائش کے لئے مستحکم و مضبوط حصار و قلعہ جات تعمیر کئے اور ان عمارات کو بخوبی مضبوط و مستحکم کیا۔

بادشاہ نے حصار و بلاد کے علاوہ ہر تکلف کو شک بھی تعمیر کئے چنانچہ کوشک فیروز آباد و کوشک نزولی و کوشک ہندواری و کوشک شہر حصار فیروزہ و کوشک فتح آباد و کوشک جونپور و کوشک شکار و کوشک بند فتح خاں و کوشک ساپورہ و دیگر محلات بادشاہ کی یادگار ہیں۔

اسی طرح بند کے اقسام میں بند قح خاں و بند ماجہ جہاں بادشاہ نے آب زفر میں بھی ڈالا تھا اور بند مہبال پور و بند شکر خاں و بند ساہورہ و بند بھینہ و بند وزیر آباد وغیرہ بھی بید مضبوط و مستحکم تیار کئے گئے۔

ان عمارات کے علاوہ خانقاہیں اور سرائیں مسافروں کے قیام کے لئے تعمیر کی گئیں معتبر روایت نے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے ہندو گائے خدا کے آرام کے لئے دہلی میں ایک سو بیس خانقاہیں تعمیر کرائیں۔

بادشاہ نے یہ تجویز فرمایا کہ ہر چار جانب سے مسافرائیں اور ان سراؤں میں قیام کریں اور ہر خانقاہ میں مسافر تین روز شاہی مہمان ہیں اور اسی طرح ایک سو بیس خانقاہوں میں تین سو ساٹھ روز یعنی تمام سال بطور مہمان قیام کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ کی نیک نیتی کی کیا تعریف کی جاسکتی ہے۔

بادشاہ نے ہر خانقاہ میں متولی و عہدہ دار سنی مقرر فرمایا ہے اور ان خانقاہوں کے اخراجات خزانہ شاہی سے ادا کئے جاتے تھے۔

غرض کہ فیروز شاہ نے ہر مقام اور ہر موقع پر جو عمارتیں تعمیر کرائیں وہ تمام و کمال نیتہ متیں جن میں سوادراؤں کے چوبندہ کا نام و نشان ناک نہ تھا۔

فیروز شاہ کے عہد میں ملک بخاری شخمہ میر عمارت تھا جو کار عمارت میں سید سسی و کوشش کرتا تھا۔

اس امیر کو بادشاہ نے چوب زر عطا فرمائی تھی اور عبدالحق عرف جابر سوند ہار کو گزیریں عطا ہوا تھا فیروز شاہ علم عمارت کے ہر گروہ میں ایک چالاک شخمہ مقرر فرمایا تھا چنانچہ سنگ تراش و چوب تراش و آہنگار اور دروہ آراہ کش و چونہ دیز و راج وغیرہ ہر فرقے میں ایک تیز و چالاک شخمہ متعین تھا۔

مختصر یہ کہ ایسا عظیم الشان عمارت خانہ جو فیروز شاہ کے عہد بابرکت میں بنایا ہوا کسی بادشاہ کے عہد میں تعمیر نہ ہوا تھا اس لئے کہ عمارت خانہ میں لاکھوں روپے صرف ہوئے بلکہ یہ کہنا سب لاف نہ ہو گا کہ بیشمار مال اس میں خرچ کیا گیا۔

عہد فیروز شاہی میں مغایر شاہان گزشتہ و اولیائے کرام کی مہمت و ہمت بادشاہ نے اپنے عہد مہلت میں شاہان گزشتہ و دینار و دیا و شاہی کے تقابری بھی

محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے درست کیا۔

فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضیہ کی قبروں کی از سر نو مرمت کرائی۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا یہ کارنامہ محض رضائے الہی حاصل کرنے اور خود بادشاہ کی نیک نیتی و دیانت داری پر محمول ہو سکتا ہے ورنہ بادشاہانِ عالم نے اپنی عظمت و جلال کے مقابلے میں خود شاہانِ گزشتہ کے حالات کی بھی خبر نہیں سنی ان کے مقابر کا خیال و مرمت کا تو ذکر ہی کیا ہے یہی وجہ ہے کہ سلاطینِ اسلاف کی قبور اکثر خراب و پست رہتی ہیں اور یہی حال اب ہوا جس کی وجہ سے ان مقابر کے متعلقین کو پریشانی لاحق ہوئی۔

آئینِ جہاندار کی یہ مقررہ رسم ہے کہ ہر بادشاہ غانِ حکومت ہاتھ میں لیکر ادبِ برکات کے لئے چند قریے وقف کرتا ہے اور ان سواضع کی آمدنی انھی اصحاب کے زمرے کے سپرد کرتا ہے تاکہ ان اصحابِ برکات کی رحلت کے بعد ان کی خالقا ہوں اور مادرِ سرس میں خیر جاری رہے لیکن عہدِ فیروز شاہی میں یہ تمام قریات و قصبات خراب و برباد ہو گئے تھے اور اہل خالقا پریشان ہو کر اس درجہ ناامید ہوئے تھے کہ تمام مقابر تیرہ و تار ہو گئے تھے۔

سلطانِ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و الہامِ ربانی سے اپنے عہد میں فراست و یکاست سے کام لیا اور اس کا رخسہ میں سجدہ سعی و کوشش کی۔

بادشاہ نے تمام سلاطین کے مقابر کی مرمت کرائی اور جس قدر قریات و قصبات کہ اس سے قبل ہر مقبرہ کے لئے مختص تھے اور جو بچہ خراب و ویران ہو گئے تھے اور جن کی رعایا ہلاک ہو گئی تھی ان کو از سر نو آباد و معمور کیا اور جو مجاور و خدام مقابر منتشر و پریشان ہو گئے تھے اور ہر شخص مختلف مقامات پر آوارہ وطن ہو چکا تھا ان تمام اصحاب کو جمع کیا اور سلاطین و پیشوایانِ ملت کے مقابر کو آباد کیا۔

بادشاہ نے سلاطین کی طرح مشایخ و علما کے مقبروں اور خالقا ہوں کی بھی مرمت کرائی اور ان مقدس مقامات یعنی سلاطین و مشایخِ اہل دین کے حفیروں اور مقبروں میں یہ جدت کی کہ ان کے گنبدِ دل کے دروازوں میں چوبِ صندل کے تھننے لگا کر ہر مقبرہ کو از سر نو آراستہ کیا۔

کیا عجیب بات ہے کہ اس بادشاہ دیندار کے عہد میں زندہ و مردہ کو یکساں نفع

پہنچا رہا۔

عجیب نزام یہ ہے کہ بہت ملکی کی وجہ سے کار عمارت کسی وقت بیکار و معطل نہ رہا۔
قاعدہ عام یہ تھا کہ جب کسی عمارت کا آغاز ہوتا تو دیوان وزارت کے ضروری سامان کی
برادری تیار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا اور تمام مال عہدہ دار و کارکن عمارت کے سپرد
کر دیا جاتا تھا اس کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوتا تھا۔
غرض کہ اس طرح چالیس سالہ عہد فیروز شاہی میں اقسام و انواع کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

بارھواں مقدمہ

بادشاہ کا بیکار امراء کے حالات پر توجہ کرنا

نقل ہے کہ ہر بار بادشاہ کی شکار سے واپسی ملک کے لئے باعث خیر و مبارک ثابت
ہوتی تھی۔

کو تو ال مالک جو بچہ دلیر و باوقار و نیر صاحب عدل و انصاف امیر تھا اپنے فرائض
منصوبی کو بچہ ہوشیاری و خبرداری سے انجام دیتا تھا۔

بادشاہ نے کو تو ال مذکور کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ بیکار افراد شہر
میں جس مقام پر ہوں ان کو فیروز شاہ کے حضور میں پیش کرے۔

کو تو ال شہر محلہ کے ہر محلہ دار کو اپنے روبرو طلب کرتا اور ہر ایک شخص کے احوال سے
آگاہی حاصل کرتا تھا طبقہ شرفا میں جو افراد کہ بیکار و بے معاش عسرت و غربت کے عالم
میں زندگی بسر کرتے تھے وہ شرم و غیرت کی وجہ سے کسی کو اپنا منہ نہ دیکھتے تھے۔

میر محلہ اس قسم کے شریف بیکاروں کو کو تو ال کے پاس حاضر کرتے اور ملک نیک نام
کو تو ال ان افراد کے نام و کیفیت و حالات کو قلم بند کر لیتا تھا اور مناسب موقع پر ان افراد کو
بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔

فیروز شاہ ان افراد میں ہر شخص کو اس کے بزرگوں کے نام سے شناخت کر لیتا
اور کسی نہ کسی شغل و کام میں ان کو لگا دیتا تھا۔

سبحان اللہ بادشاہ کے قلب و دماغ اور اس کی مردم شناسی کی کیا تعریف کی جائے

کہ جس شخص کو بادشاہ نے کبھی دیکھا ہی نہ ہوتا تھا اور اس کے حال سے قطعاً لاعلم ہوتا تھا اس کو بھی اُس شخص کے اسلاف کے حالات سے پہچان لیتا تھا۔

مختصر یہ کہ بیکار گروہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا اور فیروز شاہ ہر فرد کو کسی بھی شغل اور کام میں اُن کو لگا دیتا تھا۔

اگر بیکار شخص اہل قلم میں ہوتا تو اس کو بادشاہ کا خانہ میں ملازم کرتا تھا اور اگر مغبول کا کرکن ہوتا تو اُس کو خانہ جہاں کے سپرد کر دیتا تھا۔

اگر امیدوار عرض کرتا کہ اس کو فلاں امیر کے سپرد کر دیا جائے جو صاحب جاگیر ہے تو بادشاہ اس جاگیر دار کے نام فرماں روانہ کرتا اور امیدوار جاگیر دار کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔

ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بیکار رہتا اور جس مقام پر کہ یہ بیکار افراد مقرر کئے جاتے تھے وہاں ان کی جگہ مجید مضبوط و مستحکم ہوتی تھی۔

سبحان اللہ بادشاہ نے اس قدر افراد کو کام سے لگا دیا۔

بادشاہ نے اس معاملہ میں بار بار فرمایا کہ کارکن افراد بیکاری کے عالم میں مجید رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور تفرکی وجہ سے سر نہیں اٹھا سکتے۔

یہ افراد روزانہ دربار کے سامنے بیٹھتے اور اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کون شخص شاہی غائب میں گرفتار ہوا اور کون معزول اور کون قید کیا گیا۔

بیکار افراد اس انتظار میں نماز صبح کے وقت گھر سے نکلتے تاکہ اگر کوئی شخص معزول و معنوب ہوا ہو اور دوسرا فرد اُس جگہ پر مقرر کیا جائے تو ہم بیکار افراد اس کی کوشش کریں ان کو اپنے مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے تو دل سے آہ کرتے ہیں اور عید ماپوس و رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔

فیروز شاہ نے بار بار فرمایا ہے کہ میں نے اس لابی یعنی تعلق کو ان کے قلوب سے دور کر دیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جس مقام پر کسی بیکار شخص کا پتہ چلتا تو بادشاہ اُس کو فوراً کسی شغل میں لگا دیتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا فیصل کس درجہ قابل تعریف تھا اور اُس کی نیت کیسی خالص و عمدہ تھی بادشاہ کی ہر نیت خیر پر مبنی تھی اور اُس کے ہر قول و فعل میں غلبہ آخرت موجود تھی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اعمال کا ثمرہ نیت کے مطابق ملتا ہے چنانچہ اس قول پر پاشاہ نے عمل کیا اور دارین میں نیک نام ہوا۔

تیسرا حصہ مقدمہ

فیروز شاہی کارخانہ جات کی شرح و تفصیل

روایت ہے کہ فیروز شاہ کی سرکار میں جمعیتیں کارخانے تھے اور بادشاہ کو اسباب کارخانہ جات جمع کرنے کا بید شوق تھا۔

ہر شاہی کارخانہ میں سجد نفیس و بیش قیمت چیزیں موجود رہتی تھیں اور ہر کارخانہ کا اسباب حد شمار سے باہر تھا۔ ہر کارخانہ کا تمام اسباب طلائی و نقرئی مرصع و مکمل تھا۔

ہر سال ہر کارخانہ میں بیشاد رقم خرچ ہوتی ہے چنانچہ ان جمعیتیں کارخانوں میں بعض کارخانہ راہین تھے اور بعض غیر راہین۔

راہین کارخانوں میں جہیل خانہ و پایگاہ و سلخ و شراب خانہ و شمع خانہ و شتر خانہ و سنگ خانہ و آبدار خانہ وغیرہ داخل تھے۔

ان کارخانوں میں ہر روز بیشاد رقم خرچ ہوتی تھی چنانچہ راہین کارخانوں میں ہر ماہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے خرچ ہوتے تھے۔

اس رقم میں کارخانوں کے اسباب کی قیمت و عمال کارخانہ کی تنخواہ داخل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے تقریبی خرچ راہین تھا۔

کارخانہ جات غیر راہین کا خرچ مقرر نہ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کارخانوں میں ہر سال اسباب کی اخراجات ہوتی تھیں اور نئے اسباب سالانہ آتے رہتے تھے۔

جہاں کارخانہ میں عدا و دیہادی و تابستانی اسباب کے چھ لاکھ تنگے سالانہ سرکاری اسباب کی خرید میں صرف ہوتے تھے۔

محل خانہ میں علاوہ اخراجات سہ ماہی و عمال کی تنخواہ کے اسی ہزار تنگے ہر سال خرچ ہوتے تھے۔

فراش خانہ میں فرشیں پر دو لاکھ تنگے صرف ہوتے تھے
غرضیکہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس قسم کے فرمائشات کا سلسلہ برابر جاری رہا
اور ہر کار خانہ کسی کیسی اعلیٰ امین خان کی نگرانی میں سپرد تھا چنانچہ جامدار خان ملک علی دکن اسماعیل
کے سپرد تھا جو میر جامداری مینہ کے نگران کار بھی تھے۔

پہل خانہ کے افسر ملک شاپہن سلطان و شکوہ خان کے ایک خضر ہمسہ اسم اور
عسل خانہ و پائیکہ خاص و رکاب خانہ کے ملک محمد حاجی اور زراہ خانہ و سلاح خانہ کے
ملک مبارک کبیر سلامدار خاص و وکیل در تھے

لشت دار خانہ ہلال خاں اور جوہر خانہ سلطانی اشرفی خواجہ نبیاں سر و سلطانی
کے سپرد تھا اسی طرح ہر کار خانہ کے منتظم خاں کبار و ملوک نامدار تھے۔

ہر کار خانہ کے اہل تصرف کو بادشاہ خود مقرر کرتا تھا چنانچہ ملک کمال الدین
نورتن خان جامدار خانہ کا حاکم مختار تھا جو صاحب بند سبب بھی تھا۔

اسی طرح ہر کار خانہ کے حاکم مختار امیران نامدار تھے جن کا نقشہ بادشاہ فرماتا تھا
اسی زمانہ میں علم خانہ و رکاب خانہ و سبیل خانہ و میسرہ کے عہدہ دار معہوج عقیق
کے پدر و عم تھے جن کے بجائے ان کارخانوں میں مورخ نگرانی کی خدمت بجالاتا تھا۔

اس کے علاوہ ان معاملات کے بارے میں بار بار بادشاہ نے فرمایا ہے کہ دینوی
حکمت میں بھی دو گوہر شریف میں جو دوہر شریف کے ساتھ عالم میں موجود ہیں ایک قسم تو اقطاع
و برگنائت و معاملات میں اور دوسرا گوہر کار خانہ جات میں چنانچہ لکھو کھار و پیہ اقطاع
کا معمول جمع ہوتا ہے اور اسی طرح لکھو کھار و پیہ کار خانہ جات میں جمع ہوتے ہیں اور
یہی وجہ ہے کہ میرے ایک کار خانہ کا خرچ شہر ملتان کے اخراجات سے کم نہیں ہے۔

بادشاہ نے تمام چھتیس کارخانوں میں مال و خرچ کرنے والے خود مقرر فرمائے تھے۔
خواجہ ابو الحسن نام کار خانہ جات کا منتظم و حاکم تھا بادشاہ جو فرمائش کرتا بیشتر
خواجہ ابو الحسن کے نام فرمان آتا اور وہ تمام منتظمین کار خانہ جات کو حکم دیتا اور فرمان شاہی
کہ آن واحد میں تعمیل ہو جاتی تھی۔

اس زمانے میں کار خانہ جات کا محکمہ دواغی علیہ مستغیا جہاں تمام کار خانہ جات کے
حساب و کتاب کی نتیجہ ہوتی تھی۔

اگرچہ کارخانہ جات کے عمال سے دیوان وزارت میں بھی محاسب ہوتا تھا اور جس طرح کہ دیوان وزارت کے عمال اقطاعات کا حساب و کتاب جانچتے تھے اسی طرح کارخانہ جات کا محاسب بھی کرتے تھے۔

ہر شاہی کارخانہ میں بیشمار محاسب ہوتا تھا اور اُس میں خاص طور پر فراش خانہ و پیل خانہ و علم خانہ و پائیگاہ میں بھی حساب و کتاب کی تنفیذ کثرت سے ہوتی تھی۔

ان کارخانہ جات کے افسر سہ ماہی رقم اخراجات حاصل کرتے تھے۔

فیروز شاہ کی پائیگاہ پانچ مقامات سے مخصوص تھی پائیگاہ بزرگ سہروان و سلطان پور میں تھی اور دوم قبلہ میں اور سوم دربار شاہی کے اندر جس کو پائیگاہ محل خاص کہتے تھے چہارم پائیگاہ لشکر خانہ خاص اور پنجم پائیگاہ بارگیر داران بندگان خاص۔

مذکورہ بالا پانچ پائیگاہوں کے علاوہ کئی ہزار گھوڑے حوالی شہر دہلی میں چرتے تھے جن کو سرخیج بھی کہتے تھے۔

اس کے علاوہ کارخانہ تقریبی شتر ملکہ تھا اور اس کارخانہ کا عہدہ دار ملک دل شاد تھا جس کو اُسی زمانے دل شاد و شہنشاہ کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔

دل شاد مذکور کو سلطان ابو بکر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں صفدر خاں کا خطاب اور چتر لعل عطا کیا تھا۔

کارخانہ لغیر میں بیشمار شتر موجود تھے جس میں اکثر جانور مختلف مواقع میں چرتے تھے۔ یہ جانور حوالی شتر و بلاہن میں چرتے اور یہ تمام مواقع ساربانوں کے وجہ معاش میں عطا کئے گئے تھے۔

چند جانور شہر میں بھی چرتے تھے۔

بادشاہ کی سواری کا وقت آتا اور تمام جانور شہر میں لائے جاتے تھے اور ہر سال اونٹوں کا اضافہ ہوتا تھا اس لئے کہ تمام جاگیردار ہر قسم کی بغیس و بیش قیمت اشیاء بادشاہ کے غلام میں پیش کرتے تھے اور انہیں تحائف میں شتر بھی پیش کئے جاتے تھے سبجان اللہ کیا بابرکت و عسکہ دور ملک تھا جس میں ہر قسم کی راحت و آرام کا سامان موجود تھا۔

عبد فیروز شاہی کی ایک برکت یہ تھی کہ چالیس سال کامل سخت محاسبہ کسی شخص سے

نہ کیا گیا دیگر محاسبان ملک نے جب دیکھا کہ فیروز شاہ خدا کی توفیق و مدد سے تمام غلات و عایا پر احسان و لطف کرتا تھا اور باوجود استغناء و دولت و وسعت سلطنت کے کسی شخص کے گناہ کبیرہ کی بھی باز پرس نہیں کرتا تھا تو یہ حال بھی رعیت سے نرمی و آسانی سے پیش آتے تھے۔

فیروز شاہ کے عہد میں اگر کسی جاگیردار سے محاسبہ کیا جاتا تو جس وقت کہ یہ جاگیردار بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کرتا تو جاگیردار کو فوراً دیوان وزارت میں حاضر کر لیتے اور اُس کے جمع و خرچ کا اندازہ کرتے اور اس کے بعد اس شخص کو سخت شاہی کے روبرو حاضر کرتے اور جو رقم کہ بقایا ہوتی اُس کی باز پرس نہ کرتے۔ غرضیکہ ان سوال و جواب کے بعد جاگیردار کو اُس کے وطن روانہ کر دیتے۔

اسی طرح سال تمام پر تمام کارخانہ جات کے محرر دیوان وزارت میں حاضر کئے جاتے تھے اور ان سے محلات وصول کر لیتے تھے اور باقی از رقم نقد و جنس کا حساب نہ کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ چالیس سالہ عہد حکومت میں کہ حال سے سختی کے ساتھ محاسبین کیا جاتا تھا۔ اس امر سے بادشاہ بے خبر نہ تھا بلکہ دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا اور حال کے تمام فرائض کے محاسبہ سے چشم پوشی کر لیتا تھا۔

غرضیکہ اس عہد بابرکت کے حال جس عیش و مسرت میں زندگی بسر کرتے تھے اُس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

خدا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جس طرح فیروز شاہ رعیت سے سلوک کرتا اور ان کے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے چشم پوشی کرتا تھا اسی طرح خداوند کریم انتظام مملکت و امور سلطنت کے سوال و جواب میں خود بادشاہ سے سخت باز پرس نہ فرمائیگا اور اُس کو اپنے رحم و کرم سے بخش دیگا جس طرح کہ بادشاہ و فرمانروا دنیا میں تمام غلات کے سردار ہیں اسی طرح آخرت میں اُن کا محاسبہ بھی سبب سخت ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حسب معمول جس طرح کہ تمام انبیاء کرام بیت المقدس کے اندر دفن ہیں حضرت کو بھی اُسی مقدس مقام کے اندر دفن کرنے کے لئے جنازہ شریف لے گئے اور ارادہ کیا کہ اندرون بیت المقدس دفن کریں۔

بیت المقدس کے اندر سے صدا سے غیب آئی کہ یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے باہر دفن کر داس لئے کہ یوسف علیہ السلام علادہ نبی ہونے کے مصر کے بادشاہ بھی تھے اور اگر چہ یوسف نے زعیاد مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کیا لیکن بریں ہم ان سے محاسب کیا جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت یوسف بیت المقدس کے باہر دفن کئے گئے حالانکہ اکثر انبیاء اس مقدس مقام کے اندر دفن ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے دروازہ پر دفن کیا گیا۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کس درجہ جنتی فرمانروا تھے۔

روایت ہے کہ مصر میں ہفت سالہ قحط نمودار ہوا جس کی وجہ سے تمام اہل مصر نے بیکہ تکلیف اٹھائی اور کوئی فرد بشر بھی بستر پر آرام سے نہ سویا۔ اس زمانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور ایک نوحہ بھی غذا کی طرف غشی سے ہاتھ نہ لے گئے۔

لوگوں نے سوال کیا کہ آپ شکم سیر ہو کر کیوں نہیں غذا تناول فرماتے حضرت نے جواب دیا کہ اگر شکم سیر ہو گا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔

اگرچہ حضرت یوسف پیغمبر تھے لیکن بریں ہم فرمانروائی کے فرائض ادا فرماتے تھے لیکن باوجود حضرت کی اس احتیاط کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیاء کے چہ ماہ بعد جنت میں داخل ہوں گے اور یہ زمانہ مقام حساب میں بسر ہو گا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فیروز شاہ اس عالم میں آخرت کے حساب کے خوف سے بید کی طرح رزق اٹھاتا رہا اس لئے بندگان خدا کے ساتھ نرمی و لطف سے پیش آتا تھا۔

چودھواں مقدمہ

سکہ ہرشش گانی کی تشریح اور اس کا فصل بیان

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے بھی اپنے عہد حکومت میں شل و بگشاہان عظیم الشان کے

مختلف اقسام کے روپیے اور اشرفیال ایجاد کیں چنانچہ تنگہ زر و نقرہ میں وزیر سیکہ چل دہشت گانی و مہر بست و پنج گانی و بست چار گانی و دوازدہ گانی و وہ گانی و ہشت گانی و شش گانی و مہر ایک چٹیل بادشاہ کے مروجہ ہو سکے ہیں۔

اس ایجاد کے بعد فیروز شاہ نے خیال کیا کہ اگر اہل ہند اور جو مجلس و نادار ہیں کوئی شے خرید کریں اور قیمت ادا کرنے کے بعد نیم چٹیل یا ایک دانگ باقی رہ جائے اور ظاہر ہے کہ اس دکاندار کے پاس دانگ کا خردہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر راہ گزر اپنی رقم باقی رکھے تو یہ رقم ضائع ہو جائے گی اور اگر دکاندار سے طلب کرے تو چونکہ اسی قسم کا سک موجود نہیں ہے وہ کیونکر ادا کرے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ خریدار و دکاندار میں محبت و نفاذ ہوگی۔ فیروز شاہ نے اسی خیال کی بنیاد پر نیم چٹیل یعنی روپیہ اور مہر دانگ چٹیل یعنی تنگہ بھی ایجاد کی تاکہ فقرا و مساکین کا مقصد حاصل ہو جائے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہی عہد میں دار الضرب مہر شش گانی کجہر شاہ کے سپرد تھا اور یہ عہدہ دار اس سک کے تیار کرانے میں بحد سہی و کوشش کرتا تھا۔

عہدہ فیروز شاہی میں کئے لاکھ تنگے کی مہر شش گانی کجہر شاہ کی نگرانی میں تیار ہوئیں۔ اس زمانہ میں دو ہوشیار و چالاک بندہ گان بادشاہی کے تحت شاہی کے دربار حاضر ہو کر بادشاہ سے عرض کیا کہ مہر شش گانی میں عمال سلطانی نے دو جہنقرہ کی کمی کر دی ہے اگر بادشاہ اس کا امتحان فرمائیں تو حق و باطل کی تمیز ہو جائے گی اور ان عہدہ داروں کو ان کے اعمال کی سزا بگنتنی پڑے گی۔

فیروز شاہ نے یہ معاملہ وزیر کے سپرد کر دیا اور اس زمانے میں خانہ ہاں زندہ و مستحق جس نے سزا میں رحمت کی ہے۔

مختصر یہ کہ اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ سلاطین مہر کی مثال دو شیزہ و خنجر کی ہے اگر سوء اتفاق سے یہ دو شیزہ صحیح یا غلط کسی وجہ سے بدنام ہو جاتی ہے تو باوجود حسن و جمال کے کوئی شخص اس کا خریدار نہیں ہوتا اسی طرح اگر سلاطین عالم کی مہر طبع انگیر گفتگو کی وجہ سے صحیح یا غلط کسی سبب سے کم مشہور ہو جاتی ہے تو فوراً بدنام ہو کر تمام عالم میں ناقص مشہور ہو جاتی ہے اور پھر کوئی شخص اس کا خواہاں نہیں رہتا۔

وزیر کی یہ گفتگو سن کر بادشاہ نے فرمایا کہ اس معاملہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے اور

کو نہ ساطریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق و باطل آشکارا ہو جائے۔
وزیر نے عرض کیا کہ اس معاملہ کو پہل چھوڑنا بھی بُرا ہے اور علانیہ اس کا امتحان کرنا بھی نازیبا ہے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اس راز کو مفصل بیان کرو تا کہ میرے دل سے شبہ دور ہو جائے۔
وزیر نے عرض کیا کہ مخبروں کو قید کرنا چاہئے اور اس کے بعد خلوت میں بیٹھ کر مہر کا امتحان کرنا چاہئے مخبر فوراً قید کر دیئے گئے اور دیوان وزارت کے قید خانہ کے سپرد کئے گئے اور مہر کی آزمائش دوسرے روز پر اٹھارکھی گئی۔

خانجہاں دربار شاہی سے واپس ہوا اور اس نے کجہر شاہ کو طلب کیا اور اُس نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ کم مایہ عامل کو زر کی طبع بہت ہوتی ہے اور اسی طبع میں اُن سے بددیانتی کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ کارکن فرقہ مال جمع کرنے کی فکر میں رہتا ہے میری اس گفتگو کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ تم دیانت سے معرا ہو لیکن کارکن و عامل سے اس کی تحقیق کرو اگر مخبر کا بیان صحیح ثابت ہو گا تو میں ایک ایسی تدبیر کروں گا کہ جس سے مخبروں کو ماتہ ہوگی اور شاہی مہر کی خوبی تمام عالم پر ظاہر ہو جائے گی غرضیکہ کجہر شاہ خانجہاں سے رخصت ہو کر اپنے ماتحت کارکن افراد کے پاس آیا اور اُس نے نہایت صداقت کے ساتھ معاملہ کی تحقیق شروع کی۔
غرضیکہ جید گفتگو و بحث کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ہر شش گانی میں ایک جبہ نقروہ کی کمی ہے۔

کجہر شاہ خانجہاں کے پاس آیا اور اُس نے تمام واقعہ صحیح طور پر بیان کر دیا۔
وزیر سے کجہر شاہ نے خفیہ طور پر بیان کیا کہ اس واقعہ کی تحقیق کے لئے زر گروں کا ایک گروہ خلوت میں طلب کیا جائے گا تم جاؤ اور اُن سے مشورہ کر کے ان کو اپنا ہم خیال بناؤ۔

کجہر شاہ وزیر کی طرف سے مٹھن ہو کر زر گروں کے پاس آیا اور اُن سے وزیر کی تمام گفتگو بیان کی اور کہا کہ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے جس سے واقعہ راست و صحیح ثابت ہو جائے۔

زر گروں نے کہا کہ ہم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کریں گے اور برہنہ کر کے ایک

لنگ اور ایک مگر ڈاکٹرے کا پناہیں گے اور اس کے بعد ہمارا امتحان لیں گے اگر کسی ترکیب سے چند دانہ نقرہ ہم کو وہاں پہنچ جائیں تو ہم بوتہ میں ڈال دیں گے۔
کچر شاہ نے انکھٹی بھیجنے والوں کو اپنا ہم راز بنالیا اور ان سے بھی تمام اسرار بیان کئے۔

اس گروہ نے بھی سچی و کوشش کی اور ایک انکھٹی کو درمیان سے خالی کر کے چند دانہ نقرہ اس میں ڈال دیئے اور انکھٹی کے دہانے میں موم لگا دیا۔

غرضیکہ دوسرا روز آیا اور بادشاہ مع وزیر کے محل خلوت میں بیٹھا۔
بادشاہ خود لنگ پر بیٹھا اور وزیر ایک فرش پر بیٹھا اور کچر شاہ مخبروں کے ہمراہ اندر لایا گیا۔

زرگروں نے بھی کئے کئے اور ان کو ایک لنگ باندھ دی گئی اور انکھت فروش انکھٹیاں ملائے اور ان کے روبرو رکھ دیا۔

زرگروں نے بادشاہی حکم کے مطابق چند ہر شش گانی بوتہ میں دال دیئے اور کھرپے کو آگ کے اوپر رکھ دیا اور آگ جلائی۔

فیروز شاہ اور وزیر باہم حرف و حکایات میں مشغول ہوئے اور تمام اسرار ملکی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

زرگروں کے گروہ نے اسی درمیان میں چند دانہ نقرہ جو انکھٹی میں تھے سلائی سے پکڑ کر بوتہ میں ڈال دیئے۔

اُس کے بعد بوتہ آگ پر سے اتار لیا اور سرد کر دیا گیا اور بادشاہ کے روبرو چاندی تولی گئی اور یہ حکم برآمد کے مطابق چاندی برآمد ہوئی اور مخبر دروغ کو ثابت ہوئے۔

فیروز شاہ نے کچر شاہ کو خلعت عطا کر کے اس پر سجدہ نوازش و مہربانی فرمائی۔

اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ کی مہران مخبروں کے بیان کے خلاف امتحان میں پوری اُترتی تو اس موقع پر مناسب یہ ہے کہ بادشاہ حکم دیں کہ کچر شاہ کو ہاتھی پر سوار کرا کے گشت کرائیں تاکہ تمام عالم کو معلوم ہو جائے کہ شاہی مہر کامل ہے اور اُس میں کمی نہیں وزیر کی گزارش پر عمل کیا گیا اور کچر شاہ کو ہاتھی پر سوار کرا کے شہر میں گھمایا گیا بادشاہ نے دروغ گو مخبروں کو جلا وطن کر دیا لیکن چند ماہ کے بعد وزیر نے کچر شاہ کو بھی اُس کی خدمت سے معزول کر دیا لیکن یہ

مزل کسی دوسرے جیل سے کیا گیا۔

یہ سچ ہے کہ جب ایسا عامل و دانشمند وزیر ہو تو کارِ ملی کیوں نہ خوبی و بہتری سے انجام پائے۔
اس واقعہ کو سن کر تمام اشخاص نے وزیر کی عید تعریف کی۔

پندرہواں مقدمہ

بادشاہ کا خیرات خانہ و شفا خانہ بنانا

نقل ہے کہ بادشاہ باخیر و برکت نے مثل دیگر سلاطین عالم کے ناکتہ و غریب لڑکیوں کی تزویج کے لیے دیوان خیرات بنا کئے۔

وہ غم زدہ مسلمان جو فقیر و صاحبِ فقر تھے اور ان کی لڑکیاں مدبلوغ کو پہنچ چکی ہیں اور لڑکیوں کے باپ نادار و مفلس ہیں اور اس وجہ سے ان کے دل پریشان و طول ہیں بلکہ اوقاتِ متبرک میں بھی ان کے دل پریشان رہتے ہیں اور ان کو نہ شب کو خواب نصیب ہے اور نہ دن کو آرام اس بنا پر بادشاہ نے حکم دیا کہ ایسے نادار اشخاص اپنے حال سے دیوان اخبار کو مطلع کر دے۔
دیوان خیرات کے عہدہ داروں میں ایک فرد سید امیر تھا جو بچہ دیانت و مانت سے اس کا رخیر کو انجام دیتا تھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوان خیرات کے عہدہ دار ایسے اشخاص کی جستجو کریں اور ان کو رقم خیرات عطا کریں قسم اول کی پچاس تنگہ نقرہ اور قسم دوم تیس اور قسم سوم بیس تنگہ خیرات مقرر کی گئی۔

مختصر یہ کہ ایسا ایک خیرات خانہ قائم ہوا اور عہدہ دار اس کے انتظام میں مشغول ہوئے اور نادار مسلمان عورات کثیر تعداد میں ہر طرف سے آکر اپنے لڑکیوں کے نام درج کر کے پیشوا اسباب ان کی تزویج کے لئے مائل کرنے لگیں۔

غرضیکہ بادشاہ کی عنایت و مہربانی سے ہزار لڑکیوں کے کاخِ رضی سے فراغت ہوئی اور حدیث شریف کے مطاب کہ لڑکیاں رزقِ رسانی کی مستحق ہیں ان کے لئے سامانِ تنزیج ہونے لگا حقیقت یہ ہے کہ لڑکیاں بھی عجیب مخلوق ہیں جن کے بابت مذاہنہ کریم نے قرآنِ پاک میں باقیاتِ الصالحات کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔

اور ان کے حق میں احسان کر لے کہ کارِ خیر سے تعمیر فرمایا ہے۔

نیز یہ بھی حدیث شریف میں مروی ہے کہ لڑکیوں کے حق میں احسان کرو اگرچہ وہ احسانِ خرم کا ایک خوشہ ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے علاوہ رسول کریم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص دخترِ ناکندہ کے نکاح میں ایک کوزہ آب سے بھی امداد دے گا اللہ تعالیٰ اس کو بحد ثواب عطا فرمائے گا اور یہ تمام ارشادات محض اس لئے ہیں کہ دخترِ بیضیمف ہوتی ہیں اور ہمیشہ شکستہ خاطر اور غیر کی محکوم رہتی ہیں۔

اگر دخترِ آرام سے رہتی ہے تو مادرِ دہرِ مطمئن و شاد رہتے ہیں اور اگر خدا نخواستہ دختر کو شوہر کے مکان میں تکلیف ہوتی ہے تو ماں باپ ہمیشہ رنج و الم میں گرفتار رہتے ہیں باوجود ان تمام اقوال کے جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو علی سے بہتر داماد نصیب ہوتا تو کیا فوب ہوتا اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ علیؑ سے بہتر کون ہے آپ نے فرمایا کہ گورِ مختصر یہ کہ جس طرح فیروز شاہ نے دخترانِ ناکندہ کی ترمیم کے لئے دیوانِ خیرات قائم کیا اُسی طرح ہر بیگانہ و دشمنِ شہری و مسافرِ غریب و امیر و ہر طبقے کے بیماروں کے لئے شفاخانہ بھی تیار کرایا جس کو صحت خانہ بھی کہتے ہیں۔

پروردگارِ عالم نے انسان کی خلقت میں اسٹھارہ یا بارہ ہزار امراض کا مادہ پیدا فرمایا ہے اور اسی طرح انسان کی طبیعت کو مصیبت و آرام کا شکار بنایا ہے۔

ان بارہ یا اسٹھارہ ہزار امراض میں چھ ہزار امراض ایسے ہیں کہ نہ اس کا نام اطباءِ ماذق کو معلوم ہے اور نہ ان کی دوا سے باخبر ہیں اور چھ ہزار امراض ایسے ہیں کہ اطباء ان کا نام تو جانتے ہیں لیکن ان کے علاج سے ناواقف ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے امراض کو انسان کا دشمن بنا کر ان میں جنگ و جدال کی راہ پیدا فرمادی ہے۔

جب انسان پر امراض کا هجوم ہوتا ہے اور انسانی قلب و دماغ امراض سے مغلوب ہو جاتا ہے تو مریض بچارہ اکل و شرب سے بھی کنارہ کش ہو کر اس امر کا امیدوار ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ عقل بھی رفاقت کرنے سے پرہیز کرے۔

مریض بچارہ دو بلائیں گرفتار ہوتا ہے ایک تو بیماری کی شدت و تکلیف امداد دوسرے افلاس و پریشانی کا هجوم اور ان دونوں کے آثار ہر دم مریض کے قلب پر طاری رہتے ہیں

اس لئے مریض بچارہ مرض کے زمانے میں جب کہ ایک پیسہ اور ایک کوڑی بھی اُس کے پاس علاج کے لئے باقی نہیں رہے نا امید و مایوس ہو جاتا ہے۔
اس کے علاوہ اُس کے اہل و عیال کے ضروریات زندگی کے لئے زمانہ اُس کو ملامت کرتا ہے اور شیت الہی سے ہر قسم کی ظاہری و باطنی بلائیں مریض کے سامنے آجاتی ہیں تو غریب بیمار اپنی حیات سے بیزار ہو کر یہی کہتا ہے کہ کب موت آتی ہے اور میں اس عذاب سے نجات پاتا ہوں۔

مختصر یہ کہ ایسی حالت میں جبکہ بیمار پر مرض و اضطراب دونوں بلاؤں کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ ہر گونہ قابل امداد ہو جاتا ہے اور اس کی تشفی و ترغیب کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم و حقیقت دو ہیں ایک علم دین اور دوسرا علم بدن۔
سلاطین کرام ہمیشہ بیماروں کے احوال کی پرسش اور اُن کے علاج میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

ہر بادشاہ اپنے زمانے میں اپنی فراست سے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اپنی جو دوسرا سے مریض کے قلب پر اطمینان و امداد کا چہارہ رکھا ہے۔

ہر شہریار نے اس بارے میں بجد و کرم سے کام لیا ہے اور اپنا اور بیگانہ ہر شخص کے لئے شفا خانہ قائم کر کے اسباب نعمت عطا کئے ہیں اور غننگوار و دوائیں مریضوں کو عطا کر کے ان کو مطمئن کیا ہے۔

سقراط و بقراط نے کہا ہے کہ سلاطین کا منکار نے ہمیشہ مریضوں کی پرسش کر کے اُن کے لئے شفا خانے قائم کئے ہیں۔

جمشید نے باوجود اپنی عظمت و شان کے اپنے وزیروں سے بار بار سوال کیا ہے کہ اس جہان داری میں بادشاہوں کے لئے سب سے بہتر کون فعل ہے۔

وزیروں نے ہمیشہ ہی جواب دیا کہ مریض کے خارج کج کو اس کے دل سے دور کرنا بہترین فعل ہے اور بیماروں کی راحت و آرام کا سامان مہیا کرنا عید ثواب کا موجب ہے اس لئے کہ اس فعل میں بجد و ثواب ہے اور اس عمل کے کرنے میں بیشمار نفع ہے اور بادشاہوں نے ہمیشہ اس عمل میں انتہا سے زیادہ سعی و کوشش کی ہے

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و مہربانی سے بیماروں کی پرسش احوال اور

گرفتار ابن مرض والہم کی غمخواری میں پوری سعی و کوشش کی اور اپنی خسروانہ تربیت و رحم و کرم سے آشنا بیگانہ ہر فرد کے لئے شفا خانے قائم کئے۔

بادشاہ نے مریضوں کے حال پر توجہ فرما کر شفا خانے قائم کئے اور حاذق طبیب مجالس کے لئے مقرر کر کے بیمار داروں کو امید و راحت بنایا۔

بادشاہ نے دواؤں کے لئے رقوم اور اطباء کی خواہ مقرر کی اور تاکید کی کہ جب کبھی کہ مریض پریشان خاطر ہو کر علاج کے لئے آئیں اور اپنا مرض بیان کریں تو اطباء کو چاہئے کہ اُن کے مرض کی تشخیص کر کے اُن کے معالجے میں جان و دل سے کوشش کریں اور مختلف امراض کا مناسب علاج کر کے مریض کو ایسی دوائیں عطا کریں جن سے اُس کے امراض دور ہوں اور بیمار کا جسم توانا و صحیح ہو کر اُن کی طبیعت میں اعتدال پیدا کرے اور اُس کو صحیح و تندرست بنادے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے بحال کو اس قسم کی شدید تاکید کر کے شفا خانے و صحت خانے عام مخلوق کے لئے قائم کئے اور حاذق طبیب۔ و صادق حکیم و مذام و جراح و کمال شفا خانوں میں مقرر فرمائے اور مریضوں کے لئے دواؤں اور غذا اور شربت کے لئے خزانہ سے قسم مقرر فرمائی بادشاہ نے اپنے کرم کا دروازہ کھول دیا اور تمام بیمار و بیمار دار ہر چار جانب سے جمع ہو گئے اور یہ حال کہ جب کبھی کہ مریض بحال سقیم شفا خانہ کی طرف آتے اور اور افتال و خیزاں سو جگہ بیٹھتے ہوئے اور ہر مقام پر ٹکھرتے اور سانس لیتے ہوئے شفا خانہ کے قریب پہنچ جاتے تو خدا م شفا خانہ اُن کو دیکھتے ہی اُن کے سوال کا جواب دینے اور اہل اضطرار کا حال سنتے ہی اُن کے ہمدرد بن کر ان کی مرض کی چارہ جوئی کرتے۔

اطباء دیگر خدام مریضوں کے علاج میں پوری سعی و کوشش کرتے اور صحت کے لئے ہر طرح کا سامان مہیا کر کے اُن کے مرض کا علاج کرتے اور اُن کو صحیح و سالم بنادیتے تھے۔

اس کے علاوہ حاذق طبیب اور صادق حکیم جو شفا خانہ میں جمع تھے اور جن کو بادشاہ نے اس کام پر مقرر کیا تھا اور جو مریضوں کی آمد کے انتظار میں رہتے مریض و بیمار کے بیٹھے ہی ان کی پرکش احوال کرتے اور عقلی و نقلی ہر دلیل سے مریض کے مرض کی تشخیص کر کے اُن کے مزاج کے موافق دوا دیتے۔

الہا شاہی شفا خانہ سے مریضوں کو بہترین دوا شربت و مخون غایت کرتے اور

ایسی توجہ و خلوص سے علاج کرتے کہ مریض کو فوراً صحت ہو جاتی اور اس کے تمام اعضا صحیح و تندرست ہو کر بیدار و قوی و مضبوط ہو جاتے تھے۔

مریض ناکامی سے نجات پا کر شاد کام ہوتا اور امراض کے مصائب سے نجات پا کر صحت و شادمانی کی لذت سے بہرہ یاب ہوتا تھا۔

مریض صحیح و تندرست ہو کر مذاکی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عسکری و عالمگشتا اور جو بیمار کہ امراض کی وجہ سے بہتیم بھی عبادت نہ کر سکتا تھا نہایت آسانی کے ساتھ وضو کر کے عبادت کی سعادت حاصل کرتا اور دو گانہ سنجیات ادا کر کے مذاکی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عمر و اقبال کی دعا کرتا۔

یہی وہ مقام ہے جس کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقولہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کے قلب میں مسرت پیدا کرنا بہترین عہدہ ہے جو انسان خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔

بادشاہ نے عامہ ظالیق کی راحت و آرام کے لئے دیوان خیرات و شفا خانہ کے لئے قریات و دیہات وقف کر دیئے تھے۔

جس طرح کہ بادشاہ نے دیوان خیرات و شفا خانے قائم کئے اسی طرح علماء و فضلا و حفاظ و مشائخ کے لئے وظائف مقرر کئے اور ان کی تنخواہیں معین کیں۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ مبلغ چھ لاکھ تنگہ تمام مالک سے بطور وظائف و تنخواہ عطا کئے جاتے تھے بلکہ چار ہزار دو سو افراد جو ہمیشہ نادار و مفلس تھے بادشاہ کی سرکار سے تنخواہ پاتے تھے۔

ان کے عہدہ دار سخی علیحدہ تھے اور فیروز شاہ کے طفیل سے ہر شخص بید خوشی و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔

ہر چہ مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے حالات کو ختم کرے لیکن بادشاہ کے محاسن اور اس کے لطف و کرم کی داستان اس درجہ طویل ہے کہ مورخ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔

منقول ہے کہ فیروز شاہ کی شکل شاہان گزشتہ کے عید میں و شب برات و نوروز میں جشن منعقد کرتا اور یہ مجالس بید شان و شوکت سے ترتیب دی جاتی ہیں۔

عید کا دن قریب آتا اور قبل اس کے کہ جشن منعقد ہو بادشاہ شب بیداری کرتا بلکہ بار بار ملک نائب بار بک سے متوجہ ہو کر کہتا کہ ابراہیم تو کسی مصرف لہی نہیں ہے اگر تو جشن کے انتظام کا آغاز کرتا تو میں اس درجہ خون جگر نہ پیتا۔

خدا یگانہ مغفور سلطان محمد شاہ کے عہد میں یہ ہوتا کہ شب عید کو بادشاہ مروجہ مجھ سے فرماتے کہ نائب امیر حاجب کل عید ہے اور جیسے ہی کہ بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تین جشن کی تیاری میں مشغول ہو جاتا تو ایسا نہیں ہے کہ اسباب جشن درست کر سکے اس لیے میں شب بیداری کرتا ہوں مختصر یہ کہ بادشاہ خود جشن کا انتظام کرتا اور تمام اسباب موجود وہیہا فرماتا تھا۔

جشن عید کے حالات

عید کا روز آتا اور کوشک فیروز آباد کے آٹھوں چمن میں درخت کی پتیلیں بچہ خوبصورتی کے ساتھ آویزاں کی جاتی تھیں۔

محل پاشیب میں جس کو عام طور پر محل میاں گئی کہتے تھے شاہی حکم کے مطابق بار کا منصب کی جاتی تھی اس مقام کو بار گاہ بار عام کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس محن میں ایک شک بار عام کے لئے مخصوص ہوتا تھا اور بادشاہ بار عام کے وقت اس کوشک میں قیام فرماتا تھا۔

اس کوشک کے جابین کڑی کے دو پاشیب تیار کئے جاتے تھے اور ہر قسم کے گدے بچھا ئے جاتے تھے۔

بعض گدے ابریشم کے ہوتے تھے اور بعض زمینہ کے اور بعض پر نقش و زریریں کام ہوتا تھا۔

بعض گدے سفید کپڑے کے بنائے جاتے تھے اور بعض موم اور بعض اصل ہمال کے ہوتے تھے۔

محل میاں گئی کے تمام در و دیوار پر جامہ زمینہ لپیٹے تھے اور لشکری جام خانے تمام محن بارج میں بچھا دئے جاتے تھے اور ہر قسم کے تر خشک میوے اس میں رکھے جاتے تھے۔

چاشت کے وقت بادشاہ خود تشریف لانا اور مل کو شک میں قیام فرماتا تھا اور ملک نائب باربک باہر نکلتا تھا۔

سب سے پیشتر بندگان تیغدار حاضر ہوتے اور اس کے بعد اکیس چتر مہینہ و میسرہ میں رکھے جاتے تھے جن میں دس چتر بادشاہ کے داہنے اور دس بائیں اور ایک خاص بادشاہ کے سر پر تمام چتر ہر قسم کے رنگ سے زلیں کئے جاتے تھے بعض چتر لعل اور بعض سبز اور اور بعض برنگ گل لعل اور بعض دورنگے اور بعض کج اور بعض بانٹا اور بعض سیاہ و بعض سفید اور بعض زلیں برنگ لعل جس کو میکہ یا مہلبک بھی کہتے تھے جو برسات کے زمانے میں بادشاہ کے سر پر سایہ نکلن ہوتا تھا۔

چتر اپنے مقام پر نصب ہونے اور اس کے بعد کسان و مکئی و مکمل نشانات تخت بادشاہی کے روبرو گزرتے تھے۔

نشان پیادہ کو اس روز پیش ہونے کی اجازت نہ تھی اور کسان نشان عدد میں ایک سو ساٹھ یا ایک سو ستر ہوتے تھے اور مجید خوبصورت و زیبا نظر آتے تھے۔

مختصر یہ کہ تمام افراد علم و ادب اپنے اپنے مراتب کے مطابق محل کے اندر جاتے تھے اور ان کے بعد سپاہیانہ یا نگاہ جواہر نگار زین پوش محل کے اندر آتے اور ان کے بعد میلان شاہی معہ زرین و زین ہائے نفیسی و جل ہائے زلیں کے محل کے اندر جاتے اور بادشاہی تخت کے سامنے زین پوش ہوتے اور سلام کرنے کے بعد بادشاہ کو دعا دیتے تھے اور اس کے بعد اپنی جگہ مہینہ یا میسرہ میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

ان کے بعد ارباب شکرہ خانہ معہ اکثر شکرہ داروں کے اندر حاضر ہوتے اور ان کے بعد مطربوں کا گروہ حاضر ہوتا تھا۔

تمام مطرب زعفرانی لباس پہنے اور دستار سر پر رکھے اور ایک گروہ اہل طرب کا ہر صنف و مکمل لباس جسم میں پہنے ہوئے۔

یہ لباس اس قدر قیمتی ہوتا کہ ایک شخص کے لباس کی قیمت چالیس ہزار تھک ہوتی تھی۔ اس گروہ کا لباس قطعاً نیا ہوتا جو کبھی پہنا نہ گیا ہوتا تھا۔

جب یہ مقام مرتب ہو جاتا تھا تو قوالوں کا گروہ ساز لے ہوئے حاضر ہوتا تھا اور اہل طرب رقص میں مصروف ہوتے تھے۔

اس کے بعد تمام خلق خانان کبار و لوگ نامہ اردو معارف و علماء و مشائخ محل سلام میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے بعد دیگر افراد حاضر ہوتے اور اصحاب دیوان رسالت اپنے گروہ کے ہمراہ اور اصحاب دیوان قضا اپنے ماتحت کے ہمراہ اور اصحاب دیوان مذکور و افراد دیوان وزارت و اصحاب دیوان عرض ممالک اپنے اپنے تابعین کے ساتھ مناسب موقع و محل پر استاداہ ہوتے تھے۔

ایک پاس دن چٹھہ جاتا اور بادشاہ نماز عید کے لئے سوار ہوتا اور تمام خانان و لوگ تمام اہل لوگ مجلس جشن سے باہر آتے اور بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوتا یا گھوڑے پر اور دو ہتھ کے ہمراہ باہر آتا جس میں ایک چتر بادشاہ کے سر پر ہوتا اور دوسرا شہزادہ تعلق شاہ کے سر پر سیاہی نگین ہوتا تھا۔

شہزادہ مع اپنے خیزر کے آگے چلتا اور بادشاہ کی سواری اُس کے بعد ہوتی تھی۔ فیروز شاہ سوا کو شک میں نماز عید ادا کرتا تھا اور غار سے فارغ ہو کر کہ شک بجا یوں کو واپس ہوتا اور باروگر محل بارجا میں قیام فرماتا

اس وقت تمام خدمتی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔ اگر عید موسم ہر اس ہوتی تو فیروز شاہ لباس زمستانی تمام روز پہنے رہتا تھا۔ عید کے روز بعض خانان و لوگ کو خلعت بھی عطا ہوتا تھا۔ بانگ پاس کے وقت روانی جشن ختم ہوتی اور تمام قوال و اہل طرب کو انعام عطا ہوتا تھا۔

شب برات کے تماشے کلیان

ماہ شعبان آتا اور بادشاہ ملک رخت کعب کو شب برات کی بارگیزی کا حکم دیتا، ماہ شعبان کی بندرہ میں شب کو بادشاہ کو شک فیروز آباد میں قیام فرماتا اور اُس کے حضور میں آتش بازی ہوائی کا تماشہ ہوتا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ شب برات کے قریب ایک کھجور کا پودہ جو درختوں اور بندرہ میں راستہ کو بشار آتش بازی فراہم کی جاتی تھی۔

کو شک فیروز آباد میں آتش بازی چھڑانے کے لیے چار انک منہ۔ کئے جاتے تھے۔

ایک النگ خاص ہوتا اور دوسرا النگ ملک نائب باربک اور تیسرا النگ ملک علی اور چوتھا ملک یعقوب پسر ملک محمد علی سے متعلق ہوتا تھا۔

ان ہر چار النگ میں تیس۔ خبردار طبل دو ماہ مقرر کئے جاتے تھے اور کوشک نزول میں ہر سہ شب اس قدر شعل و چراغ روشن کئے جاتے تھے کہ کوشک نزول کے گرد کامتام میدان روز روشن نظر آتا تھا۔

ہر چار النگ میں کشتیاں باندھی جاتی تھیں اور ہر کشتی میں بیٹا۔ شعلیں جلائی جاتی تھیں۔ ہر سہ شب ہر چار النگ میں طبل بجائے جاتے تھے اور قسم قسم کے آتشیں تماشے ہوتے تھے کوشک نزول کے زیرین ہر چار النگ میں دل و شہنشاہ بجاتے تھے اور خلایق تمام دارالملک دہلی و نواح شہر کے ہندو و مسلم جوان و پیر جمع ہو کر تماشہ دیکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ تین شب سلسل اسی قسم کی عجیب و غریب بازیگری ہوتی تھی۔

بادشاہ خود کم تر آتا تھا لیکن تمام شاہزادے و خاندان و نوک کوشک نزول میں حاضر ہوتے تھے اصحاب فیل خاموشی کا ہاتھی بنائے اور شتر خانہ کے افراد شٹی کا اونٹ بنا کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے تھے۔

فیروز شاہ ہر شخص کو انعام عطا کر کے واپس کرتا تھا۔

اس تمام تحریر کا مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں خلایق کو ہر طریقہ پر راحت و آرام نصیب ہے بھان اٹھ ایسے مبارک عہد حکومت کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

سبحان مقدمہ

بادشاہ کا مطربوں کو بعد نماز جمعہ اپنے حضور میں طلب کرنا

روایت ہے کہ جمعہ کے روز بعد نماز بادشاہی حکم کے مطابق طائفہ مطرباں ہر چار شہر و طائفہ پہلوانان و گردہ داستان گوسرائے شاہی کے اندر حاضر ہوتے تھے۔

بادشاہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر جوہن محل میں تشریف لاتا اور یہ تمام افراد اس کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔

یہ تمام افراد تقریباً دو تین ہزار اشخاص ہو جاتے تھے اور یہ سب بادشاہ کے ملا خط میں پیش کئے جاتے تھے۔

فیروز شاہ تھوڑی دیر تو مطربوں کے قصص و سرود دیکھنے اور سننے میں مشغول رہتا تھا اور اُس کے بعد پہلوان حاضر ہوتے اور مشہور پہلوانوں کی کشتی ہوتی تھی۔

پہلوانوں کی کشتی کے بعد بادشاہ داستان گو کے قصے اور افسانے سماعت کرتا تھا اور نماز عصر تک انہی شغل میں وقت صرف کرتا تھا۔

بادشاہ ان حاضرین کو مطمئن کرنے کے لئے ہر شخص کے ساتھ بے انتہار رعایت کرتا تھا اور ہر شخص بادشاہ کی نوازش و انعام سے دل شاد ہوتا تھا اس موقع پر بادشاہ نوازش و انعام میں اس قدر غلو کرتا تھا کہ کسی درباری کو زیادہ گفتگو کی مجال نہ ہوتی تھی مختصر یہ کہ یہ مجلس تمام ہوتی اور ہر شخص انعام پا کر واپس ہوتا تھا۔

اس گروہ میں ہر فرد کو اس قدر انعام عطا ہوتا کہ ہر شخص کے حصہ میں متعدد تنگے آتے تھے مطربان دہلی کی یہ نوبت پہنچی کہ ہر شخص اپنے خود سال الطفال کو ساتھ لے کر دہلی سے فیروز آباد تک آنا یہاں تک کہ بعض افراد چار سالہ پنج سالہ الطفال کو ہمراہ لے کر فیروز آباد میں حاضر ہوتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ جوان و پیر ہر شخص کو برابر انعام عطا کرتا تھا ایک مرتبہ کارکنان دربار نے ارادہ کیا کہ شاہی انعام میں تفریق پیدا کریں۔

بادشاہ نے یہ خبر سنی اور رعایا کی جانب نگاہ تیز سے دیکھا اور فرمایا کہ ہمارے فقیر مرض افلاس میں گرفتار ہیں اور سات رو رو کا دل اسی انتظار میں بسر کرتے ہیں کہ جمعہ کاروز آئے اور ہم بادشاہ سے انعام حاصل کریں۔

یہ غریب اسی امید میں اپنے فرزند ان خود سال کو باپ کو س سے ہمراہ لاتے ہیں اگر الطفال و جوان میں فرق پیدا کر دیا جائے گا تو ان کا کیا حال ہوگا۔

بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کو ایک ہی انعام عطا کریں۔

سبحان اللہ فیروز شاہ ہر طریقے سے خلاق کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔

انحصار حوالہ مقدمہ

دہلی جدید کا نمونہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنی فراست و دانشمندی سے مختلف نمونے

ایجاد کئے جس میں ایک طاس گھڑیاں ہے جن کی تفصیل قسم سوم میں معرض تحریر میں آچکی ہے اور دو رنگ دولہ آہنی جنگی تشریح مقدمہ شکار میں بیان کر چکا ہوں۔

اس کے علاوہ گنبد سپید بزرگ جو مخصوص فیروز شاہ کی ایجاد ہے۔
 فراشان درگاہ جس وقت فراش خانہ بادشاہی نصب کرتے تھے تو دبیر و بارگاہ و خواجگاہ
 بھی باہر لائی جاتی تھی اور اسی وقت گنبد سفید بزرگ بارگاہ سے منقل بلند کیا جاتا تھا بادشاہ اکثر
 اسی گنبد سفید میں تشریف رکھتا تھا اور اسی مقام پر بادشاہ سجدہ شان و شوکت کا اظہار فرماتا تھا۔
 اسی طرح فیروز شاہ نے دو وعدہ نشانی پتیل ایک من کے اور دو نشان آہنی تیس سیر کے
 وضع کئے دو اردو پتیل ایک مہینہ کے لئے اور ایک میسرہ کے واسطے مرتب کئے گئے۔

فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوتا اور ہر دو نشانہ اردو پتیل کے اوپر مہینہ اور میسرہ میں
 چلتے تھے اور دو نفر نشانہ ارصند و قہیل میں بیٹھے اور ان نشانہ کو ہاتھ میں لیتے تھے۔
 نشانہ رسیوں سے ہاتھیوں کی بیٹھ سے باندھ دئے جاتے تھے۔

فیروز شاہ دور سے نمودار ہوتا اور دو تین کوس کے فاصلے سے نشانہ دکھائی دیتے تھے ان
 نشانہ کی طرح بادشاہ نے دو بزرگ دہل بھی وضع کئے جو ہر دو دہل قانونی ہیں۔

پانچویں قسم

فیروز شاہ کی مخلوق شاہزادہ فتح خاں کی حلت اور بعض لوگ کی غفلت کا بیان

اسٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

بادشاہ کی مخلوق کے بیان میں

وافع ہو کہ سلطان فیروز شاہ حضرت شیخ الاسلام شیخ علاء الدین نے حضرت شیخ فہید الدین
 ابو وحی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

بادشاہ اپنے تمام عہد حکومت میں اولیائے کرام کی متابعت کی چنانچہ آخر زمانے میں خلق بھی یک
بادشاہ نے ہر وقت اولیاء کی پیروی کی اور اُن کی محبت کا دم سبھرتا رہا اور چالیس سال کامل انھیں
بزرگان دین کی پیروی میں حکومت کی۔

فیروز شاہ سفر سے قبل تمام مشائخ و اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا جیسا کہ صوفیہ خفیہ
مقامات قبل میں بیان کیا ہے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے سلسلہ بھری میں بہرائچ کا سفر کیا اور شہر میں پہنچ کر سبذگی
سید سالار مسعود کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔

بادشاہ نے بہرائچ میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالار
کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔

سید سالار نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ
اب پیری کا زمانہ آگیا بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے
صبح کو بادشاہ نے خلق کیا اور فیروز شاہ کی محبت و اتباع میں اس روز اکثر خاندان و
لوگ نے سرمنڈایا۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت و دل بستگی کے آئین بھی عجیب و غریب ہیں
و انھیں ہو کہ جس زمانے میں ہمارے سرور عالم صلی علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد
کے مطابق کھلقین رو بہ خیم سلق فرمایا تو تمام صحابہ کرام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
و اتباع میں اپنے سرمنڈا دیے اسی طرح فیروز شاہ کے خلق کرنے میں تمام امرائے بھی بادشاہ
کی پیروی کی۔

سبحان اللہ چونکہ بادشاہ کے قلب میں علما و اولیاء کی محبت جاگزیں تھی اللہ تعالیٰ نے
اپنے فضل و کرم سے اُس کی پیشانی پر انوار ولایت کو روشن و آشکار فرمادیا۔

بادشاہ کا چہرہ ہمیشہ انوار ولایت سے تابان و درخشاں رہتا تھا اور خلق کرنے کے بعد
تو فیروز شاہ از سر تا پا ایک بزرگ صاحب سجادہ نظر آتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کو یہ تمام برکات علما و مشائخ کی محبت و پیروی سے حاصل ہوئے۔
غور فک فیروز شاہ نے خلق فرمانے کے بعد تمام دوا و امور جو غیر مشروع و مکروہ تھے اپنے ملک
سے دور کئے یہاں تک کہ بادشاہ نے تمام نامشروع محاصل کو یک قلم بند کر دیا۔

بادشاہ نے مالک محروسہ کے تمام محال و حکام کے نام تاکید فرمائی اس مضمون کے روانہ کئے کہ کسی قسم کا غیر مشروع محصول رعایا سے نہ وصول کیا جائے۔

دوسرا مقدمہ

بادشاہ کا غیر مشروعات کو دور کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی غایت و مہربانی سے مالک محروسہ سے تمام غیر مشروع امور جو خلاف احکام شرع ملک میں رائج تھے دور کیا۔ فیروز شاہ نے ہر رسم و رواج کو جو خلاف شرع نظر آیا اس کو قطعاً سو قوف کر دیا چند امور کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) سلاطین کے خلوت خانہ میں مصور نقاشی کیا کرتے تھے تاکہ خلوت کے وقت بادشاہ کی نظر ان تصاویر پر پڑے۔

فیروز شاہ نے خوف خدا کے لحاظ سے حکم دیا کہ اس کے خلوت خانہ میں اس قسم کی نقاشی نہ کی جائے بلکہ بجائے تصاویر کے باغات وغیرہ و مناظر قدرت کے نقش و نگار بنائے جائیں۔
(۲) سلاطین قدیم کے محلات میں لوہے تانبے چاندی اور سونے کے بت اور دیگر مورتیں رکھی جاتی ہیں بادشاہ نے ان تماثیل کو خلاف شرع خیال فرما کر ان کو دور کیا۔

اسی طرح شاہان قدیم طمانی و نفرونی ظروف میں خور و نوش کرتے تھے لیکن فیروز شاہ نے اس کو بھی خلاف شرع خیال کر کے ان ظروف سے کنارہ کشی کی اور پتھر اور لکڑی کے برتن استعمال کرنے شروع کئے۔

اسی طرح مراتب کے علم و نشانات پر جانوروں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں بادشاہ نے اس رسم کو بھی قطعاً سو قوف کیا۔

وجہ یہ ہے کہ علماء و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لحاظ سے فیروز شاہ کو ہمیشہ مکروہ و حرام اشیاء و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا بلکہ یہ مقدس گروہ مالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنی جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا اور فیروز شاہ ہر نام مشروع محصول سے دست کش ہو جاتا اور اسی طرح بچہ نقصان برداشت کرتا تھا۔

ایک مرتبہ علما کے گروہ نے بادشاہ سے چند نامشروع امور کا ذکر کیا جو قدیم سلاطین کے زمانے میں مقرر و وضع کی گئی تھیں۔

ان امور میں ایک دانگنا تھا جس کی حقیقت حسب ذیل ہے
جہاں واسباب کہ سراسر اے عدل میں زکوٰۃ کے لئے جمع ہوتا تھا وہ تمام مال عداً اس سے کہ
صاحب لقصا ہو یا نہ ہو زکوٰۃ کے بعد خزانہ میں لایا جاتا تھا اور مال کو بار دیگر از سر نو وزن کرتے
تھے اور اس کے معاوضہ میں ہر تنگہ پر ایک دانگ وصول کر لیتے تھے۔

اس طریقہ پر ہر شمار مال جمع ہو جاتا تھا لیکن دانگنا کے خزانہ میں تاجروں کو آشنا و بیگانہ
ہر فرد سے تکلیف پہنچتی تھی اس لئے کہ دانگ کے وصول کرنے میں کارکنانِ علاقہ احتیاط کرتے
اور اس طرح تاجروں پر تشدد ہوتا تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ سہ سال خزانہ رقم کی وصول یابی و نیز اسباب کی تفتیش میں کاہلی
سے کام لیتے اور تاجروں کو بید پریشانی ہوتی اور وہ ایک مدت تک خزانہ دانگنا میں ایک
طرح پر مقید رہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ شہر دہلی میں مستقل کی رسم بھی خلاف شرع تھی۔
مستقل سے مراد یہ ہے کہ زمینوں اور سکانات کا سرکاری محصول وصول کیا جاتا تھا۔
یہ رسم بھی سلاطین قدیم کے حکم کے مطابق تھی اور اسی طرح جو ایک لاکھ پچاس ہزار
تنگہ کی رقم جمع ہوتی تھی اس کو محصول زمین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

تیسری نامشروع شے جزاری کی رقم تھی جن کا منشا یہ تھا کہ اگر قصا ایک گائے
ذبح کرے تو بارہ جینٹل محصول ادا کرے چنانچہ اس بدستے متعلق بھی ایک معقول رقم خزانہ میں
جمع ہو جاتی تھی۔

چوتھی رسم دوری کا حکم تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اُس زمانے میں کہ خاص و عام
سوداگر غلہ دانگ و قند و شکر زری و دیگر اسباب وغیرہ جانوروں پر بار کر کے شہر میں لاتے
تھے اور دیوان کے لازم اُن جانوروں پر جبر دہلی قدیم میں لے جاتے تھے۔

وضع ہو کہ دہلی قدیم میں سات سلاطین نے سات حصا تعمیر کرائے تھے جو اس
زمانے میں کہ نہ ہو کر شکست ہو گئے ہیں۔

ان حصاؤں سے بیٹیں گر کر ایک انبار لگ گیا ہے۔

دیوان کے ملازم تاجروں کے جانوروں کو ان انبار کے قریب لاتے اور پٹنیں ان پر بار کر کے شہر فیروز آباد میں بکھرنے کے لئے تے آتے تھے۔

ہر سوداگر جو اطراف سے دہلی میں آتا وہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور اس مصیبت میں گرفتار ہوتا کہ اس کے جانور دہلی قدیم سے انٹیں فیروز آباد میں پہنچاتے تھے۔

اس ظلم و جبر کے شروع ہوتے ہی سودا گردوں نے شہر میں آنا ترک کر دیا جس کی وجہ سے فیروز آباد میں غلامی اور نکمہ بیکہ گراں ہو گیا۔

بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور ہر وقت تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا کہ بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ ایک سوداگر تین من روئی لے کر شہر میں آتا تھا۔

شاہی عہدہ دار اس شخص کو خرید ڈالنگاہ میں لے گئے اور اس درجہ بے پروائی کی کہ اس شخص سے تین دانگ محصول وصول کیا اور نہ اس کو رہا کیا۔

یہ غریب سوداگر اتنی مدت تک خرید میں پڑا کہ تین من روئی میں آگ لگ گئی اور سوداگر کا مال جل جانے کے بعد وہ غریب اس قید سے آزاد ہوا۔

رسم دوری کی وجہ سے بھی غریب سودا گردوں پر ظلم ہوا اور انہوں نے شہر میں آنا قطعاً ترک کر دیا جس کی وجہ سے بھی غلامی اور نکمہ وغیرہ اسباب گراں ہو گیا۔

اسی طرح رسم مستقل کے رائج کرنے میں اس درجہ سختی کی گئی کہ بیوہ عورات اور فقراء مساکین سے پوری رقم طلب کی گئی اور یہ غریب طبقے بھی عاجز و مجبور ہو گئے۔

مختصراً کہ شاہی اموال و انصار نے بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے مطلع کیا اور اپنی خیر خواہی و دراندیشی و خلوص سے ہر شبہ کی کیفیت مفصل فیروز شاہ سے بیان کی اور ہر طبقہ کے راز سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔

فیروز شاہ نے خدائی توفیق سے ان ہوا خواہوں کو بیان اول سے آخر تک سنا اور تمام ممالک محروسہ کے علماء و مشائخ کو طلب کیا۔

بادشاہ نے ان حضرات سے فرمایا کہ اگر یہ سلاطین ماضیہ نے معمول بلاد و سلطنت میں چند امور مصلحت ملک یا لاعلمی کی وجہ سے جائز و جاری کر لئے تھے لیکن میری خواہش ہے کہ میرے دور حکومت میں احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ رعایا کو اطمینان نصیب ہو۔

اگر از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز ہو تو وصول کئے جائیں ورنہ قطعاً

نرک کئے جائیں۔

مختصر یہ کہ تمام علما و مشائخ و قاضی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ان سے فتویٰ طلب کیا گیا تمام علما و مشائخ نے بالاتفاق فتویٰ دیا اور معتبر کتابوں سے راجح روایات کو پیش کیا کہ ان محاصل کا وصول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

علما و مشائخ کے فتویٰ کے بعد فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس قسم کے منہام محاصل بند کئے جائیں۔

شاہی دربار کے مقابل ہاتھی پر سوار ہو کر شاہی فرمان تفصیل کے ساتھ سنایا گیا۔ مفتی شکر شاہی قاضی نصر اللہ ہاتھی پر سوار ہوئے اور اس فرمان کو بادشاہ کی زبان میں یہ آواز بلند کر کے سنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر یہ سلاطین قدیم نے جو نہایت دور اندیشی و عدل کے ساتھ ملک پر حکمران رہے مصلح ملک کی بنا پر اس قسم کے محاصل رعایا سے وصول کئے لیکن چونکہ از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز نہیں ہے اس لئے میں اپنے عہد حکومت میں ان تمام محاصل کو یک قلم موقوف کرتا ہوں سورج غیف اس محفل میں حاضر تھا اور خاکسار نے اپنے کانوں سے یہ فرمان سنا ہے۔

اس شاہی فرمان کی سماعت کے لئے عوام و خواص ہر طبقے کے ہزار ہا افراد جمع ہوئے تھے اور اس قدر جمع تھا کہ حاضرین کا شمار نہیں ہو سکتا۔

قاضی نصر اللہ نے فرمان کو پڑھا اور جب الفاظ انگارہ پر پہنچا تو عبادت کو مکر پڑھا۔ واضح ہو کہ انگارہ کو دھنکا نہ بھی کہتے ہیں

فیروز شاہ کی روش جہانگیری کی کیا تعریف کی جائے جس نے ان تمام رقوم کو یک قلم موقوف فرما دیا۔

مستبر شخاص نے سورج غیف سے بیان کیا کہ بادشاہ نے ان محاصل کو بند فرما کر سبغ تیس لاکھ تنگہ کا نقصان برداشت فرمایا۔

ان محاصل کی موقوفی سے جہی میں گل ہیں آئی

تقسیم اسفند

ایک زمار دار کا شاہی دربار کے سامنے جلایا جانا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو اپنے عہد حکومت میں مالک محروسہ کے تمام جزئی و کلی احوال

سے آگاہی تھی۔

ایک راست گفتار مجرب نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ دہلی قدیم میں ایک ناہنجارت پرست پیدا ہوا ہے جس نے اپنے خاص مکان میں مندر تیار کیا ہے اور ہندو و مسلم ہر قوم اور ہر طبقے کے اشخاص پرستش کے لئے اس شخص کے مکان میں جاتے ہیں۔

اس زنا دار نے ایک مہرہ چوٹی تیار کیا ہے اور اس کو مختلف اقسام کے نقش سے درست کر دیا ہے اور تمام ہندو صین روز اس کے قریب جمع ہو کر پرستش کرتے ہیں۔

چنانچہ کوئی عہدہ دار باخبر اس طرف توجہ نہیں کرتا۔

بادشاہ کو اس امر کی بھی اطلاع ہوئی کہ اس زنا دار نے ایک مسلمان عورت کو مرند کر کے اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے۔

غرض کہ اس قسم کی عجیب و غریب حکایات بادشاہ کے کانوں تک پہنچیں اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس زنا دار کو مع اس ساختہ مہرہ کے فیروز آباد میں حاضر کریں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فیروز شاہ نے تمام علما و مشائخ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے تمام واقفہ بیان کر کے فتویٰ دریافت کیا۔

علما و مشائخ و مفتیان شرع نے تمام کیفیت معلوم کرنے کے بعد مسئلہ شرعی بیان فرمایا اور عرض کیا کہ شرع شریف کا حکم یہ ہے کہ بیشتر اس زنا دار کو اسلام لانے کی ہدایت کی جائے اگر قبول نہ کرے تو اس کو زندہ جلا دیا جائے۔

مختصر یہ کہ زنا دار کو ہر صیغہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس نے ایک نہ سنی اور مسلمان ہونے سے قطعاً انکار کیا۔

زنا دار شاہی دربار کے سامنے لایا گیا اور لکڑیوں کا انبار لگایا گیا۔

زنا دار کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور اس کو لکڑیوں کے انبار میں ڈال دیا گیا اور اس کا مہرہ چوٹی بھی انبار کے اوپر رکھ دیا گیا اور انبار کے نیچے آگ لگا دی گئی۔

اس روز مورخ عیض دربار میں حاضر تھا اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

نماز ظہر کے وقت زنا دار کے مہرہ میں دو جانب سے آگ لگا دی گئی۔ آگ ایک طرف سر کے جانب اور دوسری طرف پاؤں کے جانب روشن کی گئی۔

چونکہ کلرٹی خشک تھی اس لئے بیشتر پانوں کی جانب سے آگ روشن ہوئی۔
 زمار دار نے اضطراب کی عابت میں سینہ سے آہ کھینچی اور اس درمیان میں سر کے
 جانب سے بھی آگ بجید روشن ہوئی اور شخص ملکر خاک سیاہ ہو گیا
 بادشاہ کی حق پرستی کی کیا تعریف کی جائے جس نے ایک ذرہ بھی شرع سے تجاوز
 نہیں کیا۔

چوتھا مقدمہ

غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے تمام دور حکومت میں شرع شریف کے مطابق عمرانی کی اور احکام شرع کا ہمیشہ پاس و محاکم رکھا۔

بادشاہ نے قوانین شریعت کو مد نظر رکھ کر غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کیا۔
فیروز شاہ سے پیشتر کسی بادشاہ کے عہد میں غیر مسلم رعایا پر جزیہ نہیں عاید کیا گیا اور ان
فرار و ایان قدیم نے اس محصول کو معاف کر دیا تھا۔

فیروز شاہ نے تمام علماء و مشائخ کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ یہ عام غلطی ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے کہ غیر مسلم افراد سے جزیہ نہیں وصول کیا جانا۔

سلاطین گزشتہ نے اس امر پر زیادہ توجہ نہیں کی جس کی خاص وجہ یہی خیال کی جاسکتی ہے کہ یہی خواہاں ملک بغفلت طاری رہی اور انھوں نے سلاطین کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔

چونکہ نثار وار گرد و حجر کلمہ کی کلید ہے اور تمام غیر مسلم رعایا ان کی معتقد ہے اس لئے ان کو معاف نہ کرنا چاہئے اور ان سے ضرور خزیہ وصول کرنا چاہئے۔

تمام علمائے شریعت و مشائخ طریقت نے فتویٰ دیا کہ ہندوؤں اور پرکاریوں سے نہایت شدت کے ساتھ جزیہ وصول کرنا چاہیے۔

تمام نزار دایم ہو کر کوشک شکار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کو شک زد کر دیں تعمیر عمارت میں مصروف تھا۔

اس مجمع نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہمارے اسلاف نے کسی وقت اور کسی بادشاہ کے عہد میں جزیہ نہیں دیا ہے ہم کس طرح یہ معمول ادا کر کے اپنا سہ سیاہ کریں اور رقم کہاں سے ہم پہنچائیں ہم بادشاہ کے حضور میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اس محل کے نیچے لکڑی کا انبار لگائیں اور بجائے جزیہ دینے کے اپنے کو زندہ جلا دیں۔

زنار دار گروہ کی تقریر بادشاہ کے کانوں تک پہنچی اور اس نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اپنے کو اسی وقت جلا دیں اور ہلاک ہو جائیں لیکن ان کا جزیہ کسی طرح معاف نہیں ہو سکتا اس خیال محال کو اپنے دل سے دور کر دیں۔

اس گروہ نے کوشک کے قریب چند روز فاقہ میں بسر کئے اور اس طرح اپنے کو معرض ہلاکت میں ڈالا لیکن جب ان کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ اپنے ارادہ میں سجدہ پختہ ہے تو شہر کے تمام ہندو جمع ہوئے اور آغوشوں نے بالاتفاق زنار دار گروہ سے کہا کہ جزیہ کی وجہ سے تمہارا اس طرح ہلاک ہونا مصلحت کے خلاف ہے۔

غرض کہ تمام ہندوؤں نے پٹنوں اور پوجاریوں کا جزیہ اپنے ذمے لے لیا۔ دہلی میں جزیہ کی تین قسمیں ہیں اول چالیس دو مہ ہیں دس مہ ہیں اور سوم دس تنگے۔ تمام زنار دار افراد نے بادشاہ سے اپنے عجز کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ تمام رقم جزیہ میں ہر فرد کیلئے کچھ کم کر دیا جائے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ہر دس اشخاص پر پچاس تنگے جزیہ مقرر کیا جائے۔ بادشاہ نے یہ حکم دیکر رقم کی وصولیابی کے لئے عہدہ دار بھی مقرر فرمائے۔

پانچواں مقدمہ

دو دراز قد ایک کوتاہ قد اور دو بارش عورت کا حال

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد میں خدا کی قدرت سے بعض نادار اشخاص پیدا ہوئے جن میں بعض کا قد دراز بعض کا کوتاہ اور بعض عورات بارش اور بعض عجیب حیوانات داخل ہیں چنانچہ ہر فرد کا حال علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

کوٹاہ قد انسان کا افسانہ۔ فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس آیا جیسا کہ مورخ اس سے قبل معرض تحریر میں لایا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ٹھٹھہ سے واپس آیا اور ایک کوٹاہ قد انسان بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا اس شخص کا قد ایک گز کے قریب بلند تھا اور دست و پا کی درازی بھی قد کے موافق تھی۔

اس شخص کا سر بھی اسی مقدار سے کوٹاہ جو بادشاہ کے حکم کے مطابق چنہ روز دہلی و فیروز آباد میں رکھا گیا۔

خلائق شہر ہر چار باب سے اس شخص کو دیکھنے آتے اور تعجب کرتے تھے مورخ عقیف نے بھی اس شخص کو دیکھا ہے۔

عجب راز و اسرار الہی ہیں جن میں دم مارنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

دومر و بزرگ و دراز قد کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں جالپہار کے ملک سے دو شخص بچہ دراز قد بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے جن کا رنگ قطعاً سیاہ تھا اور جو اس درجہ دراز قد تھے کہ اس زمانے کا دراز ترین شخص ان کی کمر تک پہنچتا تھا۔

مورخ عقیف نے بھی ان اشخاص کو دیکھا ہے ان دونوں کو سنسکرت کہتے تھے۔ بادشاہ کے حکم سے یہ اشخاص بھی چند روز شہر میں رکھے گئے تاکہ خلائق ان کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھے۔

یہ اشخاص جب چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو منار خیمے جنبش میں آگئے ہیں۔ دو عورات باریش کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد میں دو عورات باریش بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں۔

عورتیں میانہ قد و غیر مسلم اور صاحب ریش و صاحب پستان تھیں۔

ان کا رنگ سیاہ تھا اور دونوں صاحب شوہر تھیں ان عورتوں کی واطعی گردہ سختی مورخ عقیف نے بھی ان عورتوں کو دیکھا ہے جو درحقیقت عجائب مخلوقات میں تھیں اب مورخ عجیب حیوانات کے حالات قلم بند کرتا ہے۔

فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک سہ پاگو سپند لائی گئی جس کا رنگ ابلی تھا۔ اس جانور کے دو ہاتھ اور ایک پاؤں تھا اور دوسرے پاؤں کی جگہ پستان ماڈہ گاؤ

کی شکل کی ایک پستان تھی۔

یہ گوہر پندین پانوں سے بنی ہوئی تھی اور دانہ اور پانی بنی ہوئی کھاتی اور پتی تھی۔
یہ جانور بھی چند روز دربار شاہی بلکہ درمیان کو شک رکھا گیا تاکہ غلامی قدرت الہی کا نام نہ دیکھتے

افسانہ زرخ سیاہ پانول دیا ہائے لال۔ فیروز شاہ کے عہد میں ایک کورایا گیا جس کا تمام جسم تو سیاہ تھا لیکن اس کی چوچ اور اس کے پانوں قطعاً سرخ تھے۔
اس قسم کا کورایا ایک عجیبہ روزگار جانور خیال کیا جاتا ہے اس لئے کہ ہمارے زمانے کے تمام کورے دو دو کی طرح قطعاً سیاہ ہوتے ہیں اور ان کی چوچ اور پانوں بھی جسم کی طرح سیاہ ہیں۔
اس کورے کی چوچ اور اس کے پانوں سرخ تھے جو چند روز دربار شاہی میں رکھا گیا۔
سورخ عقیق لئے بھی اس نادروزگار جانور کو دیکھا ہے۔

طوطی سپید کا جس کی چوچ اور پانوں سیاہ تھے قصہ اور سراہی دربار کی شرح۔
فیروز شاہ کے عہد حکومت طوطی سفید پیش کیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جانور کو کو شک نزول میں رکھیں تاکہ غلامی اس کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا نام نہ دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

ایسی ایک دریائی مچھل کا سر پیش کیا گیا جو اس قدر بڑا تھا کہ ایک پیل بزرگ کے سر و خروم کی برابر تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ اردو ذہنی کی بزرگی و اقسام کے بابت جس قدر قصائص بھی بیان کئے جائیں صحیح و واقعی ہیں۔

پنچ پاؤں کا قصہ۔ فیروز شاہ بادشاہ کے عہد دولت میں ایک گائے پیش کی گئی جس کے پنج پانوں تھے سورخ عقیق لئے اس جانور کو دیکھا ہے جس کے چار پانوں تو دیگر حیوانات کی طرح تھے اور پانچواں پانوں گردن سے برآمد ہو کر شانہ تک آویزاں تھا اور جانور اس پائے بھیم سے کسی قسم کی حرکت نہ کر سکتا تھا۔

یہ جانور بھی عجائب روزگار میں تھا جو اس عہد میں پیدا ہوا۔
اس جانور کا پائے بھیم انسانی انگشت ششم کے مانند بیکار تھا۔
یہ جانور بھی چند روز دربار میں بندھا رہا۔

اُس گائے کا قصہ جس کا سُم سُم اسپ کی طرح غیر چاک تھا۔ مورخ عقیف نے اس جانور کو دیکھا ہے۔

اس جانور کے دو دست کے سُم سُم اسپ کے مانند تھے اور دو پاؤں کے سُم گائے کے سموں کی طرح با چاک تھے اور جانور کا رنگ سفید تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ یہ جانور بھی قدرت الہی کا تماشہ و نمونہ تھا۔

خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت و شاہی کا ذکر

مورخ عقیف بھی دیگر مورخین کی طرح اب خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت اور ان کے جاہ و جلال کا ذکر کرتا ہے۔

چشمہ اسفند مہ

خان اعظم تانار خاں کی عظمت کا بیان

نقل ہے کہ خان اعظم خد کی درگاہ میں بندہ مقبول اور بادشاہ کا دست گرفتہ صاحب سیف و قلم تھا۔
واضح ہو کہ یہ امیر بہ اعتبار نسل ترک تھا۔

مقبور و اہل بیت ہے کہ سلطان فیاض الدین تغلق کے عہد حکومت خراسان کے ایک صاحب جاہ و چشم فرما روئے تان و دیبال پور پر حملہ کر کے اس نواح کو تاخت و تاراج کیا۔
یہ بادشاہ اپنی ایک زوجہ پر جو عید صاحب حسن و جمال تھی اس درجہ شہید اسٹھا کہ اس کو ایک دم اپنے سے جدا نہیں کرنا سٹھا۔

اس مہم میں بھی یہ عورت بادشاہ کے ہمراہ و حاملہ تھی۔
بادشاہ خراسان کے تان و دیبال پور میں قدم رکھتے ہی اس نیگم کے بطن سے بچہ پیدا ہوا۔
اتفاق سے اُس شب سلطان تغلق نے خراسانی لشکر پر شہنشاہ مارا اور قتل عام

شروع کر دیا خراسانی لشکر نے شکست کھائی اور ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی اور پریشانی کے عالم میں اس بچے کو گہوارہ میں چھوڑ دیا۔

سلطان تغلق کا لشکر مال غنیمت کو ہر جانب تلاش کر رہا تھا کہ ان کی نظر اُس گہوارہ پر پڑی اور گہوارہ میں بچے کے بادشاہ کے رو برو لایا گیا۔

سلطان تغلق نے اس نو زائیدہ بچے کو دیکھ کر بیحد پسند کیا۔

بادشاہ نے اس خوش نصیب بچے کی بجائے فرزند کے پرورش شروع کی۔

سلطان تغلق نے فرزند کو تاتار ملک کے نام سے موسوم کیا جو اس عہد میں خود سال ستھایہ بچہ جوان ہوا اور سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں جوان ہو کر مشہور زمانہ ہوا۔

یہ لڑکا دلادری و زور آزمائی و شجاعت و بہادری میں بیٹھائے زمانہ ہوا اور محمد تغلق کے عہد حکومت میں لشکر کشی و فتوحات ملکی میں تادرو روزگار خیال کیا جانے لگا۔

اسی شخص نے اپنے زور بازو سے بہترین مالک فتح کئے۔

معتبر روایت ہے کہ ایک وقت سلطان محمد تاتار ملک سے آزرہ ہوا اور اس نے اس امیر کو برے الفاظ سے یاد کیا اور تاتار ملک کو اپنے سے جدا کر کے دور روانہ کر دیا۔

تاتار ملک نے چند ایات نظم کر کے بادشاہ کے حضور میں روانہ کیں۔

سلطان محمد نے یہ ایشاد دیکھ کر بیحد تعریف کی اور تاتار ملک کو اپنے حضور میں طلب کر کے اُس پر بیحد نوازش فرمائی۔

فیروز شاہی عہد میں اس امیر کو تاتار خاں کا خطاب عطا ہوا اور چتر قطیفہ کے عطا سے سرفراز فرمایا گیا۔

اس پرستار نوازش یہ ہوئی کہ چتر کے اوپر بجائے ہمائے زمین کے زمین طاس رکھا گیا جو محض سلاطین کے لئے مخصوص ہے۔

فیروز شاہ حسن نگین کے محل میں دربار کرتا اور بادشاہ کے جانب راست جو دراکے لئے مخصوص ہے تاتار خاں کو جگہ عطا ہوتی تھی اور بادشاہ کے جانب چپ خانجہاں مقبول کی جا مقرر تھی۔

اگرچہ خانجہاں مقبول وزیر تھا لیکن بادشاہ کے جانب راست تاتار خاں ہی کو جگہ غنایت ہوتی۔

تاتار خاں کی رحلت کے بعد یہ سمت خانہاں کو عطا ہوئی۔
فیروز شاہ کو تاتار خاں پر اعتماد کلی تھا اور بادشاہ امور ملکی میں ہمیشہ تاتار خاں سے
مشورہ لیا کرتا تھا اور بادشاہ اس امیر کی رائے کے مطابق جہات ملک کو فیصل کرتا اور ان کے بابت
احکام جاری کرتا تھا۔

خان مذکور بادشاہ کا بہی خواہ اور خیر اندیش تھا اور اس کی فطرت بحد عمدہ و سلیم
واقع ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس امیر کو بشمار صفات سے آراستہ فرمایا تھا۔

تاتار خاں نے توفیق الہی سے ملک حجاز کا سفر کیا اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد
ہندوستان واپس آیا۔

اس امیر کی صحبت میں ہمیشہ علماء و فضلا کا مجمع رہتا اور تاتار خاں اس مقدس گروہ کی
عزت کرتا تھا۔

تاتار خانی جو بہترین و مشہور زمانہ تفسیر ہے اسی امیر کی جمع کردہ ہے۔
معجزہ و اہدایہ کا بیان ہے کہ تاتار خاں نے ارادہ کیا کہ ایک مفصل تفسیر ترتیب دے۔
اس امیر نے تمام تفاسیر کو جمع کیا اور علماء کے ایک گروہ کو جمع کر کے تمام ائمہ تفاسیر کے
اختلافات کو نقل کر کے ہر آیت کے متعلق تمام اقوال اپنی تفسیر میں جمع کئے۔
تاتار خاں نے اس تفسیر کے جمع کرنے میں دل و جان سے کوشش کی اور ہر اختلاف
کا حوالہ دیکر صاحب تفسیر کے نام کی تصحیح کر دی۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی تمام تفاسیر اس ایک کتاب میں جمع ہو گئی ہیں۔
یہ تفسیر مرتب ہوئی اور تاتار خاں نے کتاب کو تفسیر تاتار خانی کے نام سے موسوم کیا۔
اسی طرح خان اعظم ایک مجموعہ فتاویٰ بھی مرتب کیا جن کی ترتیب یہ ہے کہ پیشتر شہر دہلی
کے تمام کتب فتاویٰ جمع کیں اور اس کے بعد ایک نسخہ ترتیب دیا جس میں ہر مسئلہ و ہر کلمہ میں
مفتیان شرع کے اختلافات نقل کئے اور مفتی کے اختلاف کو صاحب فتویٰ کی طرف منسوب کر کے
فتویٰ اور مفتی کی صراحت کر دی۔

یہ مجموعہ تقریباً تیس جلدوں میں مرتب ہوا۔

تاتار خاں علم شریعت میں مرتبہ عالی رکھتا تھا اور شریعت کی اتباع و تبحر سے طریقت
اور طریقت سے علم حقیقت کی بارگاہ میں باریاب ہوا۔

اس امیر نے ان ہر سہ علوم کے نکات و معارف حاصل کرنے میں بچہ کو شش کی۔
 تاتار خاں نے شوقِ طلب میں زربانِ عشق پر قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ابوابِ عشق اس کے قلب پر دھکے دیے۔
 مختصر یہ کہ خانِ اعظم خانانِ معظم عالمِ دین حاجی و نمازی تاتار خاں کو احکامِ شریعت کا بچہ لحاظ تھا۔

یہ امیر قوانینِ شریعت سے سرسبز و زرخیز تھا اور سفر و حضر ہر حالت میں شریعت پر کار بند رہتا تھا خانِ اعظم لشکر کشی کے لئے روانہ ہوتا تو کینزوں کے ہمراہ لے جانے میں دیگر امرا کی تقلید نہ کرتا تھا۔

دیگر لوگ و خانان کا دستور تھا کہ اپنے کینزوں کو اپنے برابر رکھتے تھے اور سفر میں ان کے ہمراہ چلتے تھے لیکن تاتار خاں نے اپنے حرم کو کبھی گھوڑے پر سوار نہیں کیا بلکہ ایک گاڑی تیار کرائی اور اسی میں کینزوں کو سوار کیا۔

اس گاڑی کو ہندی میں بھر کر یا بھر کر کہتے ہیں۔
 تاتار خاں نے ستر کے خیال سے ان گاڑیوں کو تخت پوش کر دیا تھا اور انکو حجرہ کے مانند بنا کر منقل کر دیا تاکہ نامحرم کی نظر ان پر نہ پڑے۔
 کس درجہ احتیاط تھی جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔
 غرض کہ اس ستر کے تمام افعال پسندیدہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر طرح کی خوبی سے آراستہ فرمایا تھا۔

تاتار خاں نے جلوسِ فیروز شاہی کے چند سال بعد وفات پائی۔

ساتواں مقدمہ

خانجہاں کی عظمت کے بیان میں

نقل ہے کہ خانجہاں وزیر کا نام مقبول تھا اور اس کو خدا نے ہر عمدہ صفت عطا فرمائی ہے۔
 عالمِ جاہلیت میں اس کو کنو کے نام سے یاد کرتے تھے۔

یہ امیر دراصل تلنگی تنجا جو اپنے گردہ میں تمام افراد سے بہتر و اعلیٰ خیال کیا جاتا تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں راجہ تلنگا کا مقرب تھا۔ سلطان محمد تغلق نے رائے تلنگا کو دہلی کی جانب روانہ کیا اور راجہ نے راہ میں وفات پائی۔

خانجہاں محمد تغلق کے حضور میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور بادشاہ نے اس کو مقبول کے نام سے موسوم کیا اور اس پر بیحد نوازش فرمائی۔

سلطان محمد نے خانجہاں میں ہر طرح کے جوہر قابلیت معائنہ کر کے اس کی فہم و فراست و سیاست و تدبیر کا صحیح اندازہ کیا اور خانجہاں کو دہلی کا نائب وزیر مقرر کیا۔ خانجہاں پر دانہ جات میں اپنی دستخط اس طرح کر تا کہ مقبول بندہ محمد تغلق۔ اگرچہ یہ وزیر نوشت و خواندہ سے قطعاً بے بہرہ تھا لیکن عقل و فراست میں بختائے زمانہ تھا اس کا اور اک واس کی عقل و فہم کا جواب نہ تھا۔

اس امیر نے محض اپنی عقل و فراست سے داؤد الملک دہلی کی بادشاہ کو آراستہ کیا۔ سلطان محمد کے ابتدائی زمانے میں اس کو قوام الملک کا خطاب عطا ہوا اور ملت ان کا جاگیر دار ہوا اور اس کے بعد نائب وزیر مقرر کیا گیا۔

اس زمانے میں خواجہ جہاں سلطان محمد تغلق کا وزیر تھا۔ مختصر یہ کہ خانجہاں نائب وزیر اپنے عہدہ کا اہل ثابت ہوا اور اس نے دیوان وزارت کو ہر طرح پر آراستہ کیا۔

اہل معاملہ و جاگیر دار خواجہ جہاں سے اس درجہ نہ ڈرتے تھے جتنا کہ قوام الملک سے خوف کرتے تھے۔

خواجہ جہاں جب کسی صاحب مقطع پر تہدید کرنا چاہتا تو اس کو قوام الملک کے سپرد کر دیتا تھا اور قوام الملک ایسے اشخاص پر بیحد سختی و تشدد کرتا۔

اسی طرح جب خواجہ جہاں دیوان وزارت سے اٹھ جاتا تو قوام الملک دیوان داری کر کے اہل مقطع پر بیحد سختی کرتا تھا اور شہنشاہی میں جمع کرتا تھا۔

خواجہ جہاں خود بھی معاملات سلطنت و دیوان وزارت کے اہم امور کو قوام الملک ہی کی مہارت و فراست سے انجام دیتا تھا۔

خانہاں نے سلطان محمد تغلق ہی کے عہد میں عظمت و نام آوری پیدا کر لی تھی۔ اسی زمانے میں سلطان محمد نے وفات پائی اور فیروز شاہی دور شروع ہوا اور خواجہ جہاں باوصف فہم و فراست کے فیروز شاہ سے منحرف ہو گیا۔

خواجہ جہاں نے جیسا کہ مورخ صدر مقالہ میں بیان کر چکا ہے سلطان محمد تغلق کے فرائد کو بادشاہ بنایا اور سلطان فیروز شاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لشکر روانہ کیا۔

خواجہ جہاں اور قوام الملک دہلی میں مقیم تھے لیکن خانہاں کو جب معلوم ہوا کہ فیروز شاہ دہلی کے قریب آ گیا ہے تو یہ امیر مجید دلیری و شجاعت کے ساتھ مروانہ وار وزیر و روشن میں شہر سے باہر آیا اور فیروز شاہ سے مل گیا۔

خانہاں کے مل جانے سے گویا دہلی فتح ہو گئی۔

مورخ عقیف اب ان امور کا ذکر کرتا ہے جو خانہاں یعنی وزیر باندیر اور بادشاہ یعنی فیروز شاہ کے درمیان پیش آئے۔

خانہاں کا سند وزارت پر بیٹھنا۔ روایت ہے کہ خانہاں وزیر اٹھے باہم و فراست کی طرح سند وزارت پر چلو بس کرتا تھا اور جاگیر داروں اور اہل معاملات سے سجدہ سختی و تاکید کے ساتھ حساب لیتا تھا اور خزانہ شاہی کے لئے نہایت احتیاط سے ال وصول کرتا تھا۔

خزانہ کی کردی روزانہ اُس کے ملاحظہ میں پیش ہوتی تھی اور اس موقع پر وزیر نہایت تاکید و احکام جاری کرتا تھا کہ جس قدر زیادہ ممکن ہو مال خزانہ شاہی میں داخل کرو اگر کم روز خزانہ شاہی میں کم داخل ہوتا تو وزیر تمام سال کو برے الفاظ سے یاد کرتا بلکہ غم و غصہ کی حالت میں نہایت فکر مند و بچپن ہوتا تھا۔

خان جہاں اُس روز غلام نہ کھاتا اور فرمایا کہ ملک و دولت کا قیام اور سلطنت کا انتظام ال و نقد سے ہوتا ہے اگر خزانہ میں ال کم ہو گا یا کسی دوسری مد میں ضائع ہو جائے گا تو بنیاد سلطنت میں خرابی واقع ہوگی۔

اگر خزانہ کسی سبب سے خزانہ شاہی قطعاً خالی ہو جائے گا تو اس سلطنت کا قیام دشوار بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ وزیر مذکور شب و روز مال جمع کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

خانہاں کی سواری کا قصہ جب کہیں کہ فیروز شاہ کسی فہم یا شکار کے لئے سفر کرتا تو

خانجہاں وزیر کو بطور نائب شہر میں متعین کرتا تھا۔

وزیر نے کور بادشاہ کی عدم موجودگی میں دوسرے یا تیسرے روز جو شہر میں سوار ہو کر جانا اور اس طرح رعایا کو اپنے جاہ و شہم سے مرعوب کرتا تھا۔

خانجہاں کی سواری کی یہ شان و شوکت ہوتی تھی کہ جاہ و شہم و بیشمار ہاتھی اور پیادے جو تمام و کمال خود خانجہاں کے ملازم ہوتے تھے اس کے ہمراہ ہوتے تھے۔

ان کے علاوہ خانجہاں کے فرزند اور نواسے اور داماد اور غلام درباری و تازی و ترکی گھوڑوں پر سوار سپید کمر بند و بیش قیمت کلاہ سے آراستہ اس کے جلو میں ہوتے تھے۔

وزیر نے کور اس شان و شوکت سے جید جاہ و جلال کے ساتھ فیروز آباد سے دہلی تک سفر کرتا اور وزیر کی یہ شان دیکھ کر خلعت خدا مطہر ہوتی اور شہر میں انتظام قائم رہتا تھا۔

مورخ عقیف کے والدین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آغاز جلوس میں سات برس کامل صرف نیرہ روز شہر میں مقیم رہا۔

بادشاہ دو یا تین سال کے بعد شہر میں آتا اور صرف چند روز فیروز آباد میں قیام کر کے دوسری سمت روانہ ہو جاتا تھا اور خانجہاں وزیر تمام مملکت و تمام خلافت سلطنت کو قافلو میں رکھتا تھا۔

خانجہاں کے پاس قیتار سپاہ و شہم تھے اور نیز یہ کہ اُس کے فرزند و داماد اور نواسے بھی لافندہ تھے۔

اس کے علاوہ اس امیر کے غلام بحید قوی و تند رست تھے۔

خانجہاں بچہ ہوا خواہ اور غیر اندیش وزیر تھا یہی وجہ تھی کہ فیروز شاہ نے سات سال کامل مخالف و بدخواہ جماعت کو پامال کیا اور ہر سرکش و شور و پست شخص کو نیچا دکھایا۔

خانجہاں کی وفات کے بعد فیروز شاہ نے سواری کرنا ترک کر دیا بلکہ اگر سواری کرتا تو صرف جوار دہلی میں سیر کر کے واپس ہوتا۔

پسران و داماد ان خانجہاں کا قصہ۔ خانجہاں کے فرزند بیشمار تھے اس لئے کہ اس امیر کو حرم خانجہاں کنیزوں اور حرم کے جمع کرنے میں بچہ و بچی لیتا تھا بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ اس کے حرم میں روم و چین کی دو ہزار کنیزیں جمع تھیں۔

ہر کنیز مرصع و مکمل لباس میں آراستہ ہو کر سامنے آتی تھی اور خانجہاں ان میں مشاغل ملی کے باوجود اپنی حرم کے ساتھ عیش و نشاط میں مشغول رہتا تھا۔

خانجہاں کنیرا اولاد بھی تھا اور اس امیر کی اولاد کی کثرت کی بابت جو خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اپنی پرورش و احسان سے یہ فرمایا کہ ہر فرزند جو خانجہاں کے حرم میں پیدا ہو اس کی پرورش کے لئے گیارہ ہزار تگے سفر کئے جائیں اور اسی طرح نو زائیدہ دختر کے لئے پندرہ ہزار کی رقم منظور فرمائی۔

بادشاہ نے اس امیر کے فرزند و داماد کو تمام افراد کو کمر سپید مرحمت فرمائی یہی وجہ تھی کہ خانجہاں کے تمام فرزند و داماد اور نو سے باکلاہ و کمر رہتے تھے۔

اس امیر کی شوکت اور اس کے جاہ و شہم نے اس حد تک ترقی کی کہ فیروز شاہ نے بار بار یہ کہا کہ دہلی کا فرمانروا دراصل اعظم ہالیوں خانجہاں ہے۔

خانجہاں کا کارکنان سلطنت کو بادشاہ سے آزاد کرانا۔ کارکنان و عمال سلطنت سے اگر طمع کی وجہ سے کوئی خیانت ظہور میں آتی تو ان اشخاص کو بادشاہ کے حضور میں لے جاتے تھے۔ خانجہاں جو سچے صاحب فہم و فراست تھا ملکی معاملات کے فیصلہ کرنے میں سچے کوشش کرتا تھا اور اپنی عقل و دانش و نیز تدبیر و سیاست سے تخت شاہی کے سامنے کامیاب ہوتا اور بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا کر دیتا تھا۔

معتبر اشخاص نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ کے فراش خانہ میں ایک عدد موزہ جو سچے مرصع و مکمل و جو اہر نگار تھا کارکن علمہ کے سپرد تھا۔

اس موزہ کی قیمت اسی ہزار تگے تھی جس کو کارکنان علمہ نے کسی ترکیب سے لکھنؤئی کے مرسلہ میں تسلیم بند کر کے اس کی قیمت خود باہم تقسیم کر لی۔

چند روز کے بعد بادشاہ نے اس موزہ کو طلب کیا اور تمام عمال نے عرض کیا موزہ مذکور کھنڈی روانہ کر دیا گیا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنی عقل و فراست سے اس امر کا اندازہ کر لیا کہ عمال شعبہ نے موزہ تلف کر دیا ہے

بادشاہ نے ان کا عدد نہ سنا اور ارادہ کیا کہ تمام عمال کو شدید سزا دے۔

فیروز شاہ کے ان ارادہ سے خانجہاں کو اطلاع ہوئی اور وزیر مذکور نے حضور میں حاضر ہو کر تمام حالت معائنہ کی

اس موقع پر وزیر نے خیال کیا کہ بادشاہ ان کارکنان علمہ کو تباہ و برباد کر دے گا اور

خانجہاں اٹھا اور سخت شاہی کے روبرو مودب استاد ہو کر ان مجربین کی استینیں زور سے پکڑیں اور ان کو کشاں کشاں دربار سے باہر لے آیا۔

جب یہ اشخاص بادشاہ کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے تو خانجہاں نے ان افراد سے کہا کہ اے خون گرفت گروہ میں لئے تمہاری جان بچا دی اب اُس سرودہ موزہ کی قیمت مبلغ اسی ہزار تنگے خزانہ بادشاہی میں داخل کرو۔

غرضیکہ دوسرے روز بادشاہ نے خانجہاں سے دریافت کیا کہ کارکنان محلے نے موزہ کیا کیا۔

خانجہاں نے جواب میں عرض کیا کہ موزہ کی قیمت مبلغ ہی ہزار تنگے خزانہ بادشاہی میں پہنچ گئے اب موزہ کی کیا پرکشش کی کوٹنی گیا یا یہیں پڑا ہوا ہے۔

سبحان اللہ خانجہاں کی فہم و فراست کی کیا تعریف کی جائے۔

خانجہاں کا فیروز شاہ صاف جواب دیے کا واقعہ نقل ہے کہ فیروز شاہ ٹٹو کی مہم سے واپس آیا اور کوٹنگ ساہورہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔

بادشاہ بیشتر اوقات ساہورہ میں مقیم اور قصر کی تعمیر میں مہمک رہتا اور خانجہاں فیروز آباد میں امور کی مالی کو مجھد کوشش سے انجام دیتا تھا۔

وزیر مذکور سند وزارت پر بیٹھ کر ہر محکمہ کے عامل و کارکن سے حساب لیتا اور ہر قسم کی باز پرس کرتا تھا۔

خانجہاں کا قاعدہ تھا کہ شنبہ کے روز فیروز شاہ کی خدمت میں ساہورہ حاضر ہوتا اور ملک کے تمام جزئی دہلی واقعات سے بادشاہ کو آگاہ کرتا تھا۔

فیروز شاہ لئے یقین کر لیا کہ خانجہاں اُس کا وفادار و مخلص ملازم ہے اور اسی بنا پر ارادہ کیا کہ اُس کا مرتبہ وزارت سے بلند کرے

ایک روز بادشاہ نے اپنے دوست پیر ملک شاہین اور ملک سید الحجاب کو فیروز آباد خانجہاں کے پاس روانہ کیا اور اُن امیروں کو حکم دیا کہ بادشاہ کی زبان سے خانجہاں کو مقررہ سنائیں کہ بادشاہ کو وزیر کی نمک حلائی و اخلاص پر پورا اعتماد ہے۔

فیروز شاہ چونکہ خانجہاں پرش اپنی ذات کے اعتماد رکھتا ہے اس لئے بادشاہ کا ارادہ ہے کہ اس کا مرتبہ عہدہ وزارت سے بلند کرے اور اسی بنا پر فیروز شاہ کا فرمان ہے

کہ مسند خاں کے مرتبے کے لائق نہیں ہے۔

خانجہاں دربار شاہی میں زردوزی نہالچے پر تخت کے متصل نشست اختیار کرے اور مسند ظفر خاں کو عطا کرے اس لیے کہ تخت کے متصل نہالچے زردوزی مسند وزارت سے بلند و بالا ہے۔

غرض کہ یہ دونوں امیر خانجہاں کے پاس فیروز آباد آئے اور انھوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا خانجہاں نے تھوڑی دیر غور کیا اور اُس کے بعد کہا کہ بادشاہ اسی جیلہ سے مسند وزارت مجھ سے لے کر مجھ کو اس عہدہ سے معزول کرنا چاہتا ہے اور ظفر خاں کو وزیر مملکت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

خانجہاں نے کہا کہ مذہبی بادشاہ کو عطیہ ہے اور نہالچہ بھی قبلہ عالم ہی کا عطیہ ہوگا لیکن گزارش یہ ہے کہ جس روز سستی کی حدود میں بندہ نے بادشاہ کی قدم پوسی کا شرف حاصل کیا ہے اُسی روز بادشاہ نے موقع وزارت اپنے قلم سے تحریر فرما کر مجھ کو عطا فرمائی بلکہ اس تحریر کو کافی نہ خیال کر کے بقیہ فرمایا کہ جب تک کہ میں اور میری اولاد حکمران رہے گی مرتبہ وزارت مجھ کو اور میری اولاد ہی کو عطا ہوگا۔

خانجہاں نے موقع وزارت ملک شاہین کو دیا اور اس سے کہا کہ تم میری جانب سے بادشاہ سے عرض کرو کہ حضرت شاہ نے جس طرح اسی نوشتہ کو اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے اُسے اپنے ہی ہاتھ سے اس کو چاک بھی فرمادیں اور مسند وزارت فلسفہ خاں کو عطا فرمائیں۔

غرض کہ ملک شاہین اور ملک سید الحجاب بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور انھوں نے فیروز شاہ سے خانجہاں کا قول نقل کیا۔

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر فرمایا کہ سعاد اللہ میرا ہرگز یہ فشا نہیں ہے کہ میں خانجہاں کو مسند وزارت سے معزول کروں میرا تو یہ ارادہ تھا کہ خانجہاں کا مرتبہ بلند و بالا کروں لیکن چونکہ اُس کو خود یہ منظور نہیں ہے تو بہتر ہے وہ مسند ہی پر وزارت کے فرائض انجام دے۔

دوسرے روز خانجہاں تمام کو اُٹھ و امور کے عرض کرنے کے لئے ساہورہ سے فیروز آباد حاضر ہوا اور بادشاہ نے وزیر سے فرمایا کہ خانجہاں میرا ارادہ یہ تھا کہ تمہارا مرتبہ

بند و بالا کروں لیکن تم نے اس کے برعکس اپنا عمل خیال کیا۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ بندہ اب زیادتی جاہ و مرتبہ کا خواہاں نہیں ہے اگر فدوی بادشاہ کے حکم کے مطابق نہالچہ زر دوزی پر سخت کے متصل دیوان کرے گا تو اگرچہ یہ امر حقیقت تو میری سرفرازی کا باعث ہوگا لیکن خلقت خدا مجھ کو سب پر شکن نہ دیکھو کیا خیال کرے گی اور کیا کہے گی تمام خلقت شہر ہی خیال کرے گی کہ بادشاہ نے اپنے بندہ قدیم خانجہاں کو مسند وزارت سے معزول کر دیا ہے۔

بندہ چو کھڑی میں دربار کے روبرو مسند وزارت پر بیٹھا ہے اور خلقت خدا مجھ کو دیکھنے آتی اور یہ کہتی ہے کہ خانجہاں بدستور اپنے عہدہ پر برقرار ہے اس لئے بندے کے لئے مسند ہی مناسب ہے نہالچہ زر دوزی ظفر خاں یا کسی اور اہل امیر کو عطا ہو۔

بادشاہ نے خانجہاں کی یہ تقریر سن کر مسکرایا اور خاموش ہو رہا۔

عین الملک کی معزولی کا حال نقل ہے کہ عین الملک کو عین ماہر کہتے تھے۔

فیروز شاہ اپنے آغاز جلوس میں اشراف مالک اور دیوان وزارت میں دربار کرتا اور بیٹھا تاکہ کار ہائے ملک کو بخوبی انجام دے۔

عین الملک بیحد دانشمند عالم و کامل و فاضل تھا جو فہم و فراست و عقل و علم و فضل و کمال میں یکتا دے زمانہ تھا۔

اس امیر کے فضل و کمال و فہم و فراست کے بابت معتبر حضرات نے سوچ عفیف سے یہ روایت کی ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں عین الملک کے برادر ابراہیم جرم سرزد ہوا۔

سلطان محمد تغلق نے برادران عین الملک کو مجرم خیال کر کے مصلحت ملکی کی بنا پر خود عین الملک پر بھی فی الجملہ عتاب کیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد محمد شاہ نے دربار کیا اور ایک عالمچہ سخت کے متصل بچپوایا محمد تغلق نے اس روز تمام علماء و مشائخ و قضاة و معارف و بزرگان شہر و نیز تمام خاص و عام کو دربار میں طلب کیا۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق تمام احوال و انصار حاضر ہوئے اور تمام حاضرین آداب شاہی بجالائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مجمع میں سے تمام ممتاز اشخاص کو حضور میں حاضر کرو۔
شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور محمد تغلق نے ان کے طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تم سب سے ایک
سوال کرتا ہوں اس کا جواب دو۔

بادشاہ نے کہا کہ فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس ایک بیش بہا موتی و
جوہر گراں قدر ہے۔ اتفاق سے یہ گوہر بے بہا کم ہو گیا لیکن جن اتفاق
سے اس شخص نے ایک روز اس گراں بہا جوہر کو نجاست میں
افتادہ دیکھا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص اس موتی کو نجاست سے اٹھائے یا نہیں اس موقع
پر تمام حاضرین نے وزیر ارکان سلطنت نے عرض کیا کہ اس بیش بہا گوہر کو چھوڑ دینا مصلحت
نہیں ہے۔

محمد تغلق نے گفتگو کی اور اب اپنی محل سوال کی شرح کی اور عین الملک کی طرف
اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ گوہر خواجہ عین الملک کی ذات ہے جو اپنے نجاست صفت بھائیوں
کے درمیان میں پڑا ہوا تھا اب میں نے اپنے گوہر مفقود کو پایا اب اس کا چھوڑ دینا مصلحت
نہیں ہے۔

بادشاہ نے یہ فرمایا اور عین الملک کو غالیچہ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔
اس حکایت کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ عین الملک اپنے فضل و کمال کے
اعتبار سے اس پایہ کا اس قدر محتاج جس کے فضل و کمال کی انتہا نہیں ہے۔
اس امیر نے اکثر کتابیں محمد تغلق و فیروز شاہ کے عہد میں تصنیف کیں مغلہ ان کے
ترس عین الملک ہے جو ہر زبان میں تمام عالم میں مشہور ہے۔
مختصر یہ کہ سولف اب اصل سخن کی طرف رجوع کرتا ہے۔
دفع ہو کہ عین الملک عہد فیروز شاہی میں دار الملک کے اشراف مالک کے عہد پر

سرفراز تھا۔

یہ امیر عدالت میں بیٹھ کر اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینے کی کوشش کرتا تھا اور
دوان وزارت میں سبقت اختیار کرتا تھا لیکن اتفاق سے عین الملک اور خانبہاں کے درمیان طنز و تیز
گفتگو ہوتی اور ہر ایک اشارہ و کنایہ میں دوسرے کی عیب جوئی کرتا۔

اس معاملے نے اس قدر طول کھینچا کہ ہر دوامیر میں بجد نیز و مخالفانہ گفتگو ہوئی اور ہر فرد اپنی حد سے تجاوز کر کے دوسرے کے حق میں الفاظ بد استعمال کرنے لگا۔

ایک روز خانجہاں نے عین الملک سے غصہ میں کہا کہ مشرف کو کاغذ مفصل سے کیا سرکار اور اس کو کیا حق ہے کہ منقطع جات سے حساب مفصل طلب کرے اس لئے مشرف صرف جمع کا ذمہ دار ہے خرچ کی تحقیقات کرنا مستوفی کے فرائض میں داخل ہے۔ عین الملک نے جواب دیا کہ مستوفی کو جمع مفصل کی شکل سے کیا سرکار ہے۔

غرضیکہ ہر دو امیر بحث و مباحثہ کرتے ہوئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور مستوفی و مشرف کے فرائض کے متعلق گفتگو کی۔

اس روز فیروز شاہ نے فرمایا کہ کارکنان معاملات و منقطع جات کو ہدایت کی جائے کہ دیوان اشرف میں جمع مفصل و خرچ منتخب اور دیوان استیفایں خرچ مفصل و جمع منتخب اور دیوان وزارت میں جمع و خرچ مفصل پیش کریں۔

اس حکم سے پیشتر یہ دستور دیوان وزارت سے مخصوص تھا اور تمام سلاطین نے ان ہر سہ شعبہ جات میں یہی مثال قائم رکھی تھی۔ دونوں صاحبوں کی گفتگو اور مخالفت نے اس درجہ طول کھینچا کہ دشنام اور بد زبانی کی نوبت آگئی۔

بار بار ایسا ہوا کہ خانجہاں نے عین الملک کے جواب میں اس کو سخت و سست الفاظ سے یاد کیا اور عین الملک نے بلا کسی پاس و لحاظ کے خانجہاں کو پریشان کلمات سنائے۔

اس موقع کے لحاظ سے معتبر اشخاص نے مورخ عیف سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ فیروز شاہ اپنے جاہ و خشم کے ہمراہ دہلی سے شکار کے لئے روانہ ہوا اور خانجہاں و عین الملک بھی بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

بادشاہ نے ایک منزل میں قیام کیا اور عین الملک دوپہر کے وقت اپنے فرودگاہ سے روانہ ہو کر خانجہاں کے خیمہ تک آیا اور گھوڑے سے اتر کر خانجہاں کے سراپے کے اندر گیا۔

خانجہاں کے مقرب اشخاص نے یہ واقعہ وزیر سے بیان کیا لیکن جب تک کہ خانجہاں اپنے خیمہ سے نکل کر عین الملک کی خاطر و مدارات کرے عین الملک کے ایک مافیہ نشیں نے اُس سے کہا کہ یہ سراپے خانجہاں کا ہے۔

اس موقع پر عین الملک نے اپنے ملازمین پر غصہ کیا اور کہا کہ اے غافل! جس وقت میں خانجہاں کے سراپچہ کے قریب گھوڑے سے اترا تھا اُس وقت تم نے مجھ کو کیوں نہ آگاہ کیا۔

عین الملک نے یہ کیا اور بغیر ملاقات کے واپس ہوا اور بادشاہ کے قیام گاہ میں داخل ہوا۔ خانجہاں کو معلوم ہوا کہ عین الملک واپس گیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہے۔

خانجہاں بھی سوار ہو کر فیروز شاہ کے حضور میں آیا اور عین الملک کی آمد و بازگشت کی مفصل کیفیت بادشاہ سے بیان کی۔

فیروز شاہ نے عین الملک کو طلب کیا اور اس کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا خواجہ عین الدین تمہارا خواجہ جہاں کے سراپچہ میں آنا اور بغیر ملاقات کے واپس جانا بے معنی خیال کیا جاسکتا ہے لہذا یہ ضروری تھا کہ خاں جہاں سے ملاقات کرتے۔

عین الملک نے اس موقع پر نہایت معنی خیز گفتگو کی اور عرض کیا کہ بندہ خانجہاں کے فرو دگاہ پر حاضر نہ ہوا تھا بلکہ بادشاہی سراپچہ میں حاضر ہونے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ بادشاہ و وزیر کے دیرسچیں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے سراپچہ محل و دہلیز و خواجہاں کی جگہ و چشم شاہ و وزیر ہر دو حضرات کے سراپچے میں موجود ہیں اس لئے مجھ کو دھوکہ ہوا اور میں خانجہاں کے دیرسے کو شاہی سراپچہ سمجھا عین الملک نے یہ کلمات پریشان کہے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اب بندہ کا ملک میں رہنا بہتر نہیں ہے بلکہ اب مجھ کو ہندوستان سے ہجرت کر کے کعبہ شریف روانہ ہو جانا چاہئے۔

ظاہر ہے کہ اب تک میرے اور حریف کے درمیان میں ملکی و مالی رقابت تھی کسی نہ کسی طرح انگریز کی جاسکتی تھی لیکن اب جبکہ عین الملک فتنہ پرواز نے میری بارگاہ کو شاہی درگاہ کے سادی فز و روپ ہے تو اس جیل سے میری جان کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے مجھ کو اسی وقت زاد و راجہ عنایت ہونا کہ کعبہ شریف کی راہ لوں۔

فیروز شاہ نے یہ تقریر سنی اور غلوت میں جا کر فریقین کے بابت غور و فکر کرنے لگا۔

مختصر یہ کہ خانجہاں اور عین الملک میں گفتگو مجددی اور نزاع حد سے باہر ہو گئی۔

چند روز اسی حالت میں گزرے تھے کہ ایک روز خانجہاں اور عین الملک ہر دو امیر دیوان میں موجود تھے کہ اس اثنا میں خانجہاں نے عین الملک سے کہا کہ اے حرام خواہ بکر دار تو نے یہ کیا کہا عین الملک نے بھی خانجہاں کو سختی سے جواب دیا اور سخت دسست کہا۔

فیروز شاہ اس وقت محل خلوت میں تھا کہ خانجہاں اُس وقت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے اپنے وفادار وزیر کو پریشان صورت دیکھ کر اُس سے کہا کہ خانجہاں خیر ہے کیوں اس درجہ پریشان ہوا اور کیا وجہ ہے کہ بے موقعہ تم محل میں داخل ہوئے ہو۔ خانجہاں نے یہ تقریر سن کر شکوہ آغا کیا اور کہا کہ میں الملک نمک حرام نے دیوان میں بیٹھ کر فدوی کو سخت دریشانہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔

خداوند عالم نے فدوی کو سرفراز فرما کر منصب وزارت عطا کیا ہے اور سند اعتبار عطا فرمائی ہے اگر کوئی شخص جس کی بنا پر بندہ کی اہانت کرے تو فدوی کا کیا وقار باقی رہے گا بہتر یہ ہے کہ سند وزارت عین الملک کو عطا ہو۔

فیروز شاہ نے یہ الفاظ سن کر قدر سے غور کیا اور سر اٹھا کر کہا کہ خانجہاں میں نے سند وزارت تم کو عطا کی ہے اور تمام عملہ دیوان کو تیرا ماتحت مقرر کیا ہے۔

جس شخص کو تو مناسب خیال کرے خدمت پر بحال رکھ اور جس کو تو چاہے خدمت سے معزول کر اگر عین الملک نے تیری اہانت کی ہے تو اُس کو عہدہ اشرف سے برطرف اور کسی دوسرے امیر کو مشرف کی خدمت عطا کر۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور وزیر مذکورہ عہد عزت و مسرت کے ساتھ اپنے مکان واپس آیا اور اہلیان سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ خانجہاں نے تختہ وزارت کو عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اُس کو پیغام دیا کہ تو منصب اشرف سے معزول کیا گیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کے حق میں جو کچھ کیا وہ محض خانجہاں کی عظمت و عزت کے لحاظ سے کیا فیروز شاہ کا معمول تھا کہ جب شکار سے واپس آتا اور شہر میں داخل ہوتا تو خانجہاں بادشاہ کی خدمت میں آتا اور فیروز شاہ بادشاہ اپنے عزت و جاہ و جلال کے گھوڑے سے اتر کر خانجہاں کو آغوش میں لیتا اور پرستش حالات کرتا تھا۔

غرضیکہ خانجہاں کی وفات تک شاہ و وزیر کے درمیان کسی قسم کی غیرت نہ تھی۔ مختصر یہ کہ عین الملک نے عزل کی خبر سنی اور تین روز متواتر دربار میں حاضر نہ ہوا۔ اس مدت کے بعد عین الملک مجرا گاہ میں حاضر ہوا اور بادشاہ کو سلام کیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کو اپنے قریب بلایا اور اُس سے کہا کہ عین الملک تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مخالفت و عداوت میں ملک کے ملک برباد ہو گئے ہیں اور تمام مخلوق پیرو جو ان سے ناامید و نامراد ہوئے ہیں چونکہ تقدیر الہی سے تمہارے اور خانجہاں کے درمیان مخالفت پیدا ہو گئی ہے اس لئے تمہارا یہاں قیام کرنا مناسب نہیں ہے تم کو ملتان و بھکر دیوستانی کی صوبہ داری عطا کرتا ہوں اپنی جاگیر جاؤ اور وہاں کا انتظام کرو۔

عین الملک نے یہ فرمان سنا اور بادشاہ کے حضور میں اُس نے بیان کیا کہ بندہ اپنے اقطاع کا انتظام کرے گا لیکن دیوان وزارت میں حساب نہ دے سکے گا البتہ بادشاہ کے حضور میں تمام معاملات کو پیش کرے گا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ عین الملک میں نے تیری خاطر سے اقطاع ملتان کو دیوان وزارت سے خارج کیا تم اس صوبہ میں جو انتظام کرو گے وہی قابل قبول خیال کیا جائے گا اور تمہاری تقریرات کافی سمجھی جائے گی۔

غرض کہ عین الملک نے ان شرائط پر ملتان کی صوبہ داری قبول کی۔

اس کے بعد مورخ عقیف نے عین الملک کے بابت ایک ایسی عجیب و غریب کہ دایت سنی ہے جو اس قابل ہے کہ تاریخ کے صفحات میں لکھی جائے یہ حکایت حسب ذیل ہے۔ واضح ہو کہ عین الملک خانجہاں کی وجہ سے اپنے عہدے سے معزول ہوا اور تمام مقرب امراء و اہل اس دافعہ سے خائف ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے اور ان امرائے باہم یہ گفتگو کی کہ آج عین الملک معزول ہوا ہے کل چار ابھی یہی حال ہوگا۔

ان امیروں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے اور ارادہ کیا کہ خانجہاں کو معزول کر کے اُس کو ذلیل کریں لیکن بادشاہ نے اس موقع پر فرمایا کہ اگر عین الملک موجود ہوتا تو میں اُس سے مشورہ کرتا اس زمانے میں عین الملک ملتان روانہ ہو کر دہلی سے چوبیس کو سس کی راہ لے کر چکا تھا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ اپنا اسباب و تمام شہد میں چھوڑ کر جلد یہاں آجائے یہاں ہر طرح کی خیریت ہے لیکن ایک امر میں مشورہ کرنا ہے تم جلد نچو اور مشورہ میں شریک ہو کر جلد واپس جاؤ عین الملک یہ فرمان پالتے ہی جلد سے جلد دہلی پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ فیروز شاہ ان امراء و عین الملک کے ہمراہ خلوت میں بیٹھا اور ان امرائے مشورہ

طلب کیا ہر امیر نے اسرار ملکی کے بابت گفتگو کی اور عرض کیا کہ وزیر سلطنت کو اس درجہ اختیار کرنا مصلحت کے خلاف ہے اُس کے حالات و معاملات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہئے۔ بادشاہ یہ گفتگو سنا کر عین الملک کی طرف متوجہ ہوا کہ اس کے خیالات کا اندازہ کرے اور اس کی تقریر سے عین الملک نے دیگر امراء کی گفتگو سن کر عرض کیا کہ اس قسم کے خیالات دل پس لانا اور ایسے بنظر ایت سے قلب و دماغ کو پریشان کرنا مملکت و سلطنت میں خرابی و فساد پیدا کرتا ہے۔ جو شخص اس قسم کے توہمات میں گرفتار ہے وہ ہرگز ملک کا ہی خواہ نہیں ہے ظاہر ہے کہ خانجہاں بے مثل دیگاہ روزگار وزیر ہے اُس کو اس مرتبہ سے علمدہ کرنے میں خدا جانے کیا حال رونما ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سلطنت برقرار رہے اور اس امر کا بھی امکان ہے کہ اُس کے معزول کرنے میں بنیاد سلطنت جنبش میں آجائے۔

فیروز شاہ نے عین الملک کی تقریر پر پسند کی اور اُس کے بعد اموشس یا افتادہ میں عین الملک سے مشورہ کیا کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہئے اور عین الملک نے عرض کیا اس مشورے اور معاملے سے خانجہاں کو بچے خبر نہ رکھنا چاہئے اور تمام حالات سے اُس کو ضرور آگاہ کر دینا چاہئے تاکہ اُس کے دل سے ہر طرح کا خوف اسی وقت دور ہو جائے اور وہ اطمینان کے ساتھ امور ملکی کو انجام دے۔

اگر وزیر کے دل میں کسی قسم کا خوف و خطرہ باقی رہے گا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے کو معرض ہلاکت میں دیکھ کر کارہائے سلطنت کو انجام نہ دے سکے گا۔

ممکن ہے کہ وزیر کے اس طرح خوفزدہ ہونے سے معاملات سلطنت برباد و تباہ ہو جائیں بعض اُن اشخاص نے جو خود ان معاملات میں شریک مشورہ تھے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ عین الملک نے بیان کیا کہ خانجہاں کو اسی وقت طلب کرنا چاہئے۔ بادشاہ نے عین الملک کے مشورہ کے مطابق خانجہاں کو طلب کیا اور خانجہاں شاہی حکم کے مطابق حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور خانجہاں اس مجلس کی تمام مفصل کیفیت سن کر غمگین ہوا۔

بادشاہ نے وزیر کو مغموم دیکھ کر اس کو خلعت خاص عطا کیا اور بچہ اعزاز و اکرام

کے ساتھ واپسی کی اجازت عطا فرمائی۔
خانجہاں بادشاہ کے حضور سے خوش و خرم واپس ہوا اور اس نے عین الملک سے معاف کر کے کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ تم کو میرے ساتھ اس درجہ محبت ہے میری غلطی تھی کہ میں تم کو اپنا مخالف سمجھ کر تم سے سختی سے پیش آتا تھا۔
اس موقع پر عین الملک نے صداقت سے کہا کہ اپنے دل سے یہ گمان دور کرو کہ میں نے جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا ہے اُس کی وجہ بھاری محبت ہے۔

میرے اور تمہارے درمیان عداوت و مخالفت اسی طرح موجود ہے میں نے جو تقریر بادشاہ سے کی ہے اس کا فتاویٰ ہے کہ سلطنت و ملک بجالاؤ و برقرار رہے اور مملکت میں شور و فساد نہ برپا ہو۔

ہر چند خانجہاں نے کوشش کی کہ عین الملک کو اپنے مکان لے جائے لیکن عین الملک نے خانجہاں کی دعوت قبول نہ کی۔

اُن اصحاب مناصب کا ذکر جو انتظام ملک کے لئے وزیر کے ہمراہ مقرر کئے گئے تھے۔
خانجہاں سند وزارت پر اجلاس کرتا تھا اور نظام الملک امیر حسین امیر ایران نائب وزیر سند وزارت کے متصل جانب چپ بیٹھتا تھا اور نائب وزیر کے بعد مشرف ممالک کی جگہ تھی اور مشرف سے فردتر برید ممالک کی نشست تھی اور وزیر کے جانب راست متونی کی جگہ عطا ہوتی تھی۔

معتبر اشخاص نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ متونی کی نشست ہمیشہ مشرف سے فردتر ہوتی تھی جس زمانے میں کہ دختر زادہ سلطان محمد کو جو خود بھی محمد کے نام سے موسوم تھا اور جس کے برادر دیگر کا نام مودود تھا فیروز شاہ کے عہد میں استیفا کا عہدہ عطا ہوا اور یہ شخص عزیز الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اس وقت فیروز شاہ نے فرمایا کہ عزیز الملک خدایگان مغفور کا نواسہ ہے یہ شخص مشرف سے فردتر کیوں کر بیٹھے گا اگر میں اس کو مشرف سے بالاتر جگہ عطا کرتا ہوں تو تو انہیں لوگ کے خلاف ہوتا ہے فیروز شاہ نے اُس وقت حکم دیا کہ تمام اصحاب مناصب خانجہاں کے جانب چپ بیٹھیں اور عزیز الملک جانب راست جگہ پائے۔

بادشاہ کے محل بارہ میں دربار کے وقت متونی مشرف سے بالاتر استاد ہوتا تھا اور

ناظر و قوف مود تمام امرا کے نائب وزیر کے پس پشت اسنادہ ہوتے تھے۔
معتبر و ادا لے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ سلاطین قدیم کے دستور و قوانین
میں قوف کا مرتبہ و عہدہ نہ تھا۔
جلال الدین خلجی کے عہد حکومت میں جبکہ مختلف طرح پر دربار کی آراستگی ہوئی تو یہ عہدہ
بھی پیدا ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ کا ایک عزیز قریب تھا جو جلال الدین کا مود مملکت
میں مشورہ دیا کرتا تھا۔

جلال الدین نے ارادہ کیا کہ اپنے اس عزیز کو دیوان وزارت میں کوئی عہدہ
عطا کرے لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ اس محکمہ میں کوئی شغل خالی نہیں ہے اور وزیر نے
بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کسی شخص کو منزل کر کے وہ عہدہ اس شخص کو دیا جائے
لیکن جلال الدین نے جواب دیا کہ کسی شخص کو بلا تصور برطرف کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔
وزیر نے یہ دریافت کر کے کہ بادشاہ کی دلی خواہش ہے کہ اس شخص کو دیوان
وزارت میں کوئی عہدہ عطا ہو عہدہ قوف قائم کیا یعنی جس طرح ناظر کا فریضہ ہے کہ تمام
عمال سلطنت کے جمع بندی کو جو وہ اشراف کے دفتر میں داخل کریں جانچے اور دیکھے اُسی
طرح قوف کا فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام مملکت کے خراج سے آگاہی حاصل کرے۔

غرضیکہ اس شخص کو عہدہ جلالی میں عہدہ قوف عطا ہوا اور اسی تاریخ سے اصحاب
وزارت میں قوف و نائب قوف کے عہدے بھی قائم ہوئے اگر اصحاب دیوان کے
عہدہ داروں کی تفصیل معرض تحریر میں آئے تو ایک مستقل دفتر ہو جائے۔

سبحان اللہ جلال الدین کے صاحب فہم و فراست وزیر کا کیا کہنا جس نے اپنی
عقل و فہم سے یہ جدید شغل پیدا کیا فیروز شاہ کا وزیر بھی درحقیقت ایسا ہی صاحب فراست
و تدبیر تھا۔

خانجہاں کی وفات کا ذکر۔ خانجہاں کی عمر اسی سال کی ہوئی اور ضعیف اور بوڑھا
ہو گیا پیرانہ سالی کی وجہ سے اُس کے تمام اعضا کمزور ہو گئے۔

خانجہاں کی وفات کا وقت آگیا اور اس کو بیحد تکلیف
ہونے لگی جس شب کہ خانجہاں رحلت کرے گا۔ اس روز
نماز جمعہ کے بعد فیروز شاہ شہر سے باہر گیا اور آٹھ کو کس پر دریا سے جمنہ

کے کنکارے منزل کی اس تفریح میں مورخ عقیف بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔
مورخ کی موجودگی میں تمام ماہر فن نجومیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو اپنے فن سے
یہ معلوم ہو تا ہے کہ اس وقت بعض سعد اور بعض شمس ستارے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں اور
ان کا یہ اجتماع ضرور کسی حادثے کی خبر دیتا ہے۔

چونکہ اسی زمانے میں وزیر مذکور علی تھا اس لئے بادشاہ دفعۃً سوار ہوا اور اسی روز تاخر
شب میں خانجہاں نے وفات پائی۔

یہ حادثہ ۸۰۰ھ ہجری ۱۴۰۰ء جلوس فیروز شاہی میں ہوا۔
مختصر یہ کہ خانجہاں کی وفات کے بعد تمام خلقت خدا نے اُس کا ماتم کیا اور ہر شخص جو مجلس
عیش و نشاط میں ساہو و متغیر میں تغیرت کے لئے جا بیٹھا۔

خانجہاں چونکہ وزیر صاحب تدبیر خدا ترس تھا اس لئے اس درگاہ پر جاہ و شہم بھی موجود
رہتا اور ہر وقت رعایا کی بہتری و فلاح کی کوشش بھی کرتا تھا۔
یہ امیر کسی شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرتا اور اُن کی راحت و آرام کی کوشش
میں سرگرم رہتا تھا اگر کوئی منقطع دار ملک میں ظلم کرتا اور مال لے کر آتا تو خانجہاں اُس کے
اس اضافہ کو پسند نہ کرتا اور ہر وقت رعایا کی پرورش کرتا اور کارکن گردہ کا ہمیشہ حامی رہتا
اور دل و جان سے اُس کے قصور کی پردہ پوشی کرتا اور اگر کسی عامل سے خیانت ظہور میں آتی
تو نہایت عمدہ الفاظ میں اس کا حال بادشاہ سے عرض کرتا اور اُس کو شاہی باز پرس و سیاست
سے بری کر دیتا تھا غرضیکہ خانجہاں کی وفات سے تمام خلقت خدا نے ماتم کیا حقیقت یہ ہے
کہ یہ تمام آثار اس امیر کی مغفرت کی دلیل ہیں۔

خانجہاں حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔
جس روز کہ یہ امیر حضرت شیخ کا مرید ہوا تو پیر و مرشد سے عبادت و طاعت کے لئے
عرض کیا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم وزیر مملکت ہو تمھاری عبادت یہی ہے کہ کاغذ و دل
کی محنت برآری میں ہنستا سے زیادہ کوشش کرو۔

خانجہاں نے مریدان صادق کی طرح سجدہ عاجزی کے ساتھ بار و گرا تھا سس کیا اور
حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر تم ہمیشہ با وضو رہو تو تمھارے لئے سجدہ بہتر ہوگا۔
خانجہاں نے حضرت کے ارشاد پر عمل کیا اور ہمیشہ با وضو رہنے لگا اور اس امر میں

بید اختیار اور سعی کرتا اگر کبھی بالائے سند ہوتا اور وضو کی حاجت ہوتی تو فوراً مسند سے اٹھتا اور وضو کرتا تھا۔

جب پلنگ پر جاتا اور حجر کے بستر پر آرام کرتا تو پلنگ کے متصل ایک آفتاب اور ایک طشت رکھا جاتا تھا۔

جس وقت کہ خانجہاں پہلو بدلتا اور بیدار ہوتا تو فوراً پلنگ سے اُترتا اور اُسی آفتاب اور طشت سے وضو کرتا اور پھر آرام کرتا تھا۔

اس امیر کے آئین و معمولات کا یہ بابرکت نتیجہ تھا کہ وفات کے بعد حضرت قطب نام شیخ نظام الدین محبوب الہی کے پاس دفن ہوا۔

خانجہاں کے وفات کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور فیروز شاہ نے چشم پر آب ہو کر فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد میں بڑے مہات کے لئے سفر و سواری نہ کروں گا۔

بادشاہ اس وزیر کی وفات پر بچہ رویا اور ہمیشہ اُسے یاد کرتا رہا

یہ تھی عظمت و قبولیت خانجہاں کی علیہ الرحمۃ والعفران۔

خانجہاں بن خانجہاں کی عظمت کا بیان۔

معتبر راویوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ جب خانجہاں بن خانجہاں پیدا ہوا اُس وقت خانجہاں مرحوم تان کا جاگیردار تھا اور اپنے صوبہ کے انتظام و معاملات میں جان و دل سے کوشش کرتا تھا۔

اس زمانے میں سلطان محمد تغلق فرمانروائے ملک تھا اور خانجہاں نے بادشاہ کو فرزند پیدا ہونے کا معروضہ روانہ کیا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ مولود جو ناشہ کے نام سے یاد کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ خانجہاں دوم جو ناشہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

معتبر روایت یہ ہے کہ خانجہاں اول اپنے فرزند کو شیخ رکن الدین میرزا حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکر باقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا اور حضرت شیخ نے فرزند کو دیکھ کر خانجہاں سے فرمایا کہ تو ام ملک یہ بچہ بعد اقبال مسند اور تمھارے خاندان کا چشم و چراغ ہو گا۔

اس زمانے میں خانجہاں قوام الملک کے خطاب سے مشہور تھا۔

مختصر یہ کہ غانجناں مقبول نے وفات پائی اور مراسم خیریت کو پورا کر کے غانجناں کے متعلقین بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

فیروز شاہ نے غانجناں کی وفات پر بیدافسوس کیا اور وزیر مرحوم کے تمام محاسن اور نیک طبعی کا دیر تک ذکر کرتا رہا۔

بادشاہ نے غانجناں مرحوم کے ہر وزارت کو وزارتیں شاہانہ سے سرفراز فرمایا اور چنانچہ کو خلعت وزارت عطا کر کے اس کو غانجناں بن غانجناں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ غرض کہ غانجناں دوم بھی مرد و نادعاقل و صاحب فہم فرامست تھا۔

فیروز شاہ اس امیر کو خان میں فرزندم کے خطاب و القاب سے یاد کرتا تھا۔ غانجناں مقبول کی وفات کے بعد غانجناں دوم نے ستمش سال کامل فیروز شاہ کی وزارت کی اس امیر کی ہر رائے بادشاہ کے مزاج کے موافق ہوتی تھی اور بادشاہ وزیر کی رائے کے موافق کام کرتا تھا اور اس کی موجودگی میں بادشاہ کسی دوسرے امیر سے ہم کام نہ ہوتا تھا بادشاہ جب سیر و شکار سے واپس ہو کر دہلی کے نواح میں داخل ہوتا اور غانجناں دوم بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوتا تو بادشاہ اس امیر سے بھی غانجناں مقبول کا برتاؤ کرتا اور مرحمت شاہانہ کے لحاظ سے گھوڑے سے اترتا اور غانجناں سے معاملہ کر کے اس سے پرستش احوال کرتا۔

غانجناں مقبول مقطوع جات سے رقم عدتی وصول کرتا اور اس سے بادشاہ کو آگاہ کر دیتا تھا لیکن غانجناں دوم ایک دانگ و درم بھی مقطوع جات یا کسی دوسرے اشخاص سے وصول نہیں کرتا بلکہ مثل دیگر وزراء کے ہر سال مبلغ چار لاکھ تنگے رقم عدتی بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے تمام عہات سلطنت غانجناں کے قبضہ اقتدار میں دید یا تھا لیکن تقدیر سے سلطان فیروز کے آخر عہد میں شاہزادہ محمد خاں جو بعد کو سلطان محمد کے نام سے بادشاہ ہوا اور غانجناں کے درمیان عداوت و مخالفت پیدا ہو گئی جس کو خدا کی مشیت الہی بھی کہہ سکتے ہیں اور حامدوں کی فتنہ پردازی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس مخالفت نے ملک و اہل ملک کو تباہ و برباد کیا اور شہر دہلی کو زیر و زبر کر کے ملک میں طائف الملوکی پیدا کر دی جس نے ہر شخص کو ایسا بے سر و پا کر دیا کہ ان لوگوں نے مصائب و اضطراب کی داستان حیدیان سے گزر گئی۔

اس قصوں اور افسانوں کی شرح کسی مورخ نے بیان نہیں کی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار شہر کی مخلوق ہر خاص و عام مغلوں کی تاخت و تاراج کا شکار ہوئی۔
مولف فاجہاں اور شہزادہ محمد کی مخالفت کا مفصل حال سلطان محمد کے حالات میں یہیہ ناظرین کر چکا ہے

آٹھواں مقدمہ

ملک نائب باربک کی عظمت و بزرگی کا ذکر

نقل ہے کہ ملک نائب باربک فیروز شاہ کا علاقائی برادر اور ابراہیم کے نام سے موسوم تھا۔

یہ امیر بادشاہ کا مخلص و مہمدر دستھا اور بادشاہ بھی برادر و وفادار کو بیحد عزیز رکھتا تھا اور نائب باربک کی اولاد کو اپنی اولاد خیال کرتا تھا۔

اسی زمانے میں اُس کے خیل کو سپاہ کہتے تھے اور تمام خیلہائے ملک سے بالاتر اُس کو قسم کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے نائب باربک کے ہر فرزند کو خطاب خانی عطا کیا تھا اور اپنی فوارش و مہربانی سے ان کی عزت و وقت کو دو بالا کر دیا تھا۔

نائب باربک کا ایک فرزند خیل خاں (خلیخا ناں) کے خطاب سے مشہور تھا اور فرزند دوم نصرت خاں و سوم خاں کے خطابات سے یاد کئے جاتے تھے۔

بادشاہ نے اپنی عنایت و مہربانی سے ملک نائب کو چھ عدد اتھی عطا کئے تھے یہ جانور بادشاہ نے درجہ بزرگبری میں عطا کئے تھے اور جس وقت کہ ملک نائب بادشاہ کے قصر میں حاضر ہوتا تو ملک نائب کے آگے آگے یہ جانور بھی رہتے تھے۔

فیروز شاہ اور ملک نائب میں اس درجہ محبت تھی کہ ملک نائب اُس وقت کھانا کھانا تھا جب اُس کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ فیروز شاہ غذا تناول کر چکا ہے۔

اگر فیروز شاہ کسی روز افضل روزہ کی نیت کر لیتا تو ملک نائب بھی بادشاہ کی تقلید میں

صوم سے ہوتا تھا اس محبت نے اس درجہ شدت اختیار کی کہ ملک نائب برگ قبول کھانے میں بھی بادشاہ کا اتباع کرتا تھا اور جب ملک نائب کو یہ خبر پہنچی کہ خداوند عالم نے اس وقت برگ قبول بخش فرمایا ہے تو ملک نائب بھی اُس وقت ان کھاتا تھا۔ اگر کبھی کسی مرض و شکایت کی وجہ سے بادشاہ فوت کرتا تو ملک نائب بھی اس روز غذا نہ کھاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا محبت تھی جس کی نظیر بہت کم دیکھی اور سنی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر باب ارادت کو جو محبت اپنے مرشدین سے ہوئی ہے ان کے اسرار و لذت کو بیان کرنا ہیچ مشکل ہے۔

ہر مرید پر واجب ہے کہ پیر و مرشد سے اسی طرح محبت کرے۔ چونکہ ملک نائب کو خیر و زشاہ کے ساتھ اس درجہ محبت تھی اس لئے ان کے درمیان سے دو ٹوٹھا اٹھ گئی اور قطعاً یکا گشت و اتحاد پیدا ہو گیا۔ اگر مرید تھو و لباس میں پیر کے ساتھ اس قسم کی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے خود مرید کی محبت بھی پیر کے دل میں پیدا فرماتا ہے۔

ملک نائب کی خیر خواہی و نیک خلقی کا ذکر

نقل ہے کہ خیر و زشاہ اپنے آخر عہد میں شکار کے لئے سوار ہوتا اور ملک نائب بادشاہ کی عدم موجودگی میں شہر میں مقیم رہتا۔

ملک نائب کو شک کے اندر قیام کرتا تھا اور اگرچہ خانجہاں ہمیشہ نائب غیبت ہوتا اور امور مالی و ملکی میں سید کو شکش کرتا تھا لیکن بائیں ہمہ خیر و زشاہ ملک نائب کو بھی شہر میں رہنے کا حکم دیتا تھا۔

وزیر مذکور و ملک نائب ہر دو شہر میں قیام کرتے اور باہم سید خلوص و محبت کا اظہار کرتے تھے جب خانجہاں محل شاہی میں آتا تا کہ چونکہ سی و وزارت میں دیوان داری کرے تو اول کو شک کے اندر جاتا اور ملک نائب کو سلام کرتا تھا۔

اس زمانے میں ملک مذکور کو شک میانہ میں قیام کرتا تھا۔

خانچیاں ملک نائب کے پاس آتا اور ملک مذکور وزیر کی تجویز و توفیق کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتا تھا۔
اُس کا استقبال کر کے اس طرح بعد توفیق کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتا تھا۔
خانچیاں بھی توفیق و تعظیم کر کے واپس ہوتا اور باہر آکر سند وزارت پر بیٹھتا تھا اور
ملک نائب باربک بھی کو شک میانہ کے صحن میں اجلاس کرتا تھا۔
اس موقع پر پیغمبروں کا گروہ ملک مذکور کے سامنے پیش ہوتا تھا اور یہ افراد صنف بستہ
استادہ ہوتے تھے۔

ملک مذکور ان کو بیٹھنے کا حکم دیتا اور جو شخص جہاں گھڑا ہوتا تھا وہیں بیٹھ جاتا تھا۔
ملک مذکور کے حکم سے روز آہ شام کو سالن اور روٹی پکائی جاتی اور تمام نوبتوں کو تقسیم
ہوتی تھی۔
غرضکہ یہ تمام واقعات ملک مذکور کی نیک نیتی کے دلائل ہیں۔

محل بارہ میں ملک مذکور کبھی تو قصر جمہ جوہن کے سامنے استادہ ہوتا تھا اور
کبھی پیش در گھڑا ہوتا تھا لیکن باوجود اس عظمت و شہرہ کے کسی شخص کو سخت آواز سے نہ پکارتا تھا۔

ملک نائب کا اپنے عمال سے محاسبہ کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے ملک نائب کو بشمار شہر بطور جاگیر عطا فرمائے تھے اور
ملک نائب نے ان مقامات پر اپنے خاص مقلعہ دار مقرر کئے تھے۔
اگر کوئی مقلعہ دار حاضر ہوتا تو ملک مذکور اپنے خلیفہ کے عہدہ داروں کو حکم دیتا کہ
اس مقلعہ دار سے حساب لیں۔

عمال حکم کی تعمیل کرتے اور اگر مقلعہ دار کے ذمہ رقم واجب الادا نکلتی تو ملک نائب
حکم دیتا کہ اس شخص کے سر پر سے دستار اتار لی جائے۔
مال کم ہوتا یا زیادہ یہاں تک کہ اگر ایک لاکھ تنگہ کی رقم بھی باقی ہوتی جب بھی
یہ امیر بھی کہتا تھا کہ اس شخص کے سر سے دستار اتار لو۔

اُس زمانے میں یہ جملہ عام طور پر رائج تھا یہاں تک کہ کم سن لڑکے لٹلا نہ بازی میں
بھی اپنے حریف سے بھی کہتے تھے کہ میں تیرے سر سے دستار اتار لوں گا۔

ملک مذکور بھی یہ چلے ادا کرتا اور کہتا کہ دستار سے انسان کے سر کی عزت ہے اگر دستار سر سے اتر گئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کا سر قلم ہو گیا۔
ملک مذکور اس طرح اس شخص کی امانت کرتا اور اس کی دستار اپنے کا دکن کے حوالے کر دیتا۔

اس واقعہ کے بعد یہ مقطعہ اور جب کبھی کہ ملک نائب کے روبرو آتا تو برہنہ سر آتا اور ملک مذکور اُس کو اس حال میں دیکھ کر نگاہ نیچی کر لیتا اور کہتا کہ یہ مرد کس درجہ بے شرم ہے اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب اس کے سر سے پگڑی اتر گئی تو اس کی کیا عزت باقی رہی۔

جب یہ مقطعہ اور چند بار اسی طرح ملک مذکور کے روبرو آتا تو ملک نائب اپنے ملازمین کو حکم دیتا کہ اس شخص کی دستار اُس کو داپس کر دیں اور بغیر قسم میں جس قدر ممکن ہو اُس سے داپس لیں اور بقایا میں جو نہ وصول ہو اس کو معاف کر دیں۔
ظاہر ہے کہ یہ امور ملک مذکور کی پاکیزہ نفسی پر دلالت کرتے ہیں۔

ملک بار بک کے خیر اور اُسکی اسلام پرستی کا ذکر

نقل ہے کہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ کپڑا ملک مذکور کے روبرو پیش کیا گیا ملک نائب کو یہ جامہ بھلا پسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کپڑے کا خود اس کا لباس تیار کریں لیکن خیال نے اذنا نہ کرنے کے بعد عرض کیا کہ کپڑا احم ہے اور امیر کا لباس اس میں تیار نہیں ہو سکتا۔
امیر مذکور نے جواب دیا کہ میرا لباس نہیں ہو سکتا تو کتنا جامہ تیار کریں ظاہر ہے کہ جب پیراہن نہ ہو سکا تو کتنا کیونکر تیار ہو گا اس لئے کہ کتنی پیراہن سے زیادہ کپڑا خراج ہوتا ہے۔

ملک نائب کی خیر طلب فطرت کا یہ حال تھا۔
بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ بیشتر اہل جنت بھولے ہوں گے اس ارشاد مبارک کے بموجب ملک نائب بھی اسی گروہ میں داخل تھا۔
دوسری صفت خیر اس امیر کی یہ تھی کہ ملک بار بک وجہ سعاش میں ایک دانگ

بھی زیادہ نہ طلب کرتا تھا بلکہ اگر اس کا کوئی خیر اندیش دراندہ و لاچار ہو جاتا تو ملک باب اس امیر کو اپنے صرخاص سے رقم عطا کرتا تھا۔

سچ ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس طرح کے پاک طینت حضرات بقیہ جات تھے صرف یہی ایک امیر ایسا نہ تھا جو اس عظمت و شان کا ہو بلکہ تمام امرائے دولت ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے فائق و عالی مرتبہ نظر آتے تھے۔

ملک ناب نے فیروز شاہ سے قبل وفات پائی لیکن جب تک زندہ رہا بادشاہ کا ہوا وہی دغیر اندیشی میں ثابت قدم رہا۔

یہ امیر نے نہ کسی شخص کی بادشاہ سے شکایت کی اور نہ خاص و عام کسی فرد کو کبھی نقصان و آزار پہنچایا۔ یہاں اللہ عہد فیروز شاہی کے برکات کا اندازہ ہو سکتا ہے جس میں اس طرح کے باختمت و باعزت و وقست بزرگان ادلیا صفت برسر کار تھے۔

نوال مقدمہ

ملک ملوک الشرق عماد الملک شیرسلطانی کی غفلت کا ذکر

نقل ہے کہ عماد الملک کا اصل نام شیر تھا اور یہ شخص ہمیشہ بادشاہ کا بھائی خواہ و اطاعت گزار رہا۔

اس کی اصل کے مطابق روایات مختلف ہیں بعض اشخاص کا بیان ہے کہ عماد الملک فیروز شاہ کی والدہ کو جہیز میں ملا تھا۔ جب پہ سالار رجب نے بادشاہ کی ماں سے عقد کیا تو شاہ کی والدہ کے پھر گرامی نے عماد الملک کو اپنی دختر کے جہیز میں دیا۔

بعض اشخاص روایت کرتے ہیں کہ بادشاہ کی والدہ کو شیار جہیز ملا تھا چند روز کے بعد بادشاہ کے والد ماجد نے اس جہیز کا ایک حصہ فروخت کر کے عماد الملک کو خرید کیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے بلوس کے بعد سلطان قطب الدین کی دختر سے جو بیچد حسین و جمیل و نیز دیگ محاسن سے آراستہ عقد کیا اور عماد الملک

اسی بیگم کا غلام تھا۔

بیگم نے عقد کے بعد عماد الملک کو بادشاہ کو بخش دیا۔

محقق یہ کہ عماد الملک ہر روایت کے مطابق فیروز شاہ کا خاص ذاتی غلام تھا اور اُس کو بیت المال سے تعلق نہ تھا۔

غرض کہ عماد الملک فیروز شاہ کو میراث میں ملا تھا اور بادشاہ کا ذاتی ملک تھا۔

عماد الملک فیروز شاہ کا قدیم بندہ اور دیرینہ غلام تھا اور سب سے قبل جو شخص عماد الملک فیروز شاہ کی ملک میں داخل ہوا عماد الملک تھا اور فیروز شاہ کی تخت نشینی کے بعد سب سے پیشتر جس شخص کو عہدہ ملا وہ عماد الملک تھا جیسا کہ مورخ عقیف جلوس فیروز شاہی کے مقدمہ میں پرنسٹن ناظرین کرچکا ہے۔

غرض کہ عماد الملک بچہ عاقل و دانایگانہ روزگار غلام تھا جو ہمیشہ بادشاہ کی خیر خواہی کا دم بھرتا رہا اور فیروز شاہ اپنے اس غلام سے ہمیشہ اسرارِ ملکِ بیان کرتا اور عماد الملک جواب با صواب اور کرتا تھا جو ہمیشہ فیروز شاہ کو پسند آتے تھے۔

عماد الملک کے تقرب کا یہ حال تھا کہ محل و غیر محل ہر موقع پر بادشاہ کے پاس جاتا تھا اور ہر قسم کی گفتگو کرتا تھا۔

عماد الملک جس شخص کو چاہتا تھا جاگیر دلا دیتا تھا اور جس شخص کا بادشاہ کے روبرو ذکر کرتا اُس کا نام لیتے ہی فیروز شاہ اُس شخص کو بغیر کسی پس و پیش کے جاگیر یا رکنہ عطا کرتا تھا۔ جس شخص کو عماد الملک اُس کو عہدہ سے معزول کرانا چاہتا تو اُس کا نام زبان سے لیتے ہی فیروز شاہ اُس شخص کو معزول کر دیتا۔

عماد الملک پانچ ہزار سواروں اور نامدار پہلوؤں کا مالک تھا اور اکثر خانان و ملک بادشاہی حکم کے مطابق اُس کے لشکر میں داخل اور اطاعت گزار تھے۔

بیشمار برتے اور جاگیریں عماد الملک کے ہی خواہوں کے لئے مقرر تھیں اور عماد الملک فیروز شاہی فوج کا افسر تھا اور اپنے خشم و فوج کی بہتری کے لئے بیشمار کوشش کرتا تھا۔

یہ شخص کسی فرد پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا تھا اور کسی وقت کسی شخص کی شکایت بھی بادشاہ سے نہیں کی اور ہمیشہ اپنے لشکر کو تازہ دم رکھا۔

سبحان اللہ عہد فیروز شاہی کیا مبارک زمانہ تھا جس میں تمام خانان و ملک نیکو بیت

خوش خلق و صاحب امانت ہے اور ہمیشہ خلقت خدا کو فائدہ و آرام پہنچانے مصروف رہتے تھے اور یہ تمام امانت و دیانت کا سرچشمہ خود بادشاہ کی ذات تھی جس نے تمام لوگ و امرا کو خود شاہ کی صفات میں رنگ دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں جو روش بادشاہ زمانہ اختیار کرتا ہے اور جس رنگ میں بادشاہ جلوہ گری کرتا ہے تمام رعایا اُنسی رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے اور اُسی روش پر کام زن ہوتی ہے جو کہ فیروز شاہ نے علم و جوہر کو اپنا شعار بنایا اس لئے اُس کے عہد حکومت میں تمام ارکان دولت و اعوان سلطنت علم و کرم کی مجسم تصویریں بن گئے۔

اب مورخ عقیف عماد الملک شیر سلطانی روش زندگی کا ذکر کرتا ہے۔
عماد الملک کے مال و متاع کا افسانہ یہ ہے کہ یہ امیر بشمار دولت دال کا مالک تھا جس کا ہزار باروپہ اندازہ کیا جاتا ہے۔

مستتر شخص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ عماد الملک کی دولت نقد کھنے کے لئے ٹاٹ کے تھیلوں کی ضرورت ہوئی اور اُسی زمانہ میں ایسے ایک تھیلے کی قیمت چارہتیل مقرر تھی۔

ان تھیلوں کے خریدنے میں دو ہزار پانچ سو تنگے صرف ہوئے۔
مقصود اس روایت سے یہ ہے کہ اس امیر کے پاس اس قدر رقم نقد موجود تھی جس کے رکھنے کے لئے دو ہزار پانچ سو روپیہ کے تھیلوں کی ضرورت پیش آئی۔
عماد الملک کے عمال نے اپنے آقا کے روبرو حساب پیش کیا اور عماد الملک نے یہ دیکھ کر دو ہزار پانچ سو تنگے تھیلوں کی خریداری میں صرف ہوئے ہیں اپنے عمال سے کہا کہ مال جمع کرنے کی حد سے گزر گیا اب اس کی صورت یہ ہے کہ کنوئیں کھدوائے جائیں اور اُن میں یہ خزانہ جمع کیا جائے چنانچہ بعد میں ایسا ہی کیا گیا۔

واضح ہو کہ خود بادشاہ کے خزانہ میں مقداری مال موجود رہتا تھا اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ فیروز شاہ نے تمام ملک امرا و لوگ کو تقسیم کر دیا تھا اور مال مقرر ہر سال بیت المال پہنچاتا تھا۔
غرض کہ عماد الملک کا خزانہ سجدہ مور تھا اور بادشاہ اس کے ہمیشہ مال جمع کرنے میں کوشاں رہتا تھا سلطان محمد کے عہد حکومت میں جو شور و فساد برپا ہوا وہ اسی مال کے لئے تھا جیسا کہ مورخ عقیف سلطان محمد کے ذکر میں مفصل معروض تحریر میں لائے گا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک شبیر سجد کثیر مال کا مالک تھا اور اسی طرح اکثر خاناں و ملوک عہد فیروز شاہی سجدہ مالدار تھے لیکن عماد الملک کے متبادلے میں کسی امیر کے مال و متاع کے کچھ وقت نہ سستی بلکہ یہ کہنا سبب نہ ہوگا کہ عہد وزمانے میں کسی خان و ملک خزانہ میں اس قدر مال و متاع نہ تھا۔

فیروز شاہ کا عماد الملک کے خزینہ کا جائزہ لے کر نو کروڑ مال خود لے لینا۔
نقل ہے کہ عماد الملک کے خزانہ میں تیرہ کروڑ مال جمع تھا اور باوجود اس کے یہ امیر مال جمع کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتا تھا۔

عماد الملک راہری کا جائیداد تھا اور اپنی جائیداد کے دولت و بہتر بنانے کی کوشش میں سرگرم رہتا تھا۔
عماد الملک کے خوف سے دیوان وزارت کے مال ملک مذکور کے اقتطاعات کے محاسبہ میں جمع کرتے تھے۔

چند سال کے بعد محاسبہ کیا گیا اور ایک معتد بہ رقم اس ہمسید کے ذمہ واجب الادا قرار پائی۔

دیوان وزارت نے بادشاہ کو حقیقت واقعی سے آگاہ کیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ شبیر اکے اور میرے مال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

عماد الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے معروضہ پر یہ جواب دیا اور اُس نے فیروز شاہ کے حضور میں اپنے مال و متاع کی ایک فہرست پیش کی۔

بادشاہ نے وہ فہرست ملاحظہ فرما کر زبان سے کچھ نہ فرمایا اور کاغذ عماد الملک کو واپس کر دیا دوسرے روز صبح کو بادشاہ محل بارہ میں تشریف فرما ہوا اور عماد الملک نے ایک کروڑ کا مال تھیلوں میں سمجھ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ شبیر اتو کیا لایا ہے اور عماد الملک نے عرض کیا بندہ درگاہ ملازمین حضرت کے لئے رقم ملوث لے کر حاضر ہوا ہے۔

پھر چند بادشاہ نے اس مال کے لینے سے انکار کیا لیکن عماد الملک کے اصرار و عاجزانہ معروضہ پر آخر میں مجبور ہو کر فرمایا کہ شبیر اکی تمام املاک میری ملک خاص ہے یہ ایک کروڑ کی رقم خزانہ سلطنت میں نہ داخل کی جائے بلکہ مقبول عطوار کے سپرد کر دی جائے۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ رقم مقبول عطر دار کو دیدی گئی۔
جس وقت بادشاہ کے سیر و شکار کے اخراجات میں کمی ہوتی تھی تو خانجہاں اس رقم میں
سے حسب ضرورت روپیہ بادشاہ کے حکم سے لے لیتا اور بعد کو جب اقلات میں سے رقم
وصول ہوتی تو مقبول عطر دار کو قرض ادا کر دیتا تھا۔
جب تک کہ فیروز شاہ یقید حیات رہا اس ایک کروڑ مال میں سے ایک حصہ بھی
صرف نہ ہوا۔

عماد الملک و خانجہاں کے تعلقات

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد حکومت میں عماد الملک ضعیف و کمزور ہو گیا تھا۔
اس امیر کے تمام اعضاء فوت واقع ہو گیا اس لئے اس زمانے میں جب بادشاہ سیر کے لئے
جاتا تو عماد الملک کو شہر میں چھوڑ جاتا تھا اور ملک مذکور بعض اوقات فیروز آباد کے کوٹشک
میں قیام کرتا تھا اور زیادہ تر اپنے خاص مکان میں زندگی بسر کرتا تھا۔
عماد الملک کے برآمد ہوتے ہی خانجہاں اگرچہ سندھی پر بیٹھا ہوتا مگر وہ تعظیم کے لئے
کھڑا ہو جاتا اور بیحد تعظیم و توقیر کرتا تھا اور عماد الملک کی حاجت برآرسی میں ذرہ برابر بھی تاخیر
نہ کرتا تھا۔

عماد الملک بھی خانجہاں کی سجدہ تعظیم و توقیر کرتا اور اس کے ہاتھ پر تکیہ کر کے لطف و محبت
کی باتیں کرتا تھا۔

فیروز آباد میں عماد الملک و خانجہاں کے مکانات باہم متصل تھے اور خانجہاں کا گھر
ہمیشہ عماد الملک کے در سے ہوتا تھا۔

جس وقت خانجہاں وزارت کے وازرہ کے ساتھ سوار ہوتا تو قبل اس کے کہ عماد الملک
دروازے کے سامنے پہنچے اپنے غازی میں سے کہتا کہ عماد الملک کے دروازے کے رو برو وصول اور
شہنشاہ بجائیں مکن ہے یہ امر عماد الملک کو ناگوار ہو۔

امیاد کے زمانے میں خانجہاں بادشاہ کی عدم موجودگی میں اپنے مکان
سے سوار ہوتا اور عماد الملک کے مکان پر پہنچ کر کھڑا ہو جاتا۔

عماد الملک اپنے مکان سے باہر آتا اور ہر دو امیر مہر و محبت کی گفتگو کرتے ہوئے عید گاہ کو جاتے تھے اس موقع پر خانجہاں عماد الملک کا پاس دیکھا کرتا اور اپنے سر سے چتر کو دور کر دیتا تھا اور باوجودیکہ بیشمار ارباب خشم خانجہاں کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن یہ امیر بجز عماد الملک اور کسی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر

نقل ہے کہ عماد الملک جب بوڑھا ہوا اور اُس کے تمام اعضا ضعیف ہو گئے تو اُس نے سب سے پیشتر فیروز شاہ سے اپنی آزادی کا پروانہ لکھوایا اور اُس کے بعد اپنے زر خرید چار ہزار غلاموں کو جو عیالدار تھے آزاد کیا اور ہر عیالدار غلام کو اس کے ضروریات زندگی کے مال و دولت عطا کی تاکہ یہ اشخاص معاش کی دہر سے پریشان خاطر نہ ہوں۔

اس واقعے کے قلیل مدت کے بعد خانجہاں نے وفات پائی۔

سبحان اللہ جس طرح سلطان محمد کے امرا و لوگ نے بادشاہ مرحوم کی زندگی میں سرفرازی کی اسی طرح فیروز شاہ کے تمام اعیان سلطنت و ہوا خواہ امرائے بادشاہ کی جناب میں رملت کی اور ان تمام امرا کی وفات کے بعد خود بادشاہ نے روضہ جنت کی راہ لی۔

عماد الملک نے وفات پائی اور بادشاہ نے یہ فرما کر کہ شیر کا مال میرا مال ہے اُس کے اندوختہ بارہ کروڑ میں سے نو کروڑ کی رقم خود لی اور تین کروڑ میں اُس کے فرزند ملک اسحاق اور اُس کے دامادوں اور فرزندان متبئی اور غلاموں کو عطا فرمائی۔

ملک اسحاق خود بیحد دولت مند تھا اور اپنے والد کے خزانے کا محتاج نہ تھا۔

اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر قوم کے چار ہزار قبائلی زر و دوزی و دہزار بند سفید و بند زر مکر موجود تھے سبحان اللہ ان امرائے اس قدر مال جایز و ناجایز ہر طریقے پر جمع کیا اور چھوڑ کر آخرت کا سفر کیا جہاں ان کو اسی مال کا حساب دینا ہو گا۔

جن حضرات نے کہ دنیا کی جانب میل نہ کیا اگر بہ ضرورت کچھ اندوختہ بھی کر سکتے تو اُس کو دوسروں کے لئے وقف کر دیا۔

عماد الملک کی وفات کے بعد اس کے فرزند ملک اسحاق کو مجدد و خطاب عماد الملک

عطا ہوا۔

ملک سید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر

نقل ہے کہ ملک سید الحجاب کا اصل نام معروف تھا اور یا میرا در اس کا پدر ہر دو افراد حضرت شیخ نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

مقبہ اشخاص نے مورخ عقیف سے بیان کیا کہ جس روز سید الحجاب پیدا ہوا اس کا پدر اسی روز اس کو لے کر حضرت محبوب الہی کے حضور میں حاضر ہوا۔

جناب شیخ اس وقت وضو فرما رہے تھے اور سید الحجاب پر نظر ڈالتے ہی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ حمید اس معروف دو جہاں و مشہور عالم و عالمیان کو اور قریب لے آؤ۔

حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جناب شیخ نے ازراہ شفقت قدرے آب وضو اس فرزند کے سنیں ڈالا۔

خواجہ حمید کا منشا یہ تھا کہ حضرت شیخ مولود کا نام رکھیں چونکہ جناب شیخ کی زبان مبارک سے لفظ معروف نکلا اس خواجہ حمید نے مولود کو اسی نام سے موسوم کیا۔

مختصر یہ کہ ملک مذکور بچہ شفیق و مرد صالح و دیانت دار تھا۔

اس امیر نے معمولی افراد کی طرح خانہ کعبہ کا حج کیا اور ہمیشہ مثل عقلائے عالم کے مہات کو ملے کرتا تھا۔

یہ امیر عقل و فراست و فضل و کمال میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور ہمیشہ دربار شاہی کا بہترین رکن رہا۔

یہ شخص سلطان محمد کے عہد میں عماد الملک کا پیشوا تھا اور عہد فیروز شاہی میں اس کے سید الحجاب کا خطاب عطا ہوا اور یہ شخص بچہ مغرور و مکرم ہو گیا اور ہمیشہ بادشاہ کا ندیم رہا۔

فیروز شاہ باوجود اس عقل و دانش سے کارہائے مملکت میں سید الحجاب سے مشورہ کرتا تھا۔

اگر اس امیر سے بادشاہ کسی وجہ سے ناراض ہوتا اور چند روز اپنے حضور میں نہ حاضر ہونے دیتا تو ملک مذکور ہر دو وقت رہ گاہ سلطانی میں بلاناغہ حاضر ہوتا۔

دو تین روز کے بعد بادشاہ اس کو یاد کرتا اور یہ فرماتا کہ سیدی گفتگو اور میرے کلام کے رموز اشارات سوا معروف کے دوسرا شخص نہیں سمجھ سکتا۔

سبحان اللہ اس امیر کی خیر پرستی کا کیا کہنا جس نے بیشمار اشخاص کو بادشاہ کے بغیر غضب سے رہائی دلوائی اور اکثر افراد کو اپنی فراست و عقل سے معاش دلوا دی۔

جب کبھی کہ بادشاہ کسی شخص پر ناراض ہوتا اور اُس کو برے الفاظ سے یاد کرتا تو سیدالحجاب حتی الامکان اس شخص کے حق میں کلمات بُک کہتا اور اگر اس کو کسی طریقے پر معلوم ہو جاتا کہ بادشاہ اس شخص سے راضی نہ ہو گا تو اگر یہ امیر کلمہ خیر نہ کہہ سکتا تو نہایت ہوشیاری کے ساتھ خاموش رہتا تھا۔

شہر کی تمام خلقت اس امیر کی ممنون احسان تھی۔

اگر ملک مذکور کسی شخص کا ذکر کرنا چاہتا تو ہمہ دھیلے دہانے سے کرتا اور اُس شخص کو سرفراز کرتا اور اُس کی حاجت برآری کر دیتا تھا۔

معتبر روایت ہے کہ ایک روز ایک بے لوف فقیر بے روزگار تھا ملک مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سیدالحجاب سے اپنے درد دل کو بیان کیا۔

اس بے لوف نے عرض کیا کہ میں چند دختر دل کا باپ ہوں لیکن نادار و مفلس ہوں میرے پاس روپیہ نہیں ہے کہ اُن کے کاریگر سے سبکدوش ہوں خدا در رسول کے لئے میری دستگیری فرمائیں تاکہ میں اس بار سے نجات حاصل کر دوں۔

ملک سیدالحجاب نے کہا کہ تم پانچ سیر گندم پاک و صاف کر لو اور اپنی دستناریں لے کر بادشاہ کی جگہ کل کھڑے رہو اور خدا کی عنایت و مہربانی کے امیدوار ہو کہ وہ تمہارے حق میں کیا حکم صادر فرماتا ہے۔

اس فقیر نے ایسا ہی کیا اور فیروز شاہ کی سواری کے وقت گندم ہاتھ میں لیکر کھڑا ہوا۔ ملک مذکور کی نظر اس فقیر پر پڑی اور فوراً اس فقیر کی طرف دوڑا اور گندم اُس کے ہاتھ سے لے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ فقیر کہتا ہے کہ میں اس گندم کے ہر دانہ پر ایک بار سورہ اخلاص دم کیا ہے اور یہ گندم بادشاہ کے لئے لیکر حاضر ہوا ہوں۔

بادشاہ نے اپنی خوشناعتی کی بنا پر اس کو فقر سے مائل ہے اور ہمیشہ ان کو اپنا پشت پناہ خیال کرتا ہے سیدالحجاب کے ہاتھ سے گندم لئے ادا ان کو آنکھوں سے لگا کر حکم دیا کہ

یہ گندم ہمارے مہلج میں پہنچا دے جائیں تاکہ ان سے میرے کھانے کے لئے چیتاں پکائی جائیں۔
اس موقع پر ملک مذکور نے عرض کیا کہ یہ شخص چند بیٹوں کا باپ ہے اور اس کے پاس
کچھ نہیں ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے مشور و زکوٰۃ میں سے ایک تنگہ روزانہ اس شخص کے لئے مقرر
کیا جائے غرض کہ سید الحجاب اس صفات کا امیر تھا کہ اس نے اکثر افراد کو بادشاہ سے جاگیریں
دلوادیں اور بعض کی مدد معاش مقرر کرائی۔

مختصر یہ کہ ملک مذکور ایسا عالی صفات نیم دوسرا شکل سے دستیاب ہو سکتا ہے۔
یہ امیر بادشاہ پر اس قدر حاوی ہو گیا تھا کہ جو یہ کہتا بادشاہ اس کی بات کو پسند کرتا
تھا اور اس قدر بادشاہ کا مزاج شناس تھا کہ اس کی ہر گفتگو بادشاہ کی مرضی کے موافق ہوتی تھی۔
سبحان اللہ سید الحجاب کی عمدہ خصائل کا کیا ذکر کیا جائے کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی اس
امیر کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی حاجت برآری کا وسیلہ بنایا وہ اپنے مقاصد میں
کامیاب ہوا۔

ملک مذکور حاجت مندوں سے اُن کی حاجت برآری کے بعد بطور شکرانہ کچھ وصول
کرتا تھا اور بادشاہ اس امر سے آگاہ ہو کر کچھ نہ کہتا تھا اور خاموش رہتا تھا۔

ملک مذکور دربار سے واپس ہو کر اپنے مکان آتا اور عبادت الہی میں مشغول ہوتا۔
اوقات دربار کے بعد یہ امیر کتب تفاسیر کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کرتا تھا اور
ہمیشہ غذا و لباس کے بارے میں بوجہ احتیاط کرتا تھا اور شب و روز اس امر میں سعی و عمل کرتا تھا
کہ بھروسہ میں کوئی خرابی نہ واقع ہو۔

اگرچہ یہ سلسلہ ہے کہ فقہ حلال دنیا میں کم میر آتا ہے لیکن علمائے شریعت و ارباب طریقت
نے فرمایا ہے کہ قرض حسنہ سے فقہ حلال دستیاب ہو سکتا ہے۔

ملک سید الحجاب ہمیشہ قرض حسنہ سے وجہ معاش کی ضروریات کو پورا کرتا اور غیر مشروع
لباس سے قطعاً پرہیز کرتا۔

یہ امیر تمام پسندیدہ صفات و خصائل کا مجموعہ تھا اور ارکان فیروز شاہی سے مزاج
کرتا اور ضحک انکیز گفتگو کر کے ہر شخص کو خوش کرتا تھا۔

فیروز شاہ کو سید الحجاب کے یہ کلمات خرافت بیدہ پسند آتے اور میثاق افراد کو بن پر

بادشاہ غیض و غضب کرتا سید الحبیب اپنی طرافت و خوش طبعی سے بادشاہ کو اُن سے بار دگر خوش کرا دیتا تھا۔

اس امیر نے تمام چہل سالہ دور حکومت میں بادشاہ کی مصاحبت کے فرائض بخوبی انجام دئے اور بادشاہ سے قبل وفات پائی۔

گیارہواں مقدمہ

ملک شمس الدین ابور جا کے حالات جو عہد فیروز شاہی میں مستوفی مالک تھا

نقل ہے کہ ملک شمس الدین ابور جا ملک مجیر ابور جا کا برادر زادہ تھا جو سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں دربار شاہی میں مختلف قسم کے حرکات کرتا تھا۔

ملک مجیر کو ملک کبیر نے سلطان محمد کی عدم موجودگی میں دربار کو دھوکے کر دیا تھا۔ مستبر روایت ہے کہ ملک مجیر سلطان محمد کے عہد حکومت میں شہر دہلی کے ایک حصہ کا جاگیر دار تھا۔

جس زمانے میں کہ سلطان محمد نے طغی کے تعاقب میں تھٹہ کا سفر کیا جیسا کہ مورخ سلطان محمد کے حالات میں تفصیل سے کہہ چکا ہے بادشاہ نے تھٹہ سے ملک مجیر کی طلعی کا فرمان روانہ کیا۔

ملک مذکور اپنی جاگیر سے معصوم اردو پیاروں کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔

اس زمانے میں ملک کبیر دہلی میں نائب فیض تھا لیکن ملک مجیر نے دہلی کے نواح میں پہنچ کر غور و فکر کا اظہار کیا اور وہ کٹر اکرور یا شے جملہ کے گھاٹ سے آگے روانہ ہوا اور ملک کبیر سے ملاقات نہ کی۔

ملک مجیر میان دواب میں پہنچا اور بعض اشخاص نے ملک کبیر نے شکایت کی کہ ملک مجیر کا غور و فکر مد سے بڑھ گیا ہے کہ اس شخص نے بغیر آپ کو سلام کئے ہوئے دہلی سے بلا ہی بالا میان دواب میں قیام کیا ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوا۔

ملک کبیر نے جو بادشاہ کی عدم موجودگی میں سیاہ و سپید کا مالک تھا ملک مجیر کو اپنے حضور میں طلب کیا۔

ملک کبیر نے مشورہ و غور کے بعد ملک مجیر کو درمیان دواب سے طلب کیا اور ملک مذکور

بادلِ نافہا سستہ بلد سے بلد دہلی پہنچ گیا اور اپنے لشکر و شتم کو میانِ دو آب میں چھوڑ دیا۔
مختصر یہ کہ ملک مجیر ملک کبیر کے حضور میں حاضر ہوا جو اُس وقت سندھ حکومت پر اجلاس کر رہا تھا۔
ملک مجیر نے مقامِ حجاب پر پہنچ کر آداب و مجری نہ بجالایا ہر چند کوشش کی گئی کہ ملک مجیر سلام
کرے لیکن اس معذور نے سر نہ جھکایا۔

ملک مجیر نے آگے قدم بڑھایا اور مقامِ دوم پر پہنچ کر بھی سلام نہ کیا۔
ملک مذکور ملک کبیر کے قریب پہنچا اور زبان سے السلام علیکم کہا۔
ملک کبیر نے نگاہ تیز سے ملک مجیر کو دیکھا اور کہا کہ میں بادشاہ کا نائب ہوں اور اس
نیابتِ غیب میں مختارِ مطلق ہوں تجھ کو کیا خیال آیا اور کس قسم کا غرور تیرے دل میں سایا کہ تو ہمیں
میری ملاقات کئے ہوئے روانہ ہو گیا۔

اس موقع پر ملک مجیر نے گستاخانہ الفاظ سے گفتگو کی اور کہا کہ ہر شیر کا جنگل صرف اس کا مرغزار
ہو سکتا ہے اور ہر گز ایک کو دوسرے سے سروکار نہیں ہے۔

ملک مجیر نے یہ الفاظ زبان سے ادا کئے اور ملک کبیر نے سن کر بے حد غضبناک ہوا اور یہ کہا
کہ اس حرام خوار بدکار کو دربار کے روبرو دُرے لگا کر دو ٹکڑے کر ڈالو۔
ملک کبیر کا یہ حکم دینا تھا کہ سرکاری پیادے دوڑے اور انھوں نے ملک مجیر کو مجرموں کی
طرح گرفتار کر لیا اور سیاست گاہ کی طرف دوڑے۔

ملک مجیر کا رنگ سیاہ ہو گیا اور اس نے جبرت سے اٹھ کر دانت کے نیچے دباؤ اور ملک کبیر
سے عاجزی کرنے لگا لیکن اس عاجزی کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ملک مجیر سلطان محمد کے دلبا گاہ کے روبرو
قتل کیا گیا ملک کبیر نے مجرم کو سزا دیکر تمام حقیقتِ واقعی سے بادشاہ کو اطلاع دی اور سلطان محمد
نے ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ اعظم ہایوں ملک کبیر نے خوب کیا کہ ملک مجیر خود رائے
و خود پرست کو سزا دی۔

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین الہور جا ملک مجیر الہور جا کا برادر زادہ تھا۔
اس امیر کو الہور جا اس لئے کہتے ہیں ملک بالا کا ایک خاندان جس کا یہ رکن تھا
الہور جا یا ت کے خطاب سے مشہور تھا۔

ملک شمس الدین الہور جا دانا و شاعر اور سچہ نکتہ رس تھا۔
یہ شخص ابتداء سے عہدِ فیروز شاہی میں بارہ سالِ دذات کے گروہ میں مقرب ہوا لیکن

چند روز کے بعد نائب اقطاع سامانہ کے عہد سے برآمد ہوا۔
اس زمانے میں ملک قبول قران جان ماکم سامانہ تھا ملک شمس الدین سامانہ پہنچا
اور اس نے ملک کے تمام انتظام میں دخل دینا شروع کیا۔
شمس الدین نے اس حصہ ملک کے ہر انتظامی شعبہ پر ایسا قبضہ کر لیا کہ ملک قبول کو
قطعا بیکار و معزول کر دیا۔

شمس الدین ابور جانے ہر حصے میں ایسے ایسے جدید قوانین ایجاد کئے جو کسی غیر کے
وہم و خیال میں بھی نہ آسکتے تھے۔

ملک قبول اعیان فیروز شاہی میں ہر دل عزیز تھا تمام ارکان سلطنت نے اس کے
موافق کوشش کی اور ملک شمس الدین عہدہ نیابت سے معزول کیا گیا۔
اس کے بعد ملک شمس الدین کو نیابت گجرات کا عہدہ عطا ہوا۔

اس زمانے میں ظفر خاں بن ظفر خاں یعنی دریا خاں ماکم گجرات تھا۔
مختصر یہ کہ شمس الدین گجرات پہنچا اور یہاں بھی اُس نے بیشتر جدید امور ایجاد کئے
اور باریک بینی سے اس ملک پر بھی ایسا قابض ہوا کہ صاحب مقطع قطعاً بے اختیار ہو گیا۔
چند ماہ بعد ملک شمس الدین گجرات سے بھی معزول کیا گیا اور بوقت خدانے اس کے بچے
سے نجات پائی۔

شمس الدین گجرات سے واپس آیا اور اُس زمانے میں بادشاہ نے شکار کے لئے بداول
کار کیا اور بداول و انوال کے نواح میں سپرد شکار میں مصروف ہوا۔

اس سفر میں ملک شمس الدین کو عہدہ مشغولی ممالک عطا ہوا اور بادشاہ نے اس کو
ضیاء الملک کا خطاب عطا فرمایا اور اس کو ظاہری و باطنی اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

ملک شمس الدین اب دیوان و وزارت میں اجلاس کرتے لگا۔

تغیر الہی نے نیارنگ دکھایا اور فیروز شاہ اس وہم و گمان میں گرفتار ہوا کہ دیوان
وزارت کا تمام عہدہ ہی خواہ نہیں رہا ہے اور ہر ذرا اپنے فرائض انجام دینے میں کوتاہی کرتا ہے
اگر ملک شمس الدین دیوان و وزارت میں مقرر کیا جائے تو تمام امور سلطنت بخوبی انجام دے
طے ہو گئے بادشاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ شخص تمام بدترین صفات کا مجموعہ ہے اور اس کے تقرر
سے ملک زیر و زبر اور آسودہ و مرہ الحال رہا یا پریشان ہو گی۔

مختصر یہ کہ شمس الدین ابور باستونی مالک مقرر ہوا اور اس نے اپنے عہدے کے فرائض انجام دینے میں ایسے جدید وسخت قوانین ایجاد کئے جو چھل سال دور حکومت میں نہ تھے اور گویا کہ ان آئین جدید کی وضع سے مملکت میں فتنہ انگیزی کا سنگ بنیاد رکھا۔

سونخ اب شمس الدین ابور جا کی فتنہ پردازی کے تمام افسانے اور اُسکا تقرب جو بادشاہ کے دربار میں حاصل تھا ہینہ ناظرین کرتا ہے

فیروز شاہ کے دل میں یہ وہم و غطرہ گزرا کہ علا دیوان وزارت اپنے فرائض کو بخوبی انجام نہیں دیتا اور اُس نے تمام ملک کی غنائ حکومت شمس الدین ابور جا کے ہاتھ میں دے دی اور اس کو اپنا مقرب خاص بنا دیا۔

ابور جانے بادشاہ کو ہر شخص سے بدگمانی کرنے کی سعی ملنے کی اور ہر وقت وہر موقع پر فیروز شاہ کے حضور میں جانے لگا بلکہ اس کے قرب و منزلت کا یہ عالم ہوا کہ یہ امیر ایمان ملک کو معمولی سوار و پیادہ خیال کرنے لگا۔

شمس الدین بادشاہ کے غلو ت کدہ میں حاضر ہوتا اور فیروز شاہ یہ خیال کر کے کہ ابور جا دیوان وزارت کا کچھ حال عرض کرے گا خرا مال خرا مال دودھلا جاتا اور شمس الدین اپنے خیالات کا اظہار کر کے واپس آتا تھا۔

اس معاملے نے یہاں تک طویل کھینچا کہ شمس الدین کے حاضر ہوتے ہی تمام حاضرین دربار خود بخود غلو ت سے باہر نکل جاتے تھے اور شمس الدین اپنے تمام خیالات بادشاہ سے ظاہر کر دیتا تھا اور واپس ہو جاتا تھا بلکہ اگر شمس الدین کا ارادہ ہوتا کہ بادشاہ سے کسی معاملے میں سرگوشی کرتا تو محل شاہی میں تخت کے قریب آتا اور اپنی آستین منہ پر رکھ کر بادشاہ کے کان میں باتیں کرتا۔

اس نکتہ کے لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ ملک شمس الدین کے قرب و منزلت کا یہ عالم تھا بلکہ اس جیلہ ساز امیر نے بادشاہ کو ایسا اپنے قابو میں کر لیا تھا کہ فیروز شاہ باوجود اس دانا ئی و تدبیر کے شبانہ روز شمس الدین کا کلمہ پڑھتا تھا اور دیوان وزارت کے تمام فرائض شمس الدین

انجام دیتا تھا اگر چہ ستونی کے فرائض میں یہ امر داخل نہیں ہے کہ ملک کے اُس خراج و اخراجات میں جو غلاتق کے ذمے عاید ہوں احتیاط سے کام لے اور جمع زبانی پر نظر نہ ڈالے لیکن شمس الدین ابور جا اپنے تقرب کی وجہ سے وزیر و نائب وزیر و مشرف و ستونی مجموعہ دار و دبیر بد ذمہ و فوف تمام عیان ملک کے فرائض انجام دیتا تھا۔

شمس الدین کے اقتدار نے تمام ارکان سلطنت کو معطل و بیکار کر دیا تھا اور خود شمس الدین کا یہ حال تھا کہ اپنے تقرب کی وجہ سے تمام عاید سلطنت سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ غرض کہ شمس الدین ابور جا نے اپنے تقرب سے تمام ملک کو تہ و بالا کر دیا اور حضرت فیروز شاہ کے تمام مقرب امر کو اپنا دشمن بنا دیا اور ہر طریقے پر رشوت ستانی کو اپنا شعار بنایا۔ شمس الدین نے بادشاہ کو تمام امر کی طرف سے بدگمان کر دیا اور تمام خاندان و ملک کو اس طرح اپنا دشمن جانی بنایا اور تمام رعیت کی بددعا اپنے اوپر لی۔ شمس الدین نے تمام افسران فوج اور سپاہ و سوار کو بادشاہ سے خوف زدہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے خود اپنے کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا۔

شمس الدین ابور جا کا مسند پر بیٹھنا

خانجہاں مسند وزارت پر اجلاس کرتا اور تمام امور سلطنت کی پرداخت اودان کے سرانجام کے لئے کوشش کرتا تھا اُس وقت تمام اصحاب مناصب اپنے اپنے محل پر بیٹھے تھے۔

اس زمانے میں خواجہ حسام الدین حیدری مجموعہ دار دیوان وزارت بقید حیات تھا اور امور مملکت کے انجام دینے میں انتہائی کوشش کرتا تھا۔ غرض کہ ملک شمس الدین خانجہاں کے جانب راست بیٹھا تھا اور جس وقت کہ تمام کار ہائے سلطنت کے فرائض جس میں محاسب و حکاتبہ اور طلب مال و جمع و خرج میں کمی بیشی ہونے کی وجہ سے لازم ہو جاتی تھی اور باقی جو محروم و سرکاری عمال آئین شاہی کے مطابق مسند وزارت کے روبرو پیش کرتے تو شمس الدین ابور جا بحیثیت ستونی حاکم ہونے کے تمام کلیات و جزئیات پر نظر غائر ڈالتا اور ایسی باریک غلطیاں پیدا کر کے عمال سے باز پرس کرتا کہ تمام اشخاص

جواب دینے سے عاجز رہ جاتے اور کسی شخص کو یہ خیال نہ ہوتی کہ اس کے سوال کا جواب یہ
 با صواب اور اگر سے ملک ضیاء الملک نہایت خوش تقریر و فنی و قابل و متکبر تھا اور اپنے
 مقابلے میں سوا بادشاہ کے کسی شخص کو خاطر میں نہ لانا تھا۔
 اس امیر نے چند اشعار نظم کر کے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور حضرت شیخ سعدی کے
 مقابلے میں لاف نہ لئی کی۔

اس امیر کے اقتدار و عمل کا یہ حال ہو گیا کہ دیوان وزارت میں اس کا طوطی بولنے لگا
 اور وزیر و نائب و مشرف و نائب مستوفی و ناظر و برید و قوف و مشرف و مجموعہ دار سند پر
 خاموش و معطل بیٹھے رہتے اور شمس الدین ہر شے میں احکام نافذ کرتا تھا۔
 خانجہاں وزیر بھی شمس الدین ہی کی رائے کے مطابق احکام صادر کرتا تھا۔
 غرض کہ ملک شمس الدین نے ہر شخص کے ساتھ بدی کی اور عاقبت کا مطلق خیال
 نہ کیا ملک شمس ہر شخص کے معاملات میں اپنی گفتگو کرتا تھا کہ خانجہاں وزیر و ملک اشرف
 نائب وزیر یا یہ ایمان قطعاً خاموش و دم بخود رہتے تھے۔

ملک شمس الدین چرب زبان تھا اور اس کی طبیعت بید رسانی اور اپنی گفتگو میں
 انتہائی تکبر سے کام لیتا تھا یہ شخص تمام حال سے بد بھی گفتگو کرتا تھا اور ایسے باریک و اہم
 مسائل پر فی البدیہ بحث کرتا تھا جو دیگر افراد غور و فکر سے بھی نہ کر سکتے تھے۔
 اس موقع پر مورخ عقیقہ طبع انسانی کی خصوصیات و مراتب کے متعلق حکما کے چند اقوال
 نقل کرتا ہے تاکہ عقلاً کو بصیرت حاصل ہو۔

واضح ہو کہ حکما کا قول ہے کہ طبائع کے مراتب کی تین قسمیں ہیں ایک طبیعت کو محافظہ
 کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ صاحب طبیعت جو کچھ سنے اس کو یاد رکھے دوسری طبیعت
 کو درک کہتے ہیں جس کا وجہ سے انسان پر اس شے کو جس کو وہ پاتا ہے یاد رکھتا ہے تیسری
 طبیعت کو متصرف کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے معلومات کو صحیح محل میں اتھال
 کرتا ہے۔

تمام صنفیں کے اجتہاد اور ان کی تمام تفانیف انہیں مراتب طبائع کا نتیجہ ہیں۔
 غرض کہ ملک شمس الدین اور جاوان ہر طبائع سے بہرہ اندوز تھا اور انہیں مراتب ثلاثہ کا
 نتیجہ تھا کہ اس نے فیروز شاہ ایسے بادشاہ عالی جاہ کو جادۂ اعتدال سے برشتہ کر دیا اور بادشاہ

کو اپنے قبضے میں کر کے اس کو تمام مملکت سے بگمان کر دیا اور تمام مالی ہنسم و نادر روزگار ارکان سلطنت اس کے مقابلے میں بے زبان جا فور بن گئے۔

شمس الدین کا بادشاہ سے عہد دیوان وزارت کی شکایت کرنا

ملک شمس الدین سلطنت کے تمام شعبوں پر قابض ہو کر سیاہ و سپید کا مالک و غماز بن گیا۔ ایک روز یہ امیر خلوت میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ شمس الدین تو کہاں تنہا اور تو نے کیا ہنم سر کی اور کیا امور انجام دئے۔

شمس الدین نے بادشاہ کی تعریف کی اور عرض کیا کہ بندہ دیوان وزارت میں تھا اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا بادشاہ نے بار و گرد دریافت کیا کہ تمام امور بخوبی انجام پا رہے ہیں لیکن شمس الدین نے جواب نہ دیا اور سر جھکا لیا۔

بادشاہ نے تیسری بار یہی سوال کیا اور فرمایا کہ شمس الدین تو کیوں خاموش ہے میں تجھ سے کیا سوال کر رہا ہوں تو میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتا۔

اور جا لے عرض کیا کہ بیچارہ شمس کیا کرے تمام اعیان و عہدہ ایک زبان ہو گئے ہیں اور یقین ہے کہ چند روز میں مجھ کو ہلاک کر دیں گے اور اسی طرح اپنے لئے فال بد زبان سے نکالی اور آخر دی ہوا۔

بادشاہ نے تمام امرا کے اتفاق کا سبب و نتیجہ دریافت کیا اور شمس الدین نے کہا کہ امرا ایک روز مجھ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

ظاہر ہے کہ جب تمام اعیان ملک ایک ہو جائیں گے تو میں غریب کیا کروں گا۔ فیروز شاہ نے یہ گفتگو سن کر فرمایا کہ اے شمس میں کسی شخص کی غازی پر توجہ نہ کروں گا تو اطمینان سے اپنے فرائض کو انجام دے اور دیکھ کہ کل میں اصحاب دیوان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔

غرض کہ دوسرا روز ہوا اور بادشاہ نے دربار کر کے اور خانچاہ کو حکم دیا کہ تمام اصحاب مناصب کو مع ان کے علیے و دیگر بی خواہوں کے بادشاہ کے حضور میں حاضر کرے۔

خانچاہ نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ نے تمام حاضرین کو اپنے قریب

طلب کیا اور خانجہاں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خانجہاں یہ شخص یعنی شمس الدین کون ہے۔
 خانجہاں نے عرض کیا کہ شمس الدین مستوفی مالک ہے۔
 بادشاہ نے دریافت کیا کہ مستوفی مالک کون شخص ہے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اس کا
 فریضہ ہے کہ ملک کے اخراجات کی تصحیح کرے۔
 اس موقع پر ملک نظام الملک نائب وزیر حاضر تھا اس نے فی الفور جواب دیا کہ شمس الدین
 مستوفی مالک اور کار گزار دیوان وزارت ہے۔
 نظام الملک کا یہ جواب بادشاہ کو بھید پسند آیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بے شک تم
 قطعاً صحیح کہتے ہو اس میں شبہ نہیں کہ شمس دیوان وزارت کا کار گزار ہے۔
 فیروز شاہ نے خانجہاں سے فرمایا کہ تم کو دیوان وزارت میں شمس الدین سے کس قسم
 کی امداد ملتی ہے اور خانجہاں نے جواب دیا کہ جس روز سے ملک ضیاء الملک دیوان میں مقرر
 ہوا ہے میں امور سلطنت سے قطعاً سبکدوش ہو گیا ہوں۔
 فیروز شاہ نے کہا کہ خانجہاں یہ دنیا کا دستور ہے کہ جو شخص کار گزار و جفاکش ہوتا ہے
 تمام ملک اُس کا دشمن ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص عداوت و دشمنی کی وجہ سے تم سے بیان کرے
 کہ شمس الدین تم کو پس پشت سخت و سخت الفاظ سے یاد کرتا ہے تو تم اس شخص کی بات
 کو بادر نہ کر کے اپنے دل میں بغض و عداوت کو جگہ دو اور شمس الدین کی طرف سے بدگمان
 ہو جاؤ تو ایسی حالت میں ہمارے امور سلطنت درہم و برہم ہو جائیں گے۔
 خانجہاں نے عرض کیا کہ ملک ضیاء الملک ہرگز کلمات بد زبان سے نہیں نکالتا
 اور بندہ بہ قسم عرض کرتا ہوں کسی شخص کی غازی اس کے حق میں قبول نہ کرے گا۔
 اس کے بعد فیروز شاہ دیگر علماء دیوان کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے کہا کہ اے
 اعیان ملک تم سلطنت کے محور و صاحب احکام ہو اور تم سے میں نے ایک شخص مشرف
 ہے اور دوسرا مستوفی ایک ناظر دوسرا وزیر اور ایک برید ہے دوسرا وقوف اگر شمس الدین
 دیوان وزارت میں تم سے کوئی کاغذ سرکاری طلب کرے اور تم اپنے ماتحت علم کا حوالہ
 دیکر اُس کو شل یا کاغذ نہ دو اور یہ عذر کرو کہ یہ کاغذ ماتحت کے پاس ہے تو اس میں
 شبہ نہیں کہ سرکاری کارروائیوں میں تاخیر ہو جائے گی۔
 بادشاہ کا یہ قول سن کر تمام اعیان نے جواب دیا کہ ضیاء الملک جس وقت ہم سے

کوئی کاغذ یا شل طلب کرے گا ہم فوراً اُس کے حوالے کر دیں گے۔
 اس موقع پر غائبانہاں نے عرض کیا کہ ہر وہ شخص جو ضیاء الملک کے معاملے میں تاخیر
 کرے گا میں اُس کو سزا دوں گا فیروز شاہ یہ سن کر بید خوش ہوا اور شمس الدین کی عزت افزائی
 کے لئے اُس کو بامافی خاص جو اُس کے جسم پر تھی عطا فرمائی اور تمام اعیان ملک کو اُس کا
 یار و مددگار بنا دیا۔

شمس الدین کا خواجہ حسام الدین جنیدی کے ردِ پروا کو سخت ست کہنا

ملک شمس الدین ابورجا تمام علاقہ دیوان دجا گیر دار و حکام و مقطعیان ملک پر جادی ہوا
 اور دیوان وزارت میں اجلاس کرنے لگا۔

شمس الدین ابورجا کے ردِ پروا کو تمام حوزہ دہلی معاملات پیش ہونے لگے۔
 غائبانہاں تھوڑی دیر سند وزارت چڑھتا اور تمام امور سلطنت سے منحرف و کدر رہتا تھا۔
 شمس الدین ابورجا دو گھنٹی دن تک دیوان داری کر کے تمام اشخاص سے معاملات
 کی باز پرس کرتا تھا اور تمام عملے کو اپنے حالات و احکام سے مرعوب کرتا تھا۔

اس کے علاوہ دوسرے وقت بعد مغرب ایک گھنٹی دیوان وزارت میں اجلاس
 کر کے جاگیرداروں اور اہل مقطع سے حساب لیتا تھا۔

شمس الدین ابورجا جب دیوان وزارت سے نکل کر اپنے مکان کو جاتا تو اس قدر ہجوم
 عوام و خواص کا اُس کے ہمراہ ہوتا کہ ایک سینہ دوسرے سے دبتا تھا۔

شمس الدین نے تمام محلے کو اطلاع دیدی تھی کہ جو شخص مجھ سے قبل نہ آئیگا اور میرے
 بعد نہ جائیگا میں اُس سے سخت باز پرس کر دوں گا اور اس کو عہدے سے برطرف کر دوں گا۔
 مورچہ چارے جنھوں نے چالیس سال کا دل بچہ المہینان کے ساتھ زندگی بسر کی تھی
 وفتہ ناقابل برداشت تکالیف و مصائب میں گرفتار ہو گئے اور یہ غریب اہل علم و عیس و فطر
 و پریشان ہوئے۔

اتفاق سے ایک شب خواجہ حسام الدین جنیدی دیوان وزارت میں اجلاس
 کر رہے تھے اور تمام کارخانہ جات کے محروفتی ہر شعبہ کا رخانی کیفیت پیش کرتے اور ہر شے

کو ملاحظہ میں گزران رہے تھے اور ملک شمس الدین ہر شے کے متعلق سوال و جواب کر رہا تھا اور بحث میں آواز سخت سے گفتگو کر کے غصے کا اظہار کرتا تھا۔

اتفاق سے شمس الدین کی نظر ایک کاغذ پر پڑی جس میں اگزستہ سال کے اخراجات مرقوم تھے اور ایک میں یہ کار خراج ہوا تھا۔

شمس الدین نے یہ کاغذ دیکھا اور اس کے متعلق بحث شروع کی۔
شمس الدین نے اس شعبے کے متصرف سے دریافت کیا کہ یہ نامناسب خرچ کس نے کیا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ دیوان خرچ کے حکم سے یہ رقم صرف ہوئی ہے اس موقع پر شمس الدین خواجہ حسام الدین بن حنیف کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اسے خوب یہ گندگی اور بے ضابطگی تمھارے کام سے ہے جن امور کو میں انجام دیتا ہوں ان میں یہ خرابیاں نہ ہونی چاہئیں اگر تم کمال احتیاط سے کام لو تو مجھ کو نصیح میں یہ خون جگر نینا پڑے شمس الدین ابورجائے نہایت سخت لہجے میں یہ الفاظ کہے اور جام خانے کے اوپر استادہ ہو گیا اور بندگی خواجہ حنیف کو بھی جام خانے پر چھوڑ کر خود اپنے مکان واپس گیا۔
اس موقع پر مورخ عقیف حاضر اور تمام واقعات کو دیکھ رہا تھا۔

شمس الدین تو اس مقام سے چلا گیا اور خواجہ حنیف نے روزِ بقیہ ہو کر دست دعا بلند کیا اور چشم پر آب ہو کر خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ پروردگار تو تمام مخلوق کا بادشاہ اور رب کا مالک ہے اپنے رحم و کرم سے میری یہ دعا قبول فرما کہ بارگاہِ مجیدہ جام خانے میں آنا نصیب نہ ہو تاکہ اس پرانے سال میں ناہنجار و کم مایہ افراد کے ہاتھوں سے ذلیل و سوار نہ ہوں اور عزت و آبرو کے ساتھ اس عالم سے سفر کروں۔

خواجہ حنیف نے یہ الفاظ کہے اور جام خانے سے اتر اپنے مکان واپس گیا۔
سبحان اللہ خواجہ بزرگوار کی دعا کی قبولیت دیکھی کہ اُس شب اس بزرگ کو بخیر آیا اور اس واقعہ کے چھ روز کے بعد خواجہ حسام الدین نے وفات پائی۔

سبحان اللہ اس میں شبہ نہیں کہ شخص کو خدا کی بارگاہ میں ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے اور شخص کا خدا سے راز دینا قطعاً ہوتا ہے۔

خواجہ حنیف کی بزرگی کا ذکر ہے کہ یہ شخص متقی پرہیزگار دیانت دار امین راست گفتار

اور خوش کردار تھا اور اس نے سید وقار و متانت سے زندگی بسر کی۔

خواجہ حسام الدین حضرت شیخ رکن الحق ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اس بزرگ کی ایک پیپی کرامت تو یہی ہے کہ اس کی دعا اس قدر جلد قبول ہوئی اور خواجہ جہان نے عالم جادواں کی راہ لی تاکہ تمام اہل عالم پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے کہ عہد فیروز شاہی میں ایسے ایسے باکمال اہل علم و امر اس جو دہتے جو اہل حاجت کی کار براری و محتاج و مفلس فرستے کی اعانت و امداد میں اپنی آپ ہی نظیر تھے۔

ابو مخمصر اصل مقصود کی طرف گریز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ ابورہبان نے اپنے غور و نگاہ سے خواجہ عیندی سے اہانت طریقے پر مواخذہ کیا اور خواجہ حسام الدین ایسے بزرگ کے دامن پر بننا داغ لگانا چاہا حالانکہ خواجہ مذکور اس اہتمام سے قطعا بری تھا اور امر سلطنت و انتظام مملکت سے بوجہی آگاہ تھا اور نیز یہ کہ فہم و فراست سے بہرہ ور اور حیف کشی کا دلدادہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سلطنت کا یہ مشہور ترین واقعہ ہے کہ والی ملک جس روش برعلا اور جس طریقے کو ایجا و کرتا ہے تمام عمال و کارکن اس کی تقلید کرتے اور اس کو خوش کرتے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر کسی زمانے میں بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخلوق جو اُس کی پیرو ہے و وزیرین ظلم و ستم سے زیر دست افراد کو پامال و تباہ کرتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی شہر و عہد میں کوئی فرمانروا دیں پناہ و حق پرست و انصاف پرور ہوتا ہے اور اچھے جو د و عطا سے مخلوق کو ہر وقت سرفراز اور اپنے عدل سے رعایا کو ہر دم فیضیاب کرتا ہے تو تمام اعیان و اہم اہم انصاف و سخاوت کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

چونکہ فیروز شاہ نے اپنے جہل سالہ عہد حکومت میں خدا کی توفیق اور اُس کے خوف اور اس کی جباریت و قدرت کے ہر اس و خیال سے ہر خاص و عام کو اپنے احسان سے بہرہ ور کیا اور شریعت کے مطابق مخلوق پر حکمرانی کر کے ظلم و حق کو اپنا شعار بنایا اور ہر قسم کی ملکی و مالی حیانت سے چشم پوشی کر کے اپنے تمام عہد حکومت میں کسی مجرم سے بھی باز پرس نہ کی اس لئے اس کے تمام اعیان فراست اُس کے مظہر بن گئے۔

ظاہر ہے کہ سلاطین قدیم کے عہد میں قلیل غفلت و اہمال سے ہر قسم کی باز پرس اور شدید ترین سیاست کی جاتی تھی لیکن فیروز شاہ کے عہد معدلت میں بجز قاضی صدر الملک

سقتقدار ہو بہ کے اور کسی فرد سے باز پرس نہ ہوئی اور نہ کسی شخص کو سزا دی گئی۔
قاضی مذکور کی سیاست کا بیان یہ ہے کہ قاضی مذکور نے مبلغ پچاس لاکھ روپیہ رقم باقی
کا تلف کر دیا۔

مستبراد یوں نے مورخ عقیف سے بیان کیا کہ قاضی صدر الملک نے ایک پاتر کو اپنا
صاحب غلوت بنایا تھا اور اس سے ہر قسم کا متع حاصل کرتا تھا
اس شخص کے لئے پانچ سیر مرداریہ کا پوزہ روز تیار ہوتا تھا جو شخص پان میں استعمال
کرتا تھا اور قاضی صاحب کے لازم صدر الملک کے محرم راز کی خدمت و اطاعت کرتے تھے۔
مختصر یہ کہ قاضی صدر الملک پر یاد جو دیکھ اس قدر مال دیوانی باقی برآمد ہوا تھا
لیکن بریں ہم فیروز شاہ نے اُس سے باز پرس نہ کی۔

بادشاہ قاضی صاحب سے یہی کہتا کہ جو شخص تمہارے ایسے آدمی کے خون سے اپنا
ہاتھ رنگین کرنا چاہے وہ خود اپنا خون گرانے کا ارادہ رکھے۔

قاضی نے خود بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اپنا خون معاف کرتا ہوں۔۔
مورخ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قاضی صدر الملک کچھ ایسے معائب میں گرفتار
تھا کہ اس کی زندگی وبال ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے قاضی مذکور نے نہویہ میں اپنے کو اس کشمکش میں
بتلا کیا لیکن چونکہ اس کی تقدیر میں یہ تھا صمیم و سالم رہا۔

اب جبکہ سرکاری رقم بقایا اس کے ذمے واجب الادا قرار پائی تو اس نے خود بادشاہ
سے عرض کیا کہ بندہ اپنا خون معاف کرتا ہے اور اس کے بعد قاضی کو دربار بادشاہی کے روبرو
سزا دی گئی۔

عرض کہ چونکہ فیروز شاہ کی حکومت حرم و کرم پر مبنی تھی اس نے اس عہد کے
تمام سرکاری لازم و عہدہ دار و کارکن غفلت و تقصیر و چشم پوشی کے جوگر شیفہ ہو گئے تھے ورنہ
خدا نخواستہ خواجہ جمیدی اور خواجہ شرف الملہ ایسے حکام نہ تھے جن سے خیانت ظہور میں آتی
یا یہ حضرات کسی معاملے میں سبھی نرمی سے کام لیتے یا یہ کہ بغیر بادشاہ کی رضا اور اس کا حکم حاصل
کئے ہوئے کوئی ناپسندیدہ خرچ کرتے۔

فیروز شاہ نے بار بار فرمایا ہے کہ میں اپنے دست چپ سے ایسا قوی دل نہیں
ہوں جتنا کہ خواجہ شرف الملہ ہے۔

اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں ہر شخص دہرا میر صاحب تاعیت و مصلح تھا۔

مختصر یہ ہے کہ ملک شمس الدین دیوان وزارت میں اجلاس کرتا اور قدم سلاطین کی روش کے مطابق اپنی حکومت جاری کرتا اور ہر شخص سے سختی کے ساتھ باز پرس کرتا تھا۔

ابورجائیں نادانی و رعوت و حرص و تکبر و دوسوہ شیطانی کی وجہ سے مستبدین و امانت دار اشخاص کی تحقیر و توہین کرتا اور یہ خیالی نہ کرتا کہ ان امور کے کرنے میں اس کو ذامت و پشمانی حاصل ہوگی۔

یہ امر مسلم ہے کہ اہل عقل و فراست کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے معبر اشخاص کو ذلیل و رسوا نہیں کرتے اس لئے کہ کارکن افراد و فرقہ عابدین میں ہر فرد تحریر و انشاء و نیز معاملات تقدیر سے کم و بیش واقفیت رکھتا ہے لیکن چونکہ خود فیروز شاہ کی روش یہ تھی کہ ہر وقت خلقت و رعیت پر احسان کر کے ان کو اپنے جو دوسوہ سے مالا مال کرتا تھا اور مخلوق کی نفع رسانی میں ہر دم سعی و کوشش کرتا تھا اس لئے اس عہد کے تمام کار گزار محاسبہ میں رعیت پر سہولت و نرمی کرتے تھے۔

شمس الدین ابورجا کا دیوان وزارت کے اصحاب منصب کی عیب جوئی کرنا

ملک شمس الدین ابورجا بادشاہ کے تقرب کی وجہ سے مثل ہی خواہان سلطنت کے دیوان وزارت پر غالب آگیا اور تمام اعیان دولت پست و بیکار ہو گئے۔

ملک شمس الدین نے ارکان وزارت کو الفاظ بد سے مخاطب کرنا شروع کیا یعنی ایک فریق کو گردہ مخلویاں کے لقب سے یاد کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان افراد کے باپ دیوان وزارت میں ملازم تھے ان کی وفات کے بعد بادشاہ نے ان کے فرزند کو مرحوم پدر کا عہدہ عطا کیا اور ان جدید ارکان کا یہ حال ہے کہ ان کو کار سلطنت و انتظام سے قطعاً واقفیت نہیں ہے اور ان امور کے ادراک سے جاہل ہیں گویا کہ یہ گردہ مخلویوں کا ایک طبقہ ہے جو پانچ دیکار ہے۔

یہ شخص بعض افراد کو لنگر خانہ کے خباب سے پکارتا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ

جس طرح جام خانے کا فرش کرتے ہوئے نگر جام خانہ کو فرش کے کنارہ اس لئے رکھ دیتے ہیں تاکہ یہ فرش ہوا کے زور سے اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکے اسی طرح یہ افراد عقل و فراست سے قطعاً عاری ہیں اور وزیر کے سہرا پر اجلاس کرتے وقت سہرا کے دو برو آتے ہیں اور میر فرش طرح جام خانے کے اوپر بیٹھ رہتے ہیں لیکن مملکت کے آئین و ضوابط سے قطعاً بیخبر و نادان واقف ہیں گویا کہ پتھر کے ٹکڑے ہیں جس میں قطعاً جان نہیں ہے۔

اس طرح شمس الدین البور جانے بارہا حاشیہ نشینوں سے کہا کہ میں نے خانجہاں کو کنوئیں کے کنارے پہنچا دیا ہے اور اب صرف ایک زینہ باقی رہ گیا ہے اور میں نے خانجہاں کی غفلت اور اُس کے سہرا اور اُس کی خطاؤں سے فیروز شاہ کو اس قدر آگاہ کر دیا ہے کہ اب بادشاہ نے ارادہ کر لیا ہے کہ اُس کو وزارت سے معزول کر دے۔

جس روز کہ ملک شمس الدین البور جا کو قید کر کے جلاوطن کیا گیا اُس روز ایک شخص اس کے پاس حاضر ہوا اور اُس سے کہا کہ تو اپنے کو عاقل و فاضل و کامل خیال کرتا ہے تیری عقل و فراست سے بید ہے کہ تو نے اپنے کو اس معرض ہلاکت میں ڈالا ہے۔

ملک شمس الدین جواب دیا کہ کیا کروں مجھ کو کم پایہ و سفلہ وزیر داد نادان دستور سلطنت سے سابقہ پڑا جس نے ہمیشہ کم ہمتی سے کام لیا چنانچہ ایک ذرا ایک شخص کا معاملہ وزیر کے رہبر پیش ہوا جس نے ایک محلے میں خیانت کی تھی میں اُس شخص سے باز پرس کی اور اُس سے سختی کے ساتھ پیش آیا اس موقع پر خانجہاں نے یہ گفتگو شروع کی کہ اے ضیاء الملک بندگان خدا پر زیادہ غصہ نہ کرتے ہو گویا دہنیں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ احسان کی جزا احسان ہے۔

خانجہاں نے آیت قرآن کو حدیث رسول قرار دیا۔

میں نے اُس وقت کہا کہ خانجہاں یہ حدیث نہیں ہے آیت قرآن ہے جو خدا نے پاک لے قرآن میں نازل فرمائی ہے۔

خانجہاں نے جواب دیا کہ خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث رسول بہر حال احسان حمد شے ہے۔

ظاہر ہے کہ جو وزیر حدیث و قرآن میں فرق نہ کر سکے وہ وزارت کے فرائض کیونکر انجام دے سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین ابور جانے دیوان وزارت کے ہر شخص کی عیب جوئی شروع کی اور ہمیشہ الفاظ تکبر و کلمات غرور زبان سے نکالے اور ہر شعبہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اہل مطلق کے کاروبار کی فہمت یہاں تک پہنچی کہ جب کوئی جاگیر دار اپنے مطلق سے آتا تو اول ملک شمس الدین ابور جانے کے مکان پر آتا اور بیشتر اس کی خدمت میں حاضری دیکر فیروز شاہ کی قدمبوسی کرتا تھا اور غریب اہل عمل ہر وقت اس کے قدموں کے پیچھے پامال ہوتے تھے۔

خانچاہاں بھی وہی احکام صادر کرتا تھا جو شمس الدین ابور جانے کی مرضی و خواہش ہوتی تھی۔ شمس الدین ابور جانے جب دیکھا کہ فیروز شاہ میرے دام میں گرفتار اور وزیر میری رائے کا بندہ اور تمام اعمال و اہل مطلق میرے مطلق و فذل بردار ہو گئے ہیں تو اس کو اور زیادہ طمع و انگیر ہوئی اور اس نے اس کام میں دل و جان سے سعی و کوشش شروع کی کہ اپنے اقتدار کو اور زیادہ بڑھائے۔

شمس الدین ابور جانے رشوت ستانی کا بازار گرم کیا اور ایک طرف خلق پر سختی کرتا تھا اور دوسری طرف مخلوق سے رشوت لیتا تھا۔

بادشاہ کی نوازش کا یہ عالم تھا کہ ہر دوسرے اور تیسرے روز بارانی خاص اپنے جسم سے اتار کر شمس الدین کو عطا کرتا تھا۔

جو شخص کہ بادشاہ کی خیر خواہی کرتا ہے وہ ان چار قسموں میں سے ایک طبقہ میں داخل سمجھا جاتا ہے ایک گردہ اس سے بھی خواہی کرتا ہے تاکہ بادشاہ کا مخلص رہے اور ہر وقت کھجور سی کا لحاظ کر کے قیام مملکت اور نظام سلطنت کو بہترین طریقہ پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے قلوب طمع و خود داری کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں۔

دوسرا گردہ کا صرف اپنی نام آوری و شہرت و نیز اقتیادنی تکبر کی وجہ سے بادشاہ کی بھی خواہی کا دم بھرتا ہے اور اپنی دنیاوی جاہ و منزلت میں اضافہ پیدا کرنے کے لئے بادشاہ کی محبت و خلوص کا دعویٰ کرتا ہے۔

بیشمار دہے معنی بچت بادشاہ کو دکھا کر قوانین وضع کرتے اور خلقت خدا کو ہلاک کرتے ہیں جیسا کہ قاضی شرف الدین نے سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں بے معنی مقول بچت سے رعیت و مخلوق کو تباہ و برباد کیا جیسا کہ مورخ عقیف علاء الدین خلجی کے حالات

میں مفصل بیان کر چکا ہے۔

اگرچہ یہ گردہ ایک وجہ سے بادشاہ کا مخلص ہوتا ہے مگر حقیقت میں بیجا توفیرات سے تمام ملک کو تباہ و ویران کرتا ہے۔

تیسرا گردہ ریاد و نفاق کا بندہ ہو کر بادشاہ کی بھی خواہی کا کلمہ پڑھتا ہے حکمرانوں کا گردہ بھی عجیب نادور طبقہ ہے جس کے بابت کلید و دمنہ نے ان کے بابت خوب کہا ہے کہ فرقہ سلاطین جلال امر و کوشاب عورت کے مانند ہیں۔

گردہ چہارم اپنی طمع کی غرض سے بادشاہ کی بھی خواہی کرتا ہے جیسا کہ شمس الدین البور جانے کیا ہے اس بھی خواہی کی وجہ سے جس کا اصل سرشتیہ طمع زرخشاں البور جانے تمام ملک کو تباہ و ویران کیا اور دست طمع دراز کر کے تمام جاگیر داروں اور عامل پرگنات سے رشوت حاصل کی۔

اس رشوت ستانی نے یہاں تک طول پکڑا کہ ملک شمس الدین عمال سے زیادہ سختی سے پیش آئے تھا۔

چنانچہ یہ گردہ بیماری کی وجہ سے سخت پریشان اور عاجز ہو گیا اور حیرت میں مبتلا ہوا البور جانے رشوت لئے ہوئے کسی فرد کو آزاد نہ کرتا تھا۔

ملک شمس الدین جب کسی شخص پر سختی و باز پرس کرنا چاہتا تو اس کو وزیر کے دوبرہ پیش کرتا اور اس شخص سے رشوت لیکر وزیر سے اس طرح کی گفتگو کرتا کہ وہ مجرم رہا ہو جاتا۔

اگرچہ خانبہاں کو یقین تھا کہ البور جانے رشوت حاصل کرنے کے لئے اس فرد پر سختی کر رہا ہے لیکن مجبوراً اس کے قول کی تائید کرتا تھا اور البور جانے کا وزیر کی پرسش سے محروم رہے اور بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون ہے۔

جو شخص کہ شمس الدین کو رشوت دیتا تھا وہ فوراً اگر خانبہاں سے تمام واقعہ بیان کر دیتا تھا تو میں نے اس وقت البور جانے کو اس قدر رشوت میں دی ہے۔

خانبہاں اس شخص سے کہتا کہ اے نادان البور جانے کو کچھ طلب کرے وہ اس کے حوالے کر اور دیکھ کہ خدا نے برتر کا کیا حکم ہے۔

ایک وقت ملک سیدہ الحجاب کا ایک کام شمس الدین سے متعلق ہوا اور اس زمانے میں ملک سیدہ الحجاب سلطان فیروز شاہ کے ہمراہ تھا۔

سید الحجاب کے ملازم روزانہ شمس الدین کے مکان پر آمد و شد رکھتے تھے اور اپنے کام کی تعمیل کے بابت تعلقہ کرتے تھے۔

جب ملازمین کو معلوم ہوا کہ ابوربا غفلت سے کام لے رہا ہے تو انہوں نے سید الحجاب کو ایک خط اس مضمون کا روانہ کیا کہ شمس الدین آپ کے معاملے میں غفلت و عدم توجہ کر رہا ہے اُس کو آپ ایک خط تاکیدی روانہ فرمائیں تاکہ معاملات جلد طے ہو جائیں۔ ملک شمس الدین نے ایک خط محبت آمیز لہجے میں روانہ کیا۔

غرض کہ اس طریقہ پر تمام خانان و ملوک فیروز شاہی ابوربا کے دشمن جانی بن گئے اور اُس کی تخریب کے درپے ہوئے۔

اس زمانے میں ملک زادہ فیروز پسر ملک تاج الدین ترک جو سلطان قتلقد کے عہد میں ہندوستان وارد ہو کر فوجیاں کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا برسرِ اقتدار تھا۔

ایک روز ملک زادہ مذکور اور ملک شمس الدین ایک جا بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت ملک شمس الدین جاگیر کا محاسبہ کر رہا تھا اور ہر لفظ پر سخت کلامی کر رہا تھا چنانچہ اس کا کرکن کو اس سختی کی وجہ سے یارائے دم زدن نہ تھا۔

ملک زادہ فیروز نے اُس موقعے نہایت عمدہ بات کہی کہ ملک ضیاء الملک زبان دراز و دست دراز دونوں جمع نہیں ہو سکتیں یا تو زبان کو دراز کرو اور یا ہاتھ کو۔

اگر زبان کو دراز کرتے ہو تو ہاتھ کو کوتاہ کرو ورنہ اس کے برعکس عمل کرو۔

اس موقع پر ملک زادے نے شمس الدین سے یہ بھی کہا کہ ملک ضیاء الملک میں نے سنا ہے کہ تم کو دیوانِ عرض میں بھی اقتدار حاصل ہو گیا ہے تاکہ احباب کو بھی اپنی حاجت براری کا موقع حاصل ہو۔

ملک شمس الدین نے جواب دیا کہ میں کیا کروں چند انفارار ازل جمع ہو گئے ہیں جو اتھری میں خاص ملکہ رکھتے ہیں اور اس طرح سرقہ دزدی کا بازار گرم ہے۔

ملک زادہ فیروز نے یہ سنا کہ ملک ضیاء الملک وہ وقت آگیا ہے کہ تمام اعیان و اموال یکجا ہو کر اس امر پر اتفاق کر لیں کہ تم کو جلد سے جلد حکومت و عہدہ سے معزول کر دیں

فیروز شاہ کا شمس الدین کو نہایتان میں جلا وطن کرنا فوجیاں کی رائے میں شمس الدین ابوربا کی ہم نہایت سخت تھی۔

ظاہر ہے کہ اب دیوان وزارت کے ارکان میں کوئی ایسا زندہ و باقی نہ رہا تھا جو معاملات ملکی میں شمس الدین سے صاف و صریح گفتگو کر سکتا اس لئے کہ بندگی ملک الشرق و ملک نظام الدین نائب وزیر مالک و خواجہ حسام الدین جنیدی و خواجہ شرف مالوہ وغیرہ و اکابر جو اس کے اہل سنت تھے کہ شمس الدین سے کسی معاملے میں گفتگو کریں دفات پانچے تھے۔ اگرچہ خواجہ رکن الدین پسر خواجہ جنیدی و خواجہ حسین الدین پسر خواجہ شرف مالوہ اپنے پدران مروجہ کے عہدوں پر مامور ہو چکے تھے لیکن یہ جدید ارکان وزارت کو شمس الدین کے مقابلے میں یارائے دم زدن نہ تھا۔

خانجہاں نے امرا و اعیان مملکت میں خواجہ ظہیر الدین کو صالح و عاقل و دانا و ماہر و مددگار مالی خیال کر کے اس کو ہم راز بنایا اور اس امیر کو جو تقریر اور تحریر میں خاص ملکہ رکھتا تھا شمس الدین کے تمام حالات سے آگاہ کر کے اس سے خفیہ طور پر کہا کہ جس طرح ممکن ہو اس خار کو راہ سے ہٹا کر حکومت کا راستہ صاف کر دو اور اس شخص کا قدم در میان سے اٹھا کر ہم سب کو مطمئن بنا دو۔

خانجہاں کی یہ تقریر سن کر تمام اصحاب دیوان یکجا ہوئے اور ملک فضل اللہ بلخی جو نائب مستوفی تھا۔

مختصر یہ کہ تمام لوگ نے ملک شمس الدین کے کارناموں کی تحقیق شروع کی اور بیشتر سامانہ و عجرات کے دفاتر پر نظر ڈالی اور ہر شے کے جمع و خراج کی تحقیق کر کے ابورجا کی بے عنوانیاں بجا کر کے خانجہاں کے ملاحظہ میں پیش کیں۔

چونکہ فیروز شاہ شمس الدین پر اس وقت تک سید مہربان تھا خانجہاں وقت اور موقع کا منتظر رہا۔

اس درمیان میں ملک عبداللہ کارکن کا ایک معاملہ شمس الدین کے روبرو پیش ہوا۔

ملک عبداللہ سے ابورجا کی سخت گفتگو بادشاہ تک پہنچائی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

روایت ہے کہ ملک عبداللہ کارکن شاہان خراسان کی اولاد سے تھا جو فیروز شاہ کے دربار میں ملازم تھا۔

ملک مذکور دو پرگنوں کا جاگیردار تھا اور ان دونوں پرگنوں میں محاصل قانونی زیادہ وصول ہونے سے شمس الدین نے ان پرگنوں کی بھی چایچ و پرتال شروع کی اور اس کارکن علی کو آذربہنچا نام شروع کیا اور ان سے سختی کے ساتھ حساب طلب کیا۔
خانجہاں نے بھی شمس الدین کی ہاں ہاں مانی اور ملک عبداللہ نے شمس الدین کی بیعت منت و خوشامد کی لیکن شمس الدین راہ راست پر نہ آیا۔

اس واقعہ کے بعد ملک عبداللہ نے خانجہاں کے حضور میں حاضر ہو کر اس سے اسناد عا کی کہ شمس الدین کے بچہ ظلم سے اس کو نجات دلوائے۔

خانجہاں نے ملک عبداللہ سے کہا کہ ابور جا کے عادات بید قبیح ہیں وہ جب تک رشوت نہ لے لے گا تمہارا دامن نہ چھوڑے گا۔

خانجہاں نے ملک عبداللہ سے کہا کہ تم کسی طرح بادشاہ کو ان واقعات سے مطلع کرو اور اس طرح تمام عالم کو شمس الدین کے شر و فساد سے نجات دلواؤ۔

ایک روز بادشاہ نے محل بارہ میں دربار عام کیا اور ملک عبداللہ نے تمام واقعات فیروز شاہ سے بیان کیا اور عرض کیا کہ بادشاہ کے صدقے اور طفیل میں اس بندہ درگاہ کے قیفے میں دو پرگنوں میں اور ملک ضیاء الملک میرے ان پرگنات میں بیعت تحقیق و تہتیش کر رہا ہے تاکہ اس سختی کی وجہ سے مجھ سے رشوت حاصل کرے فیروز شاہ نے شمس الدین ابور جا کو طلب کیا اور فرمایا کہ سنو ملک عبداللہ کیا کہتا ہے۔

شمس الدین ابور جا نے کہا کہ ملک عبداللہ کے پرگنات کا محصول کم ہے اور اس کی آمدنی زیادہ ہے۔

ملک عبداللہ نے عرض کیا کہ باہ شاہ کے تصدق و طفیل میں ملک دہلی کا محصول تقریباً دس لاکھ ہو گیا ہے جو جس شخص سے رشوت لیتا ہے اس سے درگزر دیتا ہے اور جو شخص مجھ کو رشوت نہیں دیتا تو اس کو پریشان و تنگ کرتا ہے۔

مجھ کو رشوت دینے کی قدرت نہیں ہے میں تجھ سے کس طرح بھیجا چھڑاؤں۔
چونکہ میں تجھ کو رشوت نہیں دے سکا اس لئے تو میرے معاملات میں اس قدر سختی سے باز پرس کر رہا ہے اور مجھ کو اس درجہ پریشان کر رکھا ہے۔

اس موقع پر جس قدر اعلان و انشاء سلطنت حاضر تھے انہوں نے اتفاق کیا کہ ملک عبداللہ

کا بیان صبح ہے اور جو کچھ یہ عرض کرتا ہے قطعاً درست و صحیح ہے۔
 فیروز شاہ صاحب فہم و فراست فرمانروا تھا اُس نے فوراً دریافت کر لیا کہ شمس الدین
 نے اپنی فتنہ انگیزی سے تمام سلطنت میں مخالفت اور دشمنی کی تھم بڑی کی ہے۔
 بادشاہ اُس وقت توجید غور و فکر کرنے کے بعد محل بارہ سے اٹھ گیا اور خانجہاں بھی
 واپس آیا

خانجہاں دیوان وزارت میں تھا اور کائنات علی نے شمس الدین کی خیانت آمیز
 کارروائیوں کو جو انھوں نے جمع کی تھیں خانجہاں کے ملاحظے میں پیش کیں۔
 ایک خیانت آمیز کارروائی یہ تھی کہ جس زمانے میں شمس الدین نائب مقطع گجرات
 تھا اس نے مبلغ نو دہزار تنگہ اپنے ضروریات کے لئے خزانہ سرکار سے قرض لیا تھا اور
 تاحال وہ رقم ادا نہ کی تھی اور باوجود ستونی مالک ہو جانے کے یہ قرض اس پر باقی تھا۔
 خانجہاں نے اس صاحب خزانہ کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ میری عدم موجودگی میں
 اس واقعے کو بادشاہ کے حضور میں پیش کریں۔
 اصحاب خزانہ نے خانجہاں کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کو حقیقت حال سے
 آگاہ کیا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ یہ قسم اب تک خزانے میں داخل نہیں ہوئی۔
 بادشاہ نے عامل خزانہ پر عتاب کیا اور تمام کارکن خاموش رہے اور کوئی جواب
 نہ دے سکے۔

فیروز شاہ کو یقین ہو گیا کہ شمس الدین نے مملکت و سلطنت پر قابض ہو کر اپنے کو
 مملکت اور باز پرس سے بری خیال کیا ہے اور اس غفلت کے عالم میں مغرور رہا اور کوئی
 فرد اُس کے خوف کی وجہ سے ابور جا سے رقم طلب نہ کر سکا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ خانجہاں ہر ممکن طریقے سے یہ رقم فوراً شمس الدین
 سے وصول کرے مختصر یہ کہ خانجہاں نے یہ معلوم کر کے کہ بادشاہ کا مزاج سخت ہو گیا ہے
 اپنے ہم راہ افراد کو طلب کیا اور اُن سے خفیہ طور پر کہا کہ جس زمانے میں ملک شمس الدین
 گجرات میں مقیم تھا تو بادشاہ نے یہ حکم نافذ کیا تھا کہ سوداگر جو وائے سے ہاتھی ہمارے واسطے
 لیکر دہلی آئیں اگر کوئی جانور راہ میں تلف ہو جائے تو اُس ہاتھی کی قیمت خزانہ شاہی سے

ادا کی جائے۔

اس فرمان کے بموجب شمس الدین فتنہ انگیز نے غلط بیانی کی اور چند ہاتھیوں کی قیمت غلط ظاہر کر کے اس کی رقم خزانے سے وصول کر کے اپنے ذاتی مال میں داخل کر لی۔ خانجہاں نے یہ خیانت بھی معلوم کی اور اپنے ہم راز افراد سے کہا کہ ان سوداگروں کو حاضر کردہ خانجہاں نے سوداگروں سے تحقیق کر کے اپنے اصحاب سے کہا کہ اس واقعے کو بھی بادشاہ کے حضور میں بیان کر دیں دیوان وزارت کے سٹے نے یہ قصہ بھی فیروز شاہ سے بیان کیا اور اس واقعے کو سن کر بادشاہ شمس الدین نے قطعاً برگشتہ ہو گیا۔

مختصر یہ کہ دوسرے روز خانجہاں لوگ خانہ میں اجلاس کر رہے تھے اُس الدین اُس کے روبرو شوخیوں کر رہا تھا فیروز شاہ نے عبداللہ کارکن سے دریافت کیا کہ اس وقت لوگ خانہ میں کون کون افراد موجود ہیں ملک عبداللہ نے عرض کیا کہ خانجہاں اور ملک ضیاء الملک لوگ خانہ میں بیٹھے ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ شمس الدین میں یہ قابلیت کہاں ہے کہ وہ خانجہاں کے روبرو بیٹھے۔

بادشاہ نے یہ کہا اور عبداللہ کو حکم دیا کہ ابورجا کو پکڑ کر استادہ کر دے۔

ملک عبداللہ اُس وقت بادشاہ کے پاس سے لوگ خانے میں آیا اور ابورجا کی کمر کڑ کر کہا کہ بادشاہ فرماتا ہے کہ تمہارے کو خانجہاں کے روبرو بیٹھنے کی مجال نہیں ہے۔

اس موقع پر مورخ عقیف بھی دیوان وزارت میں حاضر تھا اور یہ تماشائی بھی تھیں اس سے دیکھ رہا تھا مورخ عقیف اس زمانے میں دیوان عالی کے بار دہندہ گناں کے گروہ میں شاہی ملازم تھا جس وقت ملک عبداللہ نے ابورجا کی کمر کڑ کر کھڑا کرنا چاہا اور جافورا استادہ ہو گیا اور ملک عبداللہ نے شملہ علم و کلاہ دولت اُس کے جسم دوسرے اتار لی اور ابورجا نے خانجہاں کے روبرو استادہ ہو کر تمام واقعہ بیان کیا۔

سبحان اللہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر جس کو کسی قسم کی پائیداری حاصل نہیں ہے اور افسوس ہے اُن افراد کے حالات پر جو اس پر شیفۂ ہو کر آخرت کی نعمت کو فراموش کرتے ہیں۔ دوسرے روز بادشاہ نے فرمان صادر فرمایا کہ ابورجا کو تخت شاہی کے روبرو لائیں اور اُس کے دونوں ہاتھ بیٹھ پر باندھیں اور باز پرس و حساب کے لئے اُس کو خانجہاں کے سپرد کریں۔

ابور جا کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے سرانے شاہی میں لایا گیا اور انبار کر دیا گیا۔
اُس روز ہر چار شہر کے باشندے اسباب کے ملاحظہ کے لئے آئے اور سر میں بہت
بڑا مجمع ہو گیا۔

اس ہجوم کی وجہ سے شور و غل بلند ہوا اور بادشاہ نے دریافت کیا کہ اسس شور کا
سبب کیا ہے حاضرین بارگاہ نے عرض کیا کہ ہر چار شہر کے باشندے ابور جا کا اسباب
و مال دیکھنے آئے ہیں۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ ابور جانے اگر قصور کیا ہے تو میری مملکت کا ان بازار یوں سے
اس کو کیا نقصان پہنچا ہے جو اُس کا مال و اسباب دیکھنے جمع ہوئے ہیں۔

مغرب اہل دربار نے عرض کیا کہ ابور جا تمام ملک پر حاوی ہو گیا تھا اور اپنے نائے اختار
میں اُس کا یہ معمول تھا کہ جس شخص کا اسباب خرید کرنا اُس پر پستی کر کے اصل قیمت سے
اس کو کم ادا کرتا تھا اور اس کے رعب داب سے کسی شخص کو پائے دم زدن نہ تھا۔
اہل بازار کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُس کا اسباب ضبط کر لیا گیا ہے ابھی اس کو اور
اس کے اسباب کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ زہے جرات بد جو بدنامی سے بسر ہو۔
بادشاہ نے علم دیا کہ دربانوں کو حکم دو کہ اہل بازار کو اندر آئے دیں تاکہ وہ اگر عزت
کا تماشہ دیکھیں مختصر یہ کہ ابور جا کے مال و اسباب کی قیمت کا اندازہ کیا گیا اور معلوم ہوا کہ
کل اسی ہزار تنگے کی مالیت ہے۔

ابور جا کے ایک دشمن نے بادشاہ سے کہا کہ ابور جانے شاہی حصار لے اندر بھی
ایک مکان تعمیر کرایا تھا اور اُس گھر میں آستانہ کے درمیان اشرفیاں خفیہ طور پر رکھی ہیں۔
شاہی حکم کے مطابق اُس گھر کی تلاشی لی گئی اور تین ہزار اشرفیاں برآمد ہوئیں
اس واقعے کے بعد خانجہاں نے کہا کہ اے سکار شمس الدین اور بقیہ مال بتا اور
ابور جا خانجہاں نے جواب دیا کہ اور زاید مال میرے پاس نہیں ہے۔

بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور اس نے بطور مزاح خانجہاں سے
کہا کہ تم ہمیشہ تن آسانی میں زندگی بسر کرتے ہو اور اتنا مال بھی دشمن سے نہیں وصول کر سکتے
خانجہاں نے جواب دیا کہ دشمن جانی تھا اس کو باندھ کر اور زیادہ سختی شروع کی۔

اس کے علاوہ خدا کی مشیت و قدرت سے فائز ہونے کے اسباب میں جو سرائے شاہی میں انبار کیا گیا تھا ایک صندوق میں تین تھیلیاں زہر ہلاہل کی مع چند زیریں قبر کے برتہ ہوئیں۔

یہ اشیاء بھی بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئیں اور اُس نے حکم دیا کہ ابورجا سے دریافت کریں کہ اُس نے یہ زہر ہلاہل کس کے لئے جمع کیا ہے۔

ابورجا نے جواب دیا کہ میں نے یہ زہر ہلاہل اپنے عیال و اطفال کے لئے جمع کیا تھا۔ بادشاہ نے یہ سن کر فرمایا کہ ابورجا کیا دو سنگار شخص ہے اس نے خدا معلوم کتنے مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے لئے یہ زہر جمع کیا تھا خداوند کریم نے اپنے فضل و رحم سے ان غریبوں کو اُس کے شر سے محفوظ رکھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ زہر کے قینوں بدرے کو شک فیروز آباد کے پاس دریا نے جہنا میں غرق کر دئے جائیں۔

چند روز کے بعد بادشاہ نے شکار کے لئے بد اؤن کا سفر کیا اور ابورجا کو ال طلب کرنے کے لئے فائز ہونے کے لئے سپرد کر دیا۔

وزیر ہوا خواہ نے چھ ماہ کا دلوان وزارت میں اجلاس کیا اور شمس الدین پر اس قدر زور و کوب ہوئی کہ کوکڑی ٹوٹ جاتی اور ذرہ ذرہ ہو جاتی تھی لیکن ابورجا کی دلیری و بہت کی تعریف کرنی چاہیے کہ اس نے روزانہ اس قدر ضرب شدید برداشت کی لیکن زبان سے لفظ توبہ نہ نکالا۔

ہر روز ایک دولت کھاتا تھا اور اس قدر مارا جاتا تھا کہ بے طاقت ہو جاتا تھا اور اس کے بعد اُس کا پاؤں پیرا کر کشتاں کشتاں دلوان سے باہر لاتے تھے اور دوسرے روز چند دولت کھاتا تھا غرض کہ فائز ہونے کے لئے چھ ماہ کا دلوان اس طرح ابورجا کو زور و کوب کی اور اُس پر بے انتہا شدید کیوں اور اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ شمس الدین کو تباہستان و بیابان کے غمگینی سمت میں جوئے آب خط ہے بلا وطن کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جب تک فیروز شاہ زندہ رہا ابورجا اس مقام پر بلا وطن رہا محمد شاہ بن فیروز شاہ نے اپنے دور حکومت میں ابورجا کو بچہ قفسیم و انتہام کے ساتھ اس مقام سے واپس بلایا لیکن ابورجا ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس کو

غاجہاں کے ہاتھوں سے پہنچے تھے گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتا اور پانکلی میں بیٹھ کر چلتا تھا چنانچہ چند روز کے بعد اُس نے وفات پائی۔

ابور جانے تین سال دیوان وزارت میں کام کیا اور اس زمانے تمام عساکر دیوان کو پریشان کر کے ملک کو درہم و درہم کر دیا اور آخر کار سب سے ہجری میں اس جہاں سے رخصت ہوا۔

اب مورخ چند مقدمات فیروز شاہی عہد کے معرض بیان میں لاکر فیروز شاہ کے مناقب کے ذکر پر کتاب کو تمام کرتا ہے۔

بارہواں مقدمہ

ملک شمس الدین دامغانی کے خط کا بیان اور بادشاہ کی کرامت

نقل ہے کہ سلطان محمد بن سلطان تغلق کے عہد حکومت میں اشعارہ و انجھات مخالفت کی پیش تائیں میں سلطان محمد نے خون جگر پرایکین فیروز شاہ کے پہل سالہ دور حکومت میں ایک فرد نے بھی سر نہ اٹھایا صرف ملک شمس الدین دامغانی نے مخالفت کا علم بلند کیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کے ابتدائے جلوس سے سب سے ملک بادشاہ کی ملک رانی و حکومت اُس کے جاہ و چشم و نیز اُس کی دولت و ثروت نے روز افزوں ترقی کی اور اس زمانے میں تمام رعایا خوش و آسودہ رہی۔

غرض کہ بادشاہ نے پچیس سال کامل نہایت اطمینان و مسرت میں بسر کئے اور اُس کی جاہ و چشمت برابر ترقی کرتی رہے۔

فیروز شاہ نے سب سے ہجری میں شکار کے لئے کثیر کا سفر کیا اور شکار کھینے اور سیر و تفریح میں مشغول ہوا۔

تقدیر الہی نے سال مذکور کے ابتدائی زمانے میں رنگ بدلا اور بادشاہ کے تخت و تاج شاہزادہ فتح خاں نے وفات پائی۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آچکا تھا اور چونکہ موسم برسات آچکا تھا
فیروز شاہ دریائے گنگ کو عبور کر چکا تھا کہ شہزادہ فتح خاں نے وفات پائی
اس سفر میں مورخ عقیف بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔
مختصر یہ کہ شہزادہ فتح خاں کے وفات کی وجہ سے بادشاہ کو عید رنج ہوا اور
اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

اس سال بادشاہ جب شہر میں داخل ہوا تو اُس نے اپنی آئین درہم گزشتہ کو یک نعت
منع کر دیا۔

اس واقعے کے بعد شہر چری میں بادشاہ شہر میں مقیم تھا کہ ایک خراسانی شخص
نے محلِ پاشیب کے اندر کو تو ال پر تلوار چلائی یہ پہلی تلوار تھی جو فیروز شاہی عہد میں نیام سے
باہر آئی۔

معتبر روایت نے مورخ عقیف سے بیان کیا ہے کہ تجار خراسان میں ایک شخص
کسی جرم کی بنا پر کو تو ال کی حراست میں تھا اور اس قید میں عید محنت و شفقت برداشت
کراتا تھا۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ بندی خانے کے قیدیوں کا حال اور اُن کی مفصل کیفیت
میرے حضور میں پیش ہو۔

اس حکم کی بنا پر ملک نیک امدی اس خراسانی کھال بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔
فیروز شاہ نے فرمایا کہ یہ شخص مسافر ہے اس کو میرے حضور میں حاضر کرو۔
ملک نیک امدی نے آخر وقت اس مجرم کے بند بندہ اکٹھے اور اپنے ہمراہ بادشاہ
کے حضور میں لے گیا کو تو ال و مجرم ہر دو اشخاص پاشیب کے روبرو صحن میں پہنچے اور
ملک نیک امدی آگے آگے تھا اور خراسانی اس کے عقب میں۔

اس مقام پر تینداروں کا ایک گروہ موجود تھا اور خراسانی نے اپنی طاقت کے
غور میں دستِ درازی کی اور ایک تیندار کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کو
نیام سے لٹکالا اور کو تو ال پر وار کیا۔

کو تو ال خراسانی کی فعل کے اندر آگیا اور اس پر ضرب کاری زدگی اور وہ سلامت
رہا صرف سر پر ایک اوجھا سا زخم آگیا اور پاشیب میں شور بلند ہوا۔

یہ خراسانی اپنے گروہ میں خواجہ کے لقب سے مشہور اور سید صاحب عزت و وقعت تھا جو محض ایک جرم کی بنا پر ملک نیک احدی کی قید میں گرفتار اور زندان میں سید سختی و مصیبت کا شکار ہو رہا تھا اس شخص کا مقدمہ بارہا خانبہاں کے حضور میں پیش ہو چکا تھا اور روزانہ اجلاس کے وقت یہ شخص وزیر کے حضور میں حاضر کیا جاتا تھا اور خانبہاں اس شخص کے بابت تمام اصحاب وزارت سے مشورہ کرتا تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ کیا فیصلہ کرے۔

چونکہ فیروز شاہ شکار کو گیا ہوا تھا خانبہاں نے اس کا مقدمہ منوی رکھا تاکہ بادشاہ کی مہاجرت پر مجرم کو فیروز شاہ کے حضور میں پیش کرے۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آیا اور اس نے تمام اہل زندان کا حال دریافت کیا اور مجرم نے کو تو ال پر تلوار کا وار کیا جو بے شعور و غل بلند ہوا اور آواز بادشاہ کے کانوں تک پہنچی۔

اس وقت فیروز شاہ محل چہرہ بوس میں مقیم تھا لیکن بے انتہا دہشت و خوف کی وجہ سے بام کوشک پر نمودار ہوا اس درمیان میں خراسانی نے کو تو ال پر تلوار چلائی جو کو تو ال پر کاری نہ لگی۔

مجرم تیغ زنی کے بعد درپاشیب کی طرف فراری ہوا اور ارادہ کیا کہ باہر نکل جائے۔ چونکہ اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی کسی تیغ دار و سپہ دار کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ خراسانی کے قریب آکر اس کو روکے خراسانی نے ارادہ کیا پاشیب کے اوپر سے نیچے آئے لیکن دوڑنے اور چلنے کے درمیان اس کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ زمین پر گرا۔

بعض تیغ دار جو پاشیب میں فوجی تھے اس کے عقب میں دوڑے اور اپنی پیریں خراسانی پر ڈال کر اس کو گرفتار کر لیا اور حراست میں لے لیا۔

بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے مجرم سے کہا کہ اسے شخص تو خراسان کا باشندہ ہے تو نے ہمارے کو تو ال پر کیوں ایسی ضرب لگائی تھی کہ اگر کاری پڑتی تو اس کی جان سلامت نہ رہتی۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ چونکہ یہ مسافر ہے اس کے لئے یہی حکم کافی ہے کہ مجرم کو دوبارہ کے سامنے حاضر کرو اور تمام اہل خراسان سے جو اس کے ہم وطن ہیں یہ کہو کہ اس کے

میں تھوکیں اس کے بعد مجرم کو سونکوں کے حوالے کریں تاکہ اس کو ہمارے ملک سے خارج کر دیں۔
اہل خراسان نے بادشاہی حکم کی تعمیل کی اور مجرم نے اپنے بیٹ میں چاقو سونک کر
اپنے کو ہلاک کیا اس حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا گیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بکری اپنے پاؤں
کے بل خود لٹکانی لگئی۔

اس واقعے و کتاب سے مقصود یہ ہے کہ پہلی تلوار جو عہد فیروز شاہی میں نیام سے نکلی وہ
اس خراسانی کی تیغ تھی جو اس نے شہر ہجری میں کوئوال پر چلائی اشدھی جاتا ہے کہ یہ وقت
کیسا منحوس تھا۔

اس واقعے کے بعد شہر ہجری میں بادشاہ نے شکار کے لئے اٹاواہ اور تیلے کا سفر
کیا اور برسات کے اختتام تک اسی سمت قیام پذیر رہا۔

خدا کی قضاء قدر سے اس سال اکثر فیروز شاہی امرالنے جو اس کے ہم عمر و ہم عہد تھے
وفات پائی اور ان کے تابوت شہر میں لائے گئے۔

ان امرامیں سے ہر شخص کی موت پر بادشاہ نے اظہار افسوس کیا اور سجدہ رنجیدہ ہوا۔
اس کے بعد شہر ہجری میں شمس الدین دامغانی نے گجرات میں علم بغاوت بلند

کیا اور شہر ہجری میں ابو جاکو مستونی مالک کا عہدہ عطا ہوا اور یہ شخص شہر تک برسر اقتدار رہا۔
اس کے بعد شہر ہجری میں خود فیروز شاہ کو سخت بھینٹ دہ واقعہ پیش آیا۔ اور

شہر ہجری میں دہلی میں فساد و فتنہ برپا ہوا اور شاہزادہ محمد خاں و خاتون خاں
مسموم کر آرائی ہوئی جس کے بعد شہر ہجری میں خود فیروز شاہ نے وفات پائی۔

شمس الدین دامغانی کی فطرت کا ذکر

شمس الدین دامغانی ایک شخص تھا جس کو ظفر خاں گجراتی سے قربت حاصل
تھی ظفر خاں کو بادشاہ کے دربار و نیز گردہ امرامیں ایک خاص امتیاز حاصل تھا اور اپنے

ہم عصر اعیان ملک کے ساتھ عمدہ سلوک و تواضع سے پیش آتا تھا۔
فیروز شاہی امرالنے امدادہ کیا کہ نیابت گجرات کسی متبر شخص کے حوالے کی جائے

اور ظفر خاں بن ظفر خاں کو دربار میں رکھا جائے۔

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ ظفر خاں بزرگ نے قضاے الہی سے وفات پائی
فسر زند دریا خاں ظفر خاں کے خطاب اور گجرات کی حکومت سے سرفراز
فرمایا گیا۔

ظفر خاں دوم نے چند روز گجرات کا انتظام اس بہترین طریقہ پر کیا کہ دولت آباد
میں تمام اشخاص اس کے نام سے کانپ اُٹھے۔
فیروز شاہ خود چند ماہ سے گجرات کے انتظام کے خیال میں تھا اور ہر شخص کے
متعلق غور کر رہا تھا و اسمانی نے بھی اس خدمت کو حاصل کرنے کی سجدہ کوشش کی اور عا د الملک
کو واسطہ بنایا۔

عا د الملک نے بار بار بادشاہ کے حضور میں دامنائی کی سفارش کی اور فیروز شاہ
نے ہر بار یہی فرمایا کہ اس میں شبہ نہیں کہ دامنائی سجدہ کار گزار ہے لیکن اس کے ساتھ جلیباز
و فتنہ انگیز ہے اور یہ بہت ممکن ہے کہ اس کے تقرر سے اہل عالم کو رنج و ملال پہنچے۔
اس واقعے نے یہاں تک طول پکڑا کہ عا د الملک نے اس امر میں دل و جان
سے کوشش شروع کی۔

چونکہ خدا کی مشیت بھی تھی کہ دامنائی چند روز عکرائی کا ڈنک بجائے فیروز شاہ نے
عا د الملک کا معروضہ قبول کیا اور اس کو اپنے حضور میں حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔
دامنائی حصول مراتب کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور چند روز کے
بعد یہ شخص حاضر ہو کر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔

فیروز شاہ نے دامنائی سے فرمایا کہ تو مجھ کو اپنی ضمانت دے۔
دامنائی نے عرض کیا کہ جس شخص کو بادشاہ ارشاد فرمائیں بندہ درگاہ اس کو
اپنا ضامن بنائے۔

فیروز شاہ نے فرمایا بہتر ہے تو حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا کی ضمانت دے۔
دامنائی نے اس کو قبول کیا اور بادشاہ دوسرے روز دامنائی کو ہمراہ لے کر حضرت
محبوب الہی کے آستانہ پر حاضر ہوا۔

دامنائی نے محبوب الہی کی قبر مبارک کا غلاف پکڑا اور قبلہ رو ہو کر حضرت نظام الدین
اولیا کو اپنا ضامن بنایا۔

فیروز شاہ حضرت شیخ کے آستانہ سے واپس ہوا اور اس نے دامغانی کو حکومت عطا فرما کر گجرات روانہ ہونے کا حکم دیا۔

مختصر یہ کہ دامغانی دہلی سے روانہ ہو کر چند روز میں گجرات پہنچا اور وہاں کے قریات و پرگنات کے محاصل سے بے شمار قسم جمع کی۔

دامغانی کے پاس وافر و بیہ جمع ہو گیا اور اس نے غداری کا خیال دل میں بکپا۔ اس شخص نے اس رقم سے آلات حرب و سامان جنگ خرید اور گجرات کے محاصل میں سے ایک دانگ بھی فیروز شاہ کے حضور میں نہ روانہ کیا اور اپنے ہم نشین افراد میں کسی شخص کو اس حال سے آگاہ نہ کیا۔

چند روز کے بعد دامغانی نے اپنے اسرار سے اہل گجرات کو آگاہ کیا اور ہر فرد کو شیریں کلامی و نیر و مدہا سے بزرگ سے خوش و قوی بنایا۔

دامغانی کے خیالات سے واقف ہو کر امیر ان صدگان ایک مقام پر جمع ہوئے اور انہوں نے دامغانی کو قتل کیا اور تمام عرائض بادشاہ کے حضور میں روانہ کئے۔

امرا کے عرائض جو دامغانی کی غداری کے متعلق تھے منور دربار میں پڑھے جاتے تھے کہ اس کا سر بھی بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔

مجرم کے سر کے ساتھ امرا کے عرائض بار و گہ پہنچے جس میں مرقوم تھا کہ دامغانی حرام خوار کا سر حضور میں روانہ کیا جاتا ہے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ دامغانی کا سر دربار کے روبرو ڈونڈاں کیا جائے تاکہ اہل عالم کو عبرت حاصل ہو۔

سیح ہے کہ یہ تمام واقعات حشمت و جلال فیروز شاہ کے حسن عقیدت کے برکات ہیں کہ دامغانی مجرم بلا کسی معرکہ آرائی کے قتل ہوا اور اس کا سر بادشاہ کے حضور پیش ہوا۔

بزرگوں کا قول ہے بلکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کا ہو جائے گا اللہ کا کرم ہر وقت اس کے ساتھ رہیگا۔

دامغانی کے قتل کا تفصیلی بیان

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ شمس الدین دامغانی نے بخلاف اختیار

کیا اور بادشاہ سے مخالفت کر کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے انکار کیا۔
تمام خلقت گجرات اس کے خیال خام پر خندہ زنی کرتی اور ہر شخص اس کی
مخالفت پر آمادہ ہوا۔

تمام خان و ملوک و امراء صدگان اور زکشی دار یکدل ہو کر ایک مقام پر جمع
ہوئے اور ان تمام اعیان شہر خصوصاً ملک شیخ فخر خاں وغیرہ امراء بزرگ و امعانی کے
شدید ترین دشمن بن گئے۔

صبح صادق کے وقت و امعانی کے بہرہ دار روانہ ہو گئے اور اس کا مکان خالی ہو گیا۔
اس حالت میں یہ تمام پہلوان اپنے نینر سے اور تیغ ہمراہ لئے ہوئے و امعانی کے
گھر میں گھس گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔

یہ بھی ان اشخاص نے بیان کیا ہے کہ جس زمانے سے کہ شمس الدین و امعانی نے
بادشاہ کی مخالفت کا خیال کیا اور اس سے منحرف ہوا اس وقت سے تمام مخلوق خاص و
عام و جوان و پیر نے جو گجرات میں مقیم تھے و امعانی کو نشانہ ملامت بنایا۔
ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات خدائے بزرگ کی غایت اور اس کے کرم کے آثار و
برکات تھے جو رونما ہوئے۔

فیروز شاہ کا مجسموں کے ایک گروہ کو قتل کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ غنی مجسموں کی ہرگز رعایت نہ کرتا اور فرماؤں سے قصاص
لیتا تھا۔

بادشاہ کے ابتدائی عہد میں یوسف بقرا کے فرزند نے باہم جنگ آزمائی کی جن کی تفصیل
حسب ذیل ہے۔

واقع ہو کہ یوسف بقرا سلطان محمد تغلق کے عہد میں صاحب جاہ و مراتب و کلاہ تھا
اور امراء محمد شاہی میں سجد ممتاز و سر فراز رہتا تھا۔

یوسف بقرا کے دو فرزند تھے جن کی پرورش و پرداخت میں یوسف سجد کوشش
کرتا تھا اور یہ دونوں فرزند علیحدہ علیحدہ ماؤں سے تھے۔

فیروز شاہ کے عہد میں یوسف کے ہر روز زند قصبہ یوسف پور کو جو یوسف بقرا کی قدیم جاگیر تھی روانہ ہو گئے۔
برادر بزرگ نے ارادہ کیا کہ برادر خود کو قتل کر کے اُس کو دفع کرے لیکن اُس کو
موقع نہ ملتا تھا۔

یہ ہر دو برادر یوسف پور گئے اور چند روز کے قیام کے بعد برادر بزرگ نے چھوٹے
بھائی کو قتل کیا۔

مقتول کی والدہ نے بارگاہ شاہی میں فریاد کی اور فیروز شاہ اس واقعے کو سنکر
بہت حیران ہوا اس لئے کہ برادر بزرگ پر بادشاہ بھید مہربان تھا اور وہ دربار شاہی کے
مقرب افراد میں شمار ہوتا تھا فیروز شاہ نے بھید غور و فکر کے بعد حکم دیا کہ دربار کے روبرو مجرم
قتل کیا جائے۔

بادو دیکھ بادشاہ یوسف بقرا کے فرزند کلاں پر بھید مہربان تھا بریں ہم اُس سے
قصاص لیا اور معاف نہ فرمایا۔

اس طرح ایک واقعہ یہ ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد میں خزانے میں ایک شخص نو پسند
کی خدمت سنبھیرا مامور تھا اور اُس کے نام خواجہ احمد تھا۔

ایک طالب علم اس کے مکان پر خواجہ احمد کے خرد سال بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔
طالب علم شہر زلی میں اور خواجہ احمد فیروز آباد میں مقیم تھے اور خواجہ احمد اور اس
طالب علم میں بھید محبت تھی اتفاق سے خواجہ احمد اس طالب العلم سے بدگمان ہوا
اور اس کو خائن خیال کیا۔

یہ طالب علم ایک عورت پر عاشق تھا اس کا قاعدہ تھا کہ شنبہ کے روز دہلی سے
فیروز آباد آتا اور پانچ روز خواجہ احمد کے اطفال کو تعلیم دیکر شنبہ کو دہلی واپس جاتا تھا۔
ایک شب خواجہ احمد مکار نے اپنے دو غلام زادوں کو اپنا ہم خیال بنایا اور فیروز آباد
میں اس طالب العلم کے ہمراہ بادہ نوشی میں مشغول ہوا۔

شراب خواری کے عالم میں دماغ نشہ غرور سے سرشار ہوا اور خواجہ احمد اور اس
کے دونوں غلاموں نے طالب العلم کو قتل کر دیا اور نصف شب کے وقت اُس کی لاش اپنے
مکان سے باہر لا کر پل ملک کے اوپر باہر کھینک دی اور اپنے خون آلود کپڑے دھو بی کو دھلنے
کے لئے دے دئے۔

صبح کے وقت آفتاب نمودار ہوا اور بادشاہ سیر کرتا ہوا اُس پل پہنچا اور اس مقتول کو دیکھ کر اس مقام پر ٹھہر گیا۔

اس زمانے میں ملک نیک امدی کو تو ال وفات پا چکا تھا اور اُس کا پسر ملک حسام الدین ستونی پدر کا جانشین تھا فیروز شاہ نے اُس مقام پر کو تو ال کو طلب کیا اور یہ فرمایا کہ اگر اس مقتول کے قاتل کا نشان نہ ملے گا تو میں تجھ کو بجائے مجرم کے قتل کر دوں گا۔

ملک حسام الدین بادشاہ کے اس حکم سے حید جیران ہوا اور اس فکر میں گرفتار ہوا کہ کس شخص کو گرفتار کر کے خون کا گناہ کا رقرار دے۔

غرض کہ مقتول کا سر اور اس کا منہ دھویا گیا اور سر کو خوب صاف کر کے جسم سے جوڑا اور اُس کے جسم کو سرکاری چوکی میں رکھا کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص مقتول کے مکان کو ٹھیس سے آگاہ کر سکے اور بتا سکے کہ اس کا وطن کہاں ہے۔

اس مقام پر خلقت حذا جمع ہوئی اور تماشائیوں کا جمیع حجوم ہوا ایک شخص نے مقتول کی شناخت کی اور کہا کہ یہ شخص حصار سیری میں فلاں اور فلاں محل کا باشندہ ہے۔

بہد تلاش و جستجو کے بعد مقتول کے مکان کا پتہ چلا اور اس کے اعزہ کو حقیقت حال سے خبردار کیا گیا۔

مقتول کے عزیز و اقارب ددڑے اور جیران و پریشان اُص کے لاش پہنچ کر گریہ و زاری میں مشغول ہوئے۔

مقتول کے اعزہ نے بیان کیا کہ یہ شخص خواجہ احمد کے مکان پر اس کے لوگوں کو تعلیم دیتا تھا۔

ان اشخاص نے یہ بھی بیان کیا کہ احمد اس مقتول سے بدگمان تھا ممکن ہے کہ اُس نے اس کے قتل کرنے میں کوشش کی ہو۔

خواجہ احمد کو تو ال کے روبرو حاضر کیا گیا لیکن اُس نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے جرم سے انکار کیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ احمد کے غلاموں اور اس کی کنیزوں پر سیاست کی جائے۔

کو تو ال نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور خواجہ احمد کے غلاموں نے تمام قصداً کشتی کے ساتھ

بیان کر دیا اور کہا کہ خواجه احمد اور اس کے دو غلاموں نے مقتول کے ہمراہ بادہ خواری کی اور نشہ کے عالم میں اس طالب العلم کو غلاموں نے پکڑا اور خواجه احمد نے اس کو چاقو سے ذبح کر ڈالا۔ اس موقع پر خواجه احمد نے کہا کہ یہ غلام دروغ گو ہیں خود انہوں نے اس شخص کو ذبح کیا ہے۔

غلاموں نے کہا کہ خواجه احمد کا خون آلود جامہ دھو بی کو دیدیا گیا ہے۔
اس تقریر کے بعد دھوبی طلب کیا اور وہ کپڑا دھلا ہوا لے کر حاضر ہوا اور کپڑے میں بایجاز درنگ کے خون کے داغ تھے۔

خواجه احمد سے ان داغوں کے بابت سوال کیا گیا کہ میں نے ایک جانور ذبح کیا تھا یہ اس کے خون کے نشانات ہیں۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ قصاب حاضر کئے جائیں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اس سے اس علامت کے بابت دریافت کیا گیا۔

قصابوں نے جواب دیا کہ یہ علامت کسی جانور کے خون کی نہیں ہو سکتی بلکہ انسان کے خون کو دھونے سے کپڑے پر زرد و داغ پیدا ہو جاتے ہیں۔

قصابوں کا جواب سنا کر بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجه احمد کو یا سنگسار کیا جائے یا لٹا کر قتل کریں۔
اس موقع پر خواجه احمد خانجہاں کے قدموں پر گر پڑا اور بید منت و عاجزی سے کہا کہ میں اس مقتول کا خون بہا انسی ہزار تنگے ادا کروں گا۔

خانجہاں نے بادشاہ سے یہ واقعہ عرض کیا کہ خواجه احمد انسی ہزار تنگہاں بہا ادا کرنے کے لئے آمادہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اے خانجہاں جس شخص کے قبضے میں مال و دولت ہوگی وہ اس طرح بے گناہ افراد کو قتل کرے گا اگر قتل کے معاوضے میں مال وصول کر کے مجرم رہا کر دئے جائیں گے تو مخلوق کو بید وقت پیش آئے گی اور قیامت میں خدا کے حضور میں مجھ کو مذمت و شرمندگی ہوگی۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ خزانہ شاہی کے لاکھوں روپیہ کا حساب خواجه احمد کے ذمے ہے اگر چند روز قعاص میں توقف فرمایا جائے تو بہتر ہے تاکہ بیت المال کا سالہ صاف ہو جائے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ میں خزانے کے کھوکھلا روپیہ سے ادا آیا خواجه احمد کو فوراً سزا دی جائے۔

آخر کار خواجہ احمد اُس کے دونوں غلاموں کو تمام خاص و عام کے در بدر فرادی گئی۔
غرض کہ اگر مورخ فیروز شاہ کے عدل و انصاف کے ہر جزئی مسامحات کو طلب کرے تو ایک
فہم کتاب تیار ہو جائے۔

چودھواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں قیدیوں کے احوال مساجد کی آراستگی
اور مظلوم افراد کی داد خواہی میں صرف ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آخر زمانے میں خدا کے خوف سے انہیں امور پر
بمجد توجہ فرمائی اور انہیں کو انجام دینے کی کوشش کرتا رہا۔

ایک قیدیوں پر توجہ کرنا جس کا تفصیلی حال یہ ہے کہ فیروز شاہ جب سیر و شکار سے
واپس آتا اور شہر فیروز آباد میں قیام فرماتا تو قیدیوں کے احوال کی پرسش کرتا تھا اور جو شخص کہ
رہا کرنے کے لائق ہوتا اس کو فوراً رہا کر دیتا تھا قیدیوں میں جو شخص جلاوطن کرنے کے قابل ہوتا وہ جلاوطن
کیا جاتا تھا لیکن ہر ایسے شخص کو طیفہ عطا ہوتا تھا کہ جو شخص غربت کے عالم میں سہاں کی نگلی سے پریشان نہ ہو۔
فیروز شاہ نے بارہا اعمال درگاہ کو تاکید کی کہ دیکھو مجرم کو زیادہ مدت تک
قید خانے میں نہ رکھو اس لئے کہ اُس کے دل کی آہ کو برداشت کرنا بچھڑک ہے۔

فیروز شاہ ہمیشہ یہ فرماتا تھا کہ غریب اہل زندان ہمیشہ پریشان خاطر و عاجز و
حیران رہتے ہیں اور اپنی خیانت کی وجہ سے جو ان سے نا عاقبت اندیشی سے کی ہے قید
میں گرفتار ہے۔

جس زمانے میں کہ عزیز مصر نے ہولناک خواب دیکھا تو تمام معتبر افراد کو جمع کیا لیکن
کوئی شخص اس کے خواب کی تعبیر نہ بیان کر سکا۔

اس مجمع میں وہ شرابدار سی تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ہمراہ قید خانے
میں تھا۔

اس غلام نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ایک کنعانی غلام قید خانے میں ہے یہ شخص
بمجد عاقل ہے اور امید ہے کہ وہ اس خواب کی تعبیر بیان کرے گا۔

عزیز مصر نے اسی شہزادہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے میں تعبیر دیا کرنے کے لئے بھیجا۔

شہزادہ نے حضرت سے خواب بیان کیا اور جناب یوسف علیہ السلام نے فوراً تعبیر بیان کی اور فرمایا کہ اس شہر میں سات برس کا قحط پڑے گا۔

اس مقام پر اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا میرے بھائی یوسف پر رحمت نازل فرمائے کہ انہوں نے فوراً خواب کی تعبیر بیان کر دی میں کہ محمد ہوں جنتک کہ مجھ کو قید سے آزاد نہ کرتے میں ہرگز خواب کی تعبیر نہ بیان کرتا۔

مقصود یہ ہے کہ قید کی مصیبت ایسی سخت بلا ہے کہ انبیائے کرام نے ایسا فرمایا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ قیدیوں کے بارے میں عامل کو سخت تاکید کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو ان کو جلد رہا کیا جائے یہاں تک کہ آخر میں ہر ماہ کی پہلی تاریخ تمام کارکن قیدیوں کے حالات سے بادشاہ کو مطلع کرتے تھے۔

بادشاہ کی دوسری مصروفیت یہ تھی کہ مساجد کو آراستہ کرے۔ فیروز شاہ نے حکم دیا تھا کہ تمام شہر کی مساجد کا حال بادشاہ کے حضور میں پیش کریں اس لئے کہ بعض مساجد ایسی تھیں کہ ان کے بانی وفات پا چکے تھے یا یہ کہ نادار ہو گئے تھے اور بعض مسجد پرانی اور شکستہ ہو گئی تھیں۔

عامل بارگاہ نے مفصل کیفیت بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔

فیروز شاہ نے تمام مساجد میں امام و موزن مقرر کئے اور چراغ اور ہریا کے اخراجات کے لئے رقم مصادف منظور کی جس مسجد کو خراب ہو گئی ہیں ان کی مرمت کرائی اور اسی طرح تمام مساجد روشن و معمور ہو گئیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قبل اس کے کہ قیامت قائم ہو تمام مسجدوں کو نقری کر کے ان کو جنت میں لے جائینگے مساجد کی عظمت و بزرگی کا کیا ذکر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں قصر عطا فرماتا ہے۔ تیسری مشغولی بادشاہ کی مظلوموں کے حق میں دادرسی کرنا اور عدل و انصاف سے

ان کی فریاد سنٹی تھی
فیروز شاہ نے اس معاملے میں سچی بلینگی کی اور بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ اگر عین سواری میں
کوئی شخص اپنے حال و مال کے بابت معروضہ پیش کرتا تو بادشاہ اس مقام پر جہاں کہ سائل نے
ذخیرہ پیش کی ہے کھڑا ہو جاتا اور سائل سے فرماتا کہ اے سکین میں نے بے شمار ذماتر اہل حاجت کی
کار براری کے لئے مقرر کئے ہیں تو نے کیا معروضہ ان ذماتر میں کیوں پیش کیا۔

اگر شخص جواب میں عرض کرتا کہ میں نے بار بار ان ذماتر میں عرض کیا اور اپنے غم و الم
کی شرح بیان کی لیکن ان محکمہ جات کے عامل و حکام نے میرے حال پر توجہ نہ کی۔ ان حکام کی غفلت
و عدم توجہ ہی سبب سے آج میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔

اس موقع پر فیروز شاہ اصحاب دیوان کو اپنے حضور میں طلب کرتا اور ان سے سنتی
کے ساتھ باز پرس کر کے اہل حاجت کی کار براری کر دیتا۔

اگر شخص اصحاب دیوان کی شکایت نہ بھی کرتا تو بھی بادشاہ اس شخص کی حاجت پوری کر کے قدم آگے بڑھاتا۔
غرض کہ آخر عمر میں بادشاہ کو انھیں چیزوں سے سروکار تھا۔

سبحان اللہ فیروز شاہ کی نیت صادق کا کیا کہنا کہ جتنے خصائل جدا جدا سلاطین پیش
میں پائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف سے بادشاہ کو متصف فرمایا تھا بلکہ اس
سے دو چند صفات حسن عطا فرمائے تھے بادشاہ کے اکثر اوصاف وہ تھے جو صرف
اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا کہ اگر خدا تم کو
انسانی قالب میں دنیا میں بھیجے تو تم کیا مذمت اختیار کرو گے۔ جبریل نے عرض کیا کہ میں سلاطین
کی امداد کروں گا اس لئے کہ اہل حاجت کی عقدہ کشائی اسی گروہ سے متعلق ہے۔

پندرہواں مقدمہ

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بادشاہ سے آخری ملاقات کرنا

روایت ہے کہ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر دوسرے یا تیسرے سال

بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لئے اوج سے فیروز آباد تشریف لاتے بادشاہ اور جناب سید کے درمیان عجب محبت تھی اور ہر دو بزرگوار اس محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے۔ حضرت سید حبیب اوج سے تشریف لائے اور فیروز آباد کے نواح میں پہنچے تو بادشاہ مسند تک حضرت کے استقبال کو جانا اور ملاقات کے بعد جناب ممدوح کو بھید اعزاز کے ساتھ شہر میں لایا۔

جناب سید کبھی تو منارہ سے منقل کو شک منظم کے اندر اور کبھی شفا خانے میں اور کبھی شاہزادہ فسح خاں کے نظیر میں قیام فرماتے تھے۔

مختصر یہ کہ جناب سید اپنے قیام گاہ سے مقررہ طریقہ کے مطابق بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور جیسے ہی کہ حضرت ممدوح محل جناب میں پہنچ کر سلام کرتے تو بادشاہ باوجود اس عظمت و شان کے تختہ نگاہ پر استادہ ہو جاتا اور بھید تواضع کے ساتھ جناب سید سے ملاقات کرتا اور اُس کے بعد ہر دو بزرگ بالائے جام خانہ تشریف فرما ہوتے۔ جب حضرت سید واپس ہوتے اس وقت بھی فیروز شاہ بالائے جام خانہ تکم کے لئے استادہ ہوتا اور جب تک کہ حضرت ممدوح محل جناب تک نہ پہنچتے بادشاہ اُسی طرح کھڑا رہتا۔ حضرت سید بادشاہ کو سلام کرتے اور بادشاہ جواب میں حضرت کو سلام کرتا اور جب حضرت ممدوح نظر سے غائب ہو جاتے اُس وقت بادشاہ بیٹھ جاتا تھا۔ سبحان اللہ کیا حسن ادب تھا جو بادشاہ جناب سید کے لئے سجا لاتا تھا۔

فیروز شاہ بھی دوسرے دوسرے روز جناب سید کے قیام گاہ پر حضرت سے ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہوتا اور ہر دو بزرگ باہم ایجا ہو کر محبت آمیز گفتگو فرماتے تھے۔ اوج اور دہلی کے باشندے اپنی حاجات جناب سید کے حضور میں عرض کرتے اور حضرت سید اپنے خدام کو حکم دیتے کہ ان حاجات کو قلم بند کریں۔

جب بادشاہ حضرت کی ملاقات کو آتا تو جناب ممدوح وہ کاغذ فیروز شاہ کی خدمت میں پیش فرماتے اور بادشاہ اُس کاغذ کو غور سے ملاحظہ فرما کر ہر حاجت مند کی اُسی معروضے کے مطابق حاجت دہانی کرتا چند روز کے بعد جناب سید فیروز آباد سے اوج روانہ ہو جاتے اور حضرت شاہ اسی طرح ایک منزل مسافت کرتا۔

غرض کہ جناب سید اور بادشاہ کے درمیان چند سال یہ سلسلہ محبت جاری رہا اور

جب جناب سید بادشاہ کی ملاقات کو تشریف لائے تو ہر مرتبہ سے کچھ زاید قیام فرمایا اور اس کے بعد اوجہ روانہ ہوئے۔

جب حضرت سید بلال بادشاہ سے رخصت ہونے لگے اور محبت آمیز گفتگو میں اپنے وطن جانے کا تذکرہ فرمایا تو بادشاہ سے کہا کہ دعا گو کا گمان یہ ہے کہ میری اور حضرت شاہ کی آخری ملاقات ہے۔

دعا گو کی عمر آخر کو پہنچ چکی اور حضرت شاہ کا سن بھی نایہ ہو چکا اس سن و سال میں بادشاہ کو سیر و شکار کے لئے دہلی سے زیادہ دور جانا مناسب نہیں ہے۔

تَمَّ

صحی نامہ

تاریخ فیروز شاہی (عقیف)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۲۵	سرۃ العزیز	سرۃ العزیز	۸۹	۳	کیا کہ مشیت الہی	کیا کہ مشیت الہی
۲۴	۸	عذر	عذر	۱۸	۱۸	خاندان	خاندان
۳۳	۱۲	فیروز	فیروز	۹۶	۱۰	فتویٰ	فتویٰ
۱۹	۱۹	کر سکوں کی	کر سکوں کی	۱۰۶	۱۵	جہانداری میں	جہانداری میں
۳۲	۱۶	جہانداری کی	جہانداری کی تعلیم	۱۲۵	۱۶	کوے	کوے
۴۲	۲۵	نانا رخاں	نانا رخاں	۱۳۱	۲۵	اس باغ کا	اس باغ کا
۴۵	۱۶	نکا لاکھا	نکا لاکھا	۱۳۶	۸	قسم نہم	قسم سوم
۴۶	۱۶	ہمراہیوں	ہمراہیوں	۱۹۳	۹	بندگان	بندگان کو
۴۸	۱۱	پروہ گار عالم	پروہ گار عالم	۱۹۵	۱	جوینی	خود بینی
۸۱	۱۱	پڑھا جانا	پڑھا جانا	۱۹۷	۸	تقدار	تیمغدار
۱۲	۱۲	خطیبوں	خطیبوں	۱۹۸	۱۰	بھی	یہی
۲۲	۲۲	حضرت	حضرت	۲۰۸	۶	بنا کردہ	کے بنا کردہ
۲۵	۲۵	حضرت	حضرت				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۵	۲۱	نصیحت کیا	نصیحت کی	۲۸۲	۸	فہم فراست	فہم و فراست
۲۳۲	۲	عال	عاقل	۲۸۵	۷	علاقائی برادر	علاقائی برادر
۲۳۸	۱۴	جواہر نگار	جواہر نگار	۲۹۵	۲	+	دسواں مقدمہ
۲۵۶	۲	تے آتے تھے	لے آتے تھے	۲۹۸	۱۷	نے	سے
۲۶۳	۳	باچاک	یاچاک	۳۰۲	۴	اعیان	اعیان
۲۶۸	۲۵	فہم	مہم	۳۰۴	۲۵	ماضین	حاضین
۲۷۴	۲	ان کے طرف	ان کی طرف	۳۱۱	۳	میر فرش	میر فرش کی
"	۵	کم ہو گیا	گم ہو گیا	۳۱۴	۱۴	موقع پر	موقع پر
۲۷۵	۱۳	شعبہ جات	شعبہ جات	۳۱۵	۲۲	سے	نے
۲۷۹	۴	معین الملک	عین الملک	۳۲۲	۶	اپنی	اپنے
"	"	لاتا	لانا	۳۲۳	۱۷	دور نے	دور نے
۲۸۰	۸	برقرار ہے	برقرار ہے	۳۲۷	۷	بہرہ دار	بہرہ دار
۲۸۲	۹	+	تھا	۳۳۳	۱۶	x	پندرہواں مقدمہ



